U264 .

Title - KASHMIRI PANDIT .

Creator - Shiv Narain

Publisher - Desari Press (Jalandhar) .

Date - 1893 .

Pages - 150 .

Subject -

کشمیر قومی مروج رسمیں کے سدھار میں اپنے خبر ہیں
مگر کبھی وہ قوم کیا ترقی جو خود نہ بدلے گی اپنی رسمیں

کشمیری پنڈت

یعنی

کشمیری پنڈتوں کی رسمیں اور ضروریات دیگر قوموں کی
رسموں کا مقابلہ۔ اصلاح کے طریقے
اور رواجوں کی ابتدائی
اور موجودہ صورتیں

از

بندہ حقیر شیو نرائن گرٹو [illegible] کاشمیری
وکیل چیف کورٹ پنجاب مقیم جالندھر شہر

۱۸۹۳ء

قیصری پریس جالندھر شہر میں چھپا

نذر

میں یہہ رسالہ فخر قوم اور اپنے محسن اور مربی
دیوان پنڈت رام ناتھہ صاحب مدن ڈسٹرکٹ
جج پنجاب کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ جن کے
اوصاف حمیدہ۔ فیاضی حُبّ قوم
عالی خیالات اور بیداغ چال چلن کا
میں مداح ہوں۔

بندہ شیو نراین ربینہ

کشمیری پنڈت

اونکی رسمیں اور ضرورتیں

دیباچہ

ایک مختصر مجموعہ رسوم کشمیری پنڈتاں کی ضرورت معلوم ہونے پر میرا مدت سے ارادہ تھا۔ کہ ایسا ایک رسالہ طیار کروں۔ کچھ خیالات بھی یکجا کئے تھے۔ مگر اب تک ارادہ ہی رہا اور غالباً یہہ سطور نہ لکھی جاتیں اور نہ شایع ہوتیں اگر لاہور میں ایک انجمن کشمیری پنڈتاں قایم ہوتی اس انجمن کا ارشاد تھا کہ بندہ بھی کسی امر متعلق اصلاح قوم پر کچھ بطور مضمون لکھ کر سالانہ جلسہ انجمن پر پڑھے۔ بندہ تعمیل ارشاد میں مصروف ہوا اور لکھتے لکھتے مضمون اسقدر طویل ہو گیا کہ انجمن کے جلسہ سالانہ میں پڑھنے کے قابل نہ رہا۔ سفیر کشمیر یا کشمیر پرکاش میں شایع کرنے کی گنجایش معلوم نہوئی۔ اس لئے اسی مضمون کو کسیقدر مفصل کر دیا گیا اور بطور ایک علیحدہ رسالہ کے شایع کیا جاتا ہے۔ اپنی قوم کے احباب پڑھکر بعض ناراض ہونگے بعض خوش ہونگے بجا اور بیجا دوستانہ اور منافقانہ و متعصبانہ نکتہ چینی ہوگی۔ کوئی عبارت اور کوئی مضمون میں حرف گیری کریگا بعض اسکے محض ملاحظہ کو بھی گناہ سمجھیں گے۔ اُن سب اصحاب سے میری یہہ التماس ہے کہ وہ اس بات کو مدِ نظر رکھیں کہ کوئی انسان خطا سے خالی نہیں ہے۔ اگر سہوات کا تفصیل بیان

کرنے میں غلطیاں ہوں تو اس وجہ سے ہونگی کہ مستورات سے چنداں دریافت نہیں کیا گیا ہے
اپنے ذاتی مشاہدہ اور واقفیت سے کام لیا گیا ہے۔

میرے آبا و اجداد اتفاقات و حوادث زمانہ سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں رہے اور دہلی والے
کہلاتے رہے۔ مگر میری پیدائش پنجاب کی ہے۔ اس لئے زبان سادہ اور صرف پنجابی اُردو ہے۔
جو باتیں اس رسالہ میں درج ہیں وہ میری ذاتی باتیں ہیں۔ ناظرین کو اختیار ہے پسند فرماویں یا ناپسند
فرماویں۔ سادہ ناظرین جو کشمیری قوم کے نہیں ہیں وہ پڑھ کر متعجب ہونگے کہ ایک قوم ایسی بھی
ہندوستان میں رہتی ہے جو ایک عجوبہ روزگار ہے۔

مینے اکثر جگہ اس رسالہ میں اپنی نسبت صیغہ جمع کے الفاظ ہم، ہمیں، ہماری رائے وغیرہ استعمال
کئے ہیں۔ ان الفاظ سے راقم کی انانیت نہ سمجھی جاوے بلکہ
انگریزی طرز تحریر اختیار
کی گئی ہے

روز ... تاریخ ... ۱۹ ... جالندھر ...

راقم شیو نرائن رینہ

تمہید

جب کوئی خیرخواہ قوم کسی امر اصلاح طلب پر لکہتا ہے جس سے اُسکا مقصد اپنی سمجھ میں اصلاحِ قوم
ہوتا ہے تو ناظرین یہہ کہا کرتے ہیں کہ سب زبانی ڈہکوسلے ہیں - جو شخص اصلاح چاہتا ہے
پہلے خود اُسپر عمل کرکے دکھلائے - کیا پہلے بھی لوگ اسی طرح سے لکہتے اور کہتے نہیں رہے
ہیں ؟ ہم اُنکے قائل ہیں جو خود عملدرآمد کرکے نظیر قائم کریں - یہہ کسی قدر سچ ہے مگر اُن معترض
صاحبان کو جاننا چاہیئے کہ اِس دلیل سے کہ ناصح خود عمل کرنیکا حوصلہ رکہتا ہو کوئی ٹہیک نصیحت
فی نفسہ باطل نہیں ہو جاتی - بسا اوقات ایسے حالات ممکن ہیں کہ کوئی خیرخواہ اپنی قوم کے لئے
مناسب طریقہ بیان کر سکے اور کئی معقول وجوہات کے باعث سے وہ اُسپر خود عمل کرنے کے
لئے فوراً مستعد نہو - کم از کم اِسمیں تو شک ہی نہیں ہو سکتا کہ کسی اصلاح کی عملدرآمد سے پہلے اصلاح
کے متعلق خیالات پیدا ہونے ضروری ہیں - ایک مستند فلاسفر کا قول یہہ ہے کہ قبل ازیں کہ
کوئی شخص سوسائٹی کی اصلاح کرے سوسائٹی بے معلوم اُسکی اصلاح پہلے سے کر دیتی ہے -
یہہ مسئلہ گو بادی النظر میں حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے - مگر غور کرنے سے صحیح ثابت ہوتا ہے -
اِس مسئلے کے معنی یہہ ہیں کہ کوئی شخص قدرتی طور پر پیدائش سے ہی مصلح قوم نہیں ہوتا ہے اُسکا
تجربہ اُسکو اصلاح کی جانب مائل کرتا ہے - اور وہ تجربہ بھی اُسی سوسائٹی کے حالات سے اُسکو
پیدا ہوتا ہے جسکا وہ خود ایک جزو ہوتا ہے جس سوسائٹی کو وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے وہی سوسائٹی
اُسکی مصلح ہوتی ہے - صرف اتنا ہی فرق ہے کہ وہ اور وں کی توجہ کو اصلاح کی جانب مائل کرکے
اور اُنکے خیالات کو حرکت دیکر عمل کرنے پر راغب کرتا ہے - یا یوں کہنا چاہیئے کہ وہ اصلاح کی رفتار
کو قدرے تیز کرنے کی کوشش کرتا ہے -
ایسے لوگ بہت ہوتے ہیں جو اپنی رائے کسی معاملہ پر قائم کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے عمل کرنا
تو درکنار کسی رسم مروجہ کے برخلاف تدبیر سوچنے ہی کو ایک جدت بمنزلہ بدعت سمجھتے ہیں اور رواج

قدیم پر ثابت قدم رہکر اُسکی پیروی کرتے رہتے ہیں وہ البتہ اُسوقت اپنا طریق عمل بدلنے پر نارضامندی سے طیار ہوتے ہیں جب ایک کثیر تعداد اُن لوگونکی پیدا ہو جاتی ہے جو اپنا طریق عمل بدل چکی ہوتی ہیں ایسے لوگونکی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے جو اصلاح کو پسند کرتے ہیں - اور دل سے چاہتے ہیں کہ سب لوگ اصلاح پذیر ہو جاویں - مگر جبتک خاصی تعداد اپنے ہم خیال نہیں پاتے اصلاح شروع نہیں کرتے - البتہ ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں کہ اور لوگونکی رائے کا اپنے عمل پر اثر نہیں ہونے دیتے اور جنکے نزدیک اصلاح کے شروع کرنے میں اس امر کو دخل نہیں ہے کہ دیگر اہل قوم اُنکے عمل کی کسطرح تعبیر کریں گے -

رفارمر] پچھلے دونوں قسموں کے لوگوں میں سے رفارمر پیدا ہوا کرتے ہیں جو رفارمر دوسرے فرقہ میں سے پیدا ہوتے ہیں وہ دھیمی رفتار سے اپنی قوم کو آہستہ آہستہ ترقی پر لیجانا چاہتے ہیں - وہ خود کوئی اصلاح بے دھڑک شروع نہیں کرتے جب تک کہ یہ نہیں سمجھ لیتے کہ مخالفین کم رہ گئے ہیں اور اور نکتہ چینی بہت ہی کم ہوگی وہ تب تک زبانی یا تحریری نصیحت کرتے رہتے ہیں اور قوم کے خیالات کو بدلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں - جب وہ دیکھتے ہیں کہ موقعہ مناسب آگیا ہے تو اصلاح خود شروع کرتے ہیں اور اور ہم خیال اُنکی تقلید کرنے لگجاتے ہیں - دوسری قسم کے رفارمر تیسرے فرقہ سے پیدا ہوتے ہیں جنکا رویہ ہمیشہ بے باکانہ ہوا کرتا ہے اور وہ بجائے کسی تحریر یا تقریر کے فوراً اپنے [illegible] سے نظیر قائم کرکے اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں -

کسی موقعہ پر دنیا کی تواریخ سے ظاہر ہوا ہے کہ اس قسم کے لوگوں نے بڑی بڑی کارنمایاں کرکے دنیا کو متعجب کیا ہے مگر کسی موقعہ پر ایسے لوگوں کو اُنکی بے دھڑک عمل نے ناکامی اور سخت ندامت و ملامت کا مستوجب کیا ہے - اور بعض اوقات بے دھڑک رفارمروں کے عمل سے کوئی ہرج نہیں بھی ہوا ہے - بشرطیکہ اُنمیں اعلیٰ درجہ کی دوراندیشی اور زمانہ شناسی موجود ہو کیونکہ اگر اُنہوں نے طبائع کا صحیح اندازہ کرلیا ہے تو اُنکے عمل کی فوراً تقلید شروع ہو جاتی ہے - ایسا بھی بہت موقعوں پر ہوا ہے کہ بے دھڑک کام کرنے والے صحیح اندازہ اس امر کا نہیں کرتے یا نہیں کرسکتے کہ

اُنکے اعمال جدید کا کیا اثر ہوگا - اور کہانتک وہ پسند کئے جاوینگے اور بوجہ ایسی غلطی کے اونکو ناکامیابی حاصل ہوتی ہے

وہمی رفارمر

جو رفارمر وہمی کام کرنے والے ہوتے انکا طریقہ عمل سطرح ہوا کرتا ہے کہ پورانے دستور و طریق عمل پر نارضامندی سے جبرًا و قہرًا قایم رہکر یہہ جتلاتے جاتے ہیں کہ طریق قدیم فی زمانہ ناقص اور مُضر ہے اور کئی وسایل سے اس یقین کے قایم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ اور احباب سوسائیٹی جو شُل انکے اُسی طریق قدیم کے پابند ہیں یہہ سمجھ جاویں کہ اُنکے لئے پورانا طریق عمل صرف بوجہ قدیم ہونے کے ہی - قابل تنظیم رہ گیا ہے - اور گو اُسوقت وہ بہت کارگر اور عمدہ تہا - جب جاری ہوا تہا - مگر اب اُسکے قایم رکہنے سے نقصان ہے اور ناقابل عملدرآمد ہی اُسکا بدلنا ضروری ہی - ایسے لوگ جب یہہ دیکہہ لیتے ہیں کہ اب اُنکی راے کی تائید کے لئے کافی تعداد ملسکتی ہی تو آہستگی سے اپنے عمل میں اصلاح شروع کرتے ہیں اور ایسے ہی خواہاں قوم کو اکثر کامیابی حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اصلاح جو وہ کرتے ہیں فی نفسہ فایدہ بخش ہو مگر نقصان کا اندیشہ ایسی صورت میں نہیں ہوتا کیونکہ اگر ایسے رفارمرونکے عمل جدید کی پیروی نہیں ہولی تو وہ خود پہر پورانی حالت پر عود کرتے ہیں -

[illegible]

البتہ جب اس قسم کے رفامر یہہ دیکہتے ہیں کہ اُنکے مخاطب یا پیرو اُسدرجہ تک جانے کو طیار نہیں ہیں جہانتک وہ لیجانا چاہتے ہیں تو وہ اپنی گفتار و تحریر کو قدرے ملایم و صلح آمیز کر دیتے ہیں اور اپنے ذہن میں یہہ سمجہتے ہیں کہ مبادا بدرجہ غایت لیجانے میں معمولی درجہ کی کامیابی بھی حاصل نہو سکے - یہہ ہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے رفامر بھی جنکے اپنے ذاتی خیالات نہایت پاک اور اعلی تہے - اور جو اپنے خیال میں اپنی مخاطب قوم یا فرقہ کو اعلی درجہ پر لیجانا چاہتے تہے وہ محض اسی وجہ سے اُس منزل تک نہ لیجا سکے کہ اُنکی مخاطب قوم اُس منزل تک پہونچنے کے لئے طیار نہ تہی - اور یہہ ہی وجہ ہے کہ باوجود کوشش تبلیغ کے اُن قوموں میں جو مہذب کہلاتی ہیں بعض عیوب پہر بھی باقی رہ گئے ہیں جنکو لوگ عموماً رفارمروں کی کوتاہ نظری یا ناقص خیالی پر

محمول کر دیتے ہیں۔ فی الحقیقت اکثر اوقات ریفارمروں کا قصور نہیں ہوتا ہے۔

خواہ کچھ ہی کسی کا اس بارہ میں خیال ہو اس امر سے کسی فرد بشر کو انکار نہ ہوگا کہ کسی تخم کی کامیابی اُسکی طاقت پر اسقدر منحصر نہیں ہے جیسی کہ اُس زمین پر منحصر رکھتی ہے جہاں وہ تخم بویا جاوے ہر ایک تخم اپنی پنہاں صورت اُسوقت نمودار کرتا ہے جب وہ زمین جسمیں وہ ڈالا جاوے اُسکو قبول کرے اور بعد ازاں اُسکا نشو و نما اور سرسبزی اس امر پر منحصر رکھتی ہے کہ کسقدر کی قابلیت اُس زمین میں موجود ہے۔ کامل کامیابی کی صرف تب توقع ہو سکتی ہے جب تخم اعلیٰ قسم کا ہو اور زمین بھی اعلیٰ قسم کی ہو ورنہ پہلے زمین کو زرخیز کرنا پڑتا ہے۔

تجربہ نے بہت ثابت کر دیا ہے کہ ریفارمروں کی کوششیں بھی زیادہ اُسی موقعہ پر کامیاب ہوئی ہیں جہاں قدرت نے پہلے سے دیگر وسایل اور وجوہات سے اصلاح کی قبولیت کا سامان مہیا ہو گیا ہے ریفارمر صرف اُسکی رفتار کو تیز کرتے رہے ہیں۔ یہہ ہرگز باور نہ کرنا چاہئے کہ کبھی ایک متنفس نے یکلخت کسی قوم کی معجزہ کیطرح سے اصلاح کی ہے۔ الہام کے یقین کرنیوالوں کا یہہ یقین ہو سکتا ہے مگر ہم اس کے قایل نہیں ہیں۔ کئی اسباب قوم کی متواتر اور مسلسل کوششیں اور بیشمار دیگر وسایل اور وہ بھی بہت عرصہ تک (بشرطیکہ اُسکے مخالف کوششیں موجود ہوں) کام کریں تب امید ہو سکتی ہے کہ کوئی نتیجہ حسب مراد پیدا ہو۔

کوئی چیز اتفاقیہ نہیں۔

ہر ایک سوچنے والے شخص پر یہہ روشن ہوگا اور خصوصاً ایسے شخص پر جس نے تواریخ کا مطالعہ کیا ہو یا جو سائنس سے واقف ہو کہ کوئی امر کائنات میں اتفاقی یا یکلخت نہیں ہوتا ہے۔ ہر ایک امر کے لئے اسباب لاتعداد و بیشمار ہوا کرتے ہیں اور وہ اسباب خود دیگر اسباب کے نتیجے ہوتے ہیں جنکی بابت مشکل سے یہہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی متنفس کے کلی اختیار میں ہوں۔ ایک تسلسل اسباب اس طرح سے چلتا ہے کہ انسان کی عقل و فراست سے باہر ہے۔ بعض تقدیر و بعض مذہب کے لفظوں سے فی الحقیقت ایک ہی اصول کے قایل ہیں کہ کوئی امر بلا سبب نہیں ہوتا ہے اسی طرح سے قوموں کا عروج بھی بے سبب و یکلخت نہیں ہو سکتا۔

قوم کشمیری پنڈتاں بھی اُسی قاعدہ کی پابند ہو جو سب دنیا کی اور قوموں کیلئے قدرتی طور پر مقرر ہے یعنی یہہ کہ وہ اسباب سے فروغ پا سکتی ہے - اسباب سے اُسنے کسی زمانہ میں فروغ پایا ہے - اسباب سے وہ تنزل پر جا سکتی ہے - اسباب سے وہ عروج پر پہونچ سکتی ہے اور اسوقت اُسکے قیام کے بھی اسباب ہیں اور ہر لحظہ اسباب بدلتی ہیں گو ہم کامل طور پر محسوس یا معلوم نکر سکیں - اور اگر کوئی اس زمانہ میں اُسکا بھی خواہ اور خیر خواہ ہو اور اُسکا عروج چاہتا ہے اور اُسکے عروج کے لئے تدابیر سوچتا ہے اور وہ تدابیر اور ونپر ظاہر کرتا ہے تو اُسکی ہستی اور اُسکا عمل اور اُسکی تقریر و تحریر بھی اُسی سلسلہ اسباب کی ایک جزو ہے جس سے اُسکا تنزل یا فروغ یا قیام ہے یا ہوگا -

ان سطور کا راقم رفارمر بننے کا کوئی دعوے نہیں کرتا ہے اور نہ اسقدر اُسمیں لیاقت ہے مگر چونکہ ہر ایک آدمی اپنی راے رکہنے کا استحقاق رکہتا ہے اور یہہ بھی اُسکا قدرتی استحقاق ہے کہ وہ اپنی راے جس کو وہ صحیح باور کرتا ہے اور ونپر ظاہر کرے - اسلئے یہہ چند سطور لکھی گئی ہیں - البتہ یہہ ضرور ہے کہ وہ اپنی قوم کا بہی خواہ ہے اور بہی خواہ بہی اُس فرقہ کا ہے جو بے دہڑک اور بیباکانہ کارروائی کو پسند نہیں کرتا - ان سطور کے لکہنے سے اُسکا صرف مقصد یہہ ہے کہ احباب قوم اُسکی راے کو سنیں جو اُسنے مشاہدہ حالات سے قایم کی ہے - یہہ بعد میں معلوم ہو جاویگا کہ کہانتک اسکا اندازہ صحیح ہے یا اُسکی راے کا کیا اثر ہوتا ہے مگر اپنے ذہن میں وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ قدرت کا قانون نتائج پیدا کر رہا ہے وہ بہی اُنکے پیدا کرنے میں مدد دینے کیلئے ایک ناچیز آلہ ہے -

زمانہ اور وقت فیصلہ کرینگے کہ جو کچھ
کہ وہ کہتا ہے وہ قابل پذیرائی
ہے یا نہیں

باب اول

تصنیف رسالہ کی ضرورت

اور قومیں اصلاح کر رہی ہیں

جبکہ ہندوستان کی کل قومیں خواہ ہندو خواہ مسلمان اپنے عروج کی خواہاں ہو رہی ہیں اور جابجا اصلاح رسوم کے مجالس اور ترقی قومی کی تدابیر سوچنے والی کمیٹیاں ہو رہی ہیں۔ حتی کہ ادنی سے ادنی کوئی قوم بھی اپنی بہتری یا قیام یا ترقی سوچنے سے غافل نہیں ہے۔ ہمکو بھی خیال پیدا ہوا ہے کہ ہمارا غافل رہنا ہمارے لئے یعنی قوم کشمیری پنڈتان کے لئے سخت مضر ہے۔ گو بدقسمتی سے ہماری قوم ایسے متفرق طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ کہ وہ سہولتیں جو اور اقوام ہند کو حاصل ہیں۔ اس کو حاصل نہیں ہیں۔ اور گو پنجاب کے کشمیری پنڈت اور ہندوستان کے کشمیری پنڈت ایک دوسری سے کئی باتوں میں یکساں عادات و یکساں مزاج و یکساں حوصلہ نہیں رکھتے۔ مگر قوم کشمیری پنڈتان عموماً خواندہ اور فہمیدہ ہے۔ اور گو ہمارا یقین ہے کہ وہ رسوم کی پابندی میں اور سب قوموں سے سبقت رکھتی ہے تاہم ہمکو امید ہے کہ وہ زمانہ کے مطابق ہو جانے کی کاوش کی عادت کو جو اسمیں اب تقریباً جبلی ہو گئی ہے نہ چھوڑیں گے۔ ہم کئی احباب قوم میں یہہ خواہش پاتے ہیں کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں ترقی کرنے کے خواہاں ہیں۔ اور اپنی رسوم کی اصلاح کے لئے دلسے خواہش کرتے ہیں۔ اور ایسا تو شاید کوئی بھی کشمیری پنڈت نظر نہیں آتا جو اپنی قوم کی فضول خرچی کو قابل عتاب نہ سمجھتا ہو۔ بعض کو اصلاح کا حوصلہ نہیں ہے۔ اور بعض کو کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔ ہمارے خیال میں ابتک اصلاح نہ ہونے کی وجہہ ہی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو اپنی کمزوریاں اور اپنے عیب کامل طور پر معلوم نہیں ہیں۔ اور نہ ابتک اُنکو مثل اُس غافل مریض کے جسکو مزمن مرض کی ضرر محسوس نہیں ہونے اپنے آئندہ نقصان کے اندیشہ کا پورا اندازہ ہوا ہے۔

مراسلہ کشمیر

مراسلہ کشمیر نے کشمیری پنڈتان کو بہت کچھ جگانے کی کوشش کی اور گو اُس نے بہت کامیابی حاصل نہیں کی اور گو بہت سے ارباب قوم یہہ ہی کہتے ہیں کہ وہ کیا کر سکا۔ مگر ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے

کہ وہ کسوقت جاری ہوا تہا۔ اور اُسکے مخاطب کون تھے ۔ واقعی جب اُسکا اجرا ہوا بہت ہی کم ارباب قوم اُس خیال کے تھے۔ جو اُس جیب قوم سے متفق ہوں جسکا نام شیو نرائن بہار رنہا۔ مگر کیا کوئی خروشبر اس امر سے انکار کرنیکا دعوے کرتا ہے کہ اُس نے کچھ کام نہیں کیا۔ ہمارا پورا یقین ہے کہ اُس نے قوم کے خیالات میں بہت اثر پیدا کیا۔ مانا کہ بہت عرصہ اُسکو زیست نصیب نہیں ہوئی مگر اپنے نشان باقی چھوڑ گیا جو چند سال عالم نظر سے غائب ہوکر اب زیادہ نمایاں طور پر نمودار ہوئے ہیں۔ ایک مراسلہ کی جگہ اب تین مراسلہ قایم ہوئے ہیں۔

ہم نے یہہ سوچا ہے کہ ماہواری قومی رسالے جواب جاری ہیں اور وہ ماہواری قومی رسالے جو پہلے جاری ہو چکے ہیں کشمیری پنڈتاں کی رسوم اور اُنکی ضروریات پر بابساط لکھتے ہیں اور لکھتے رہے گو اُنکا اخر خالی نہیں جاتا وہ خدمت قومی ادا کر گئے اور کر رہے ہیں۔ مگر علاوہ اُنکے ہمکو ایک ایسی خدمت گذار کی بھی ضرورت معلوم ہوئی ہے جو مختصراً اپنی قوم کی عیوب اور رسوم کی اصلاح یکجا بیان کر سکے تاکہ ہر ایک ممبر قوم پر ایک ہی دفعہ اور ایک ہی وقت مجموعی اثر پڑ سکے جس سے ممکن ہے کچھ انقلاب ہو سکے۔ کاش کہ یہہ کام کسی بہتر اور لائق تر ہاتھوں میں ہوتا مگر نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔ اِس لئے ہم اِس ناچیز رسالہ میں یہہ کوشش کرتے ہیں کہ قوم کشمیری پنڈت کی شادی غمی اور روزمرہ کی رسومات و رواجات اور مصارف کا ذکر کریں اُنکی اصلاح کی تدابیر بھی جو ہمارے خیال میں سردست عملاً سہولت سے ہو سکتی ہیں جتلا دیں نیز یہہ بھی ذکر کریں کہ زمانہ حال میں اُنکی کیا کیا ضرورتیں ہیں اپنی مزاج اور عادات میں اُنکو کیا تغیر کرنا چاہئے اور کیا تغیر ممکن ہے اور اُنکی معیوب رسوم اور دیگر عیوب کا ذکر کرکے یہہ جتلا دیں کہ وہ کسطرح اُن عیوب کو ترک کرکے اور قوموں میں مفتخر اور ممتاز قوم بن سکتی ہے۔ ہم ملک کشمیر کے (کشمیری پنڈت) باشندگان حال کے متعلق اس رسالہ میں ذکر نہیں کرینگے ہمارا مضمون صرف اُن کشمیری پنڈتوں سے متعلق ہے جو اپنے وطن کو چھوڑ کر انڈیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔

-+-

باب دویم

رسم ورواج اور اُنکے انقلاب

کسی مصنف نے سچ کہا ہے کہ ہر ایک قوم کی شائستگی اور تہذیب کا درجہ نہ صرف اُسکی ضرب الامثال سے معلوم ہو سکتا ہے بلکہ اُس سے زیادہ اُسکی رسوم و رواجات سے معلوم ہو سکتا ہے اور مروجہ رسوم اُس قوم کی ترقی موجودہ کی اسقدر شاہد نہیں ہیں جسقدر سابقہ حالت تہذیب یا غیر تہذیب کا پتہ دیتی ہیں۔ جن فلاسفروں نے رواجوں کے مدجزر اُنکے ابتدا اور انجام پر غور کیا ہے وہ اسی پر پہونچے ہیں کہ کوئی رواج بے ضرورت یا بے مصلحت پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی رواج ایسا جاری ہوتا ہے جس سے جاری کرنیوالا اپنے خیال میں کوئی فایدہ تصور نہ کرتا ہو۔ اور ایسے رواج کم ہیں کہ جنہوں نے ابتدا میں کچھ نہ کچھ فایدہ نہ پہونچایا ہو۔ گو بعد میں اُنکے ضرر کا تناسب بمقابلہ مفاد مجموعی طور پر بہت بڑھ گیا ہو۔ مگر اسمیں ذرا شک نہیں ہے کہ چونکہ ضرورت انسانی ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اس لئے کوئی رسم یا رواج دوام کے لیے مستقل نہیں ہوتا ہے۔ اپنی ضرورت کے وقت میں وہ بڑا زور رکھتا ہے جیسے جیسے اُسکی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے۔ اُسی قدر اُسکا زور کم ہوتا جاتا ہے حتی کہ چند عرصہ کے بعد بعض تو مفقود و معدوم ہو جاتی ہیں۔ بعض دیگر رواجوں میں مخلوط ہو کر تاہم اپنا نشان کچھ عرصہ تک دیتے رہتے ہیں۔ اور بعض باوجود عدم ضرورت کے بھی خواہ کیسے ہی ناگوار ہوں بڑی عمر دراز ہوتے ہیں۔ اور ایک قوم کی ہستی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہیں۔

قوموں کے مقامی حالات اُنکی جسمانی طاقتیں اُنکی معاش کے ذریعے اُنکی تعلیم اور اُنکی مشاغل ہمیشہ سے نئے رواج پیدا کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے چلے جاینگے اور سابقہ رسموں اور رواجوں میں ترمیم کرتے رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے کشمیری پنڈت بھی اسی مسلمہ قاعدہ سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ رواجوں کے ابتدائی بانیاں جو گذر گئے نسل موجودہ کے کم عقل تھے۔ ہرگز نہیں گو ہمکو بعض رواجوں کے ظاہری فایدے سابقہ زمانہ کے حالات نہ معلوم ہونے کی وجہ سے محسوس نہ ہوں اور ہم ناسمجھی یا کم معلومات کی وجہ سے اجراء رواج کا باعث دریافت

نہ کر سکیں تاہم ہمکو اپنے بزرگوں کو تعظیم سے یاد کرنا چاہیئے۔ بہت تعجب معلوم ہوگا مگر فی الواقعہ سچ ہے کہ ہم اپنے بزرگونکی پوری پیروی نہیں کرتے یعنی رواج قدیم کی اندھا دھند پیروی کرتے ہیں اور حسب ضرورت اُنکو نہیں بدلتے۔ ہم پوری پیروی اسطرح نہیں کرتے کہ ہمارے بزرگ مصلحتاً غیر ضروری رسوم کو بدل دیتے تھے اور بدل دینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ ہم پیروی کرتے ہیں مگر ہم بدلنے پر مستعد نہیں ہوتے۔ ہم بزرگوں کی رسوم سے نالاں رہتے ہیں۔ اور بزرگونکی غلطی تصور کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بزرگوں نے کوئی وصیّت نہیں کی تھی۔ کہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ہی تم رسوم مت بدلنا۔ اُنہیں بزرگوں کی طرز عمل سے اگر ہم صحیح نتیجہ پیدا کرنا چاہیں تو فوراً الیقین ہو جاویگا کہ وہ اپنے بعض مقررہ اصول مذہب کے سوائے باقی رسوم میں ترمیم تنسیخ حسب ضرورت کرتے رہے ہیں۔ کیا کل ہند کے موجودہ کشمیری پنڈت بجنسہ وہی کشمیری پنڈت ہیں جو کشمیر سے آئے تھے یا اُن کشمیریوں کے ہم عادات وہم خیال ہیں جو اسوقت کشمیر میں رہتے ہیں؟ کیا ہم نہیں جانتے کہ زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں نے اُنکو کسقدر بدلا ہے؟

یہہ سچ ہے کہ کئی رسوم اسقدر عرصہ کی پیروی کے بعد ہم لوگوں کو اسقدر عزیز ہو گئی ہیں۔ کہ ہم اُنکو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یہہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ بعض پُرانی عادتیں جنکو سب لوگ متفق اللفظ عیب سمجھتے ہیں یا بعض اشخاص پر اسقدر غلبہ رکھتی ہیں کہ وہ اگر چاہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم یہہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ صاحب جو یہہ خوف رکھتے ہیں کہ کشمیری قوم رسوم کی اتنی گرویدہ ہے کہ وہ کبھی رسوم میں تبدیلی نہیں کریگی۔ قانون قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کرتے۔ چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند (حافظ) البتہ اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ کشمیریونمیں اصلاح کی رفتار تیز نہوگی۔ اور دیگر اہل ہنود اُنسے پہلے اصلاح پذیر ہو جاویں گے۔

کشمیری قوم نرالی ہے

اس کی وجہ بھی صاف ہے کہ کشمیری قوم بالکل نرالی حالت میں رہی اور اتبک ہے۔ ہم کسی اور قوم کا ایسا پتہ نہیں لگا سکتے۔ جو کشمیری قوم کے مشابہ ہو۔ جو بعض قومیں دوسرے ملکوں سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئیں۔ اُنہوں نے اپنے وطن سے قطع تعلق کرلیا ہمنے ایسا نہیں کیا

ہمارا کشمیر سے تعلق برابر رہا۔ ہمارے گرو اور ہمارے باورچی ہمیشہ کشمیر سے آتے رہے ہماری شادیاں کشمیر میں ہوتی رہیں اور قومیں جو وطن چھوڑ کر ہندوستان میں آئیں وہ یہاں شادی بیاہ غیر قوموں میں کرنے لگیں۔ اور انہوں نے انہیں میں مخلوط ہو کر رسم و رواج انکے اختیار کر لئے بعض اور قومیں جو آئیں انہوں نے ہندوستان کے شہروں میں سکونت مستقل اختیار کر کے اپنی برادری اور میل جول کے احاطے مقرر کر لئے۔ ہم نوکری پیشہ رہے کبھی ایک صوبہ میں کبھی دوسرے صوبہ میں جاتے رہے۔ اور اپنے خیالات کا تبادلہ نہ کر سکے۔ جہاں گئے وہاں رسوم مقامی بھی اختیار کر لیں مگر اپنی رسوم بھی قائم رکھیں۔

خیالات کا تبادلہ

پرانے زمانہ میں اسقدر دور دراز مقامات پہ ہماری قوم متفرق طور پر پراگندہ رہی جہاں معمولی رسل رسائل کی بھی سخت دقت رہتی رہی۔ یہی وجہ رہی کہ کبھی مختلف شہروں کی برادری کا یکجا اجتماع نہ ہو سکتا تھا۔ صرف شادیوں پر ایک شہر کی برادری کے چند لوگ دوسرے شہر کی برادری سے باہم مل سکتے تھے۔ مگر اب وہ بات نہیں ہے۔ ریل اور ڈاک اور پریس نے بہت سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہر ایک مقام کی برادری کے خیالات دوسرے مقام کی برادری کے گوش گذار ہو کر کبھی نہ کبھی (خواہ تاخیر ہو جاوے) اپنا اثر پیدا کریں گے۔ چنانچہ اسوقت ایک انجمن بھی کشمیری پنڈت صاحبان کے لاہور میں جاری ہو گئی + لکھنؤ میں سوشیل کانفرنس کے جلسے بھی ہونے لگے اور تین رسالے قومی خدمت اور اصلاح کیلئے جاری ہو گئے۔ یہ علامات بڑی امید دلانیوالی ہیں
بس ہمکو اپنی قوم کی رسم و رواج میں اصلاح کی امید سے مایوس
نہ ہونا چاہئے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ انمیں تغیر و تبدل
نہ ہو۔ زمانہ ہمیشہ بدلتا ہے اور یہ
قوم بھی بدلے
گی۔

*

باب سوم

کشمیری پنڈت کے کیرکٹر کا خاکہ

قبل ازیں کہ ہم اپنی قوم کی سابقہ و حال کی ترقی یا تنزل کا ذکر کریں۔ ہمکو اُس کشمیری پنڈت کا خاکہ کھینچنا ضروری ہے جو اپنے ملک کو چھوڑ کر ہند کے مختلف ملکوں میں معاش پیدا کرتا رہا اور اب بھی پیدا کرتا ہے۔ بہتر ہوتا کہ غیر قوم کا کوئی منصف مزاج آدمی اِس خاکہ کو کھینچتا۔ کوئی انسان خود ہی اپنی تصویر اچھی نہیں کھینچتا۔ (اپنی تصویر ہم اس لئے کہتے ہیں کہ ہم بھی اُسی قوم میں سے ہیں) کیونکہ اپنے عیب صواب پوری طرح سے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم کسی غیر قوم کے ہاتھ کی تصویر کھینچی ہوئی نقل کرتے تو ہمکو خوف یہ تھا۔ کہ وہ سب مبالغہ سے کھینچی ہوئی ہیں۔ اور صحیح نہیں ہیں۔ یہ امر ضرور ہمکو نادم کرتا ہے کہ کیوں اسقدر ہجو کسی اور قوم کی نہیں ہوئی ہے جسقدر ہماری قوم کی ہوتی رہی ہے۔ سودا اور حزین جیسے شاعروں کو کیوں ہاجی بننا پڑا۔ خواہ اسقدر عیوب ہم میں نہوں جو وہ بیان کر گئے ہیں مگر عیوب ضرور ہیں۔ اسلئے اسمیں کوئی شرم کی بات نہیں کہ ہم اپنے عیوب کو خود ہی پہچانیں اور اُنکی اصلاح کی کوشش کریں۔ اور نہ ہم اسمیں کوئی عیب تصور کرتے ہیں کہ ہم کیوں نہ اپنی قوم کے عیب اُنکو یاد دلائیں ؎

دوست آنست کہ عوائب دوست ٭ ہمچو آئینہ روبرو گوید۔ جو خاکہ ہمنے ذیل میں کھینچا ہے اُسکی امید ہے کہ ہماری معزز قوم ناراض نہونگے۔ کیونکہ وہ نیک نیتی سے کھینچا گیا ہے۔ اسقدر البتہ ہم مانتے ہیں کہ انگریزی تعلیم نے ہماری قوم کے اخلاق پر کئی اثر ڈالے ہیں۔ اور آئیندہ ڈالے گی۔ انگریزی تعلیم سے کئی نئے عیب بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً شراب خواری بیجا آزادی اور بزرگوں کی تعظیم میں کمی وغیرہ وغیرہ ۔ مگر ساتھ ہی اُسکے حب الوطنی۔ نیک چلنی راست گفتاری۔ ہمدردی کی خوبیاں از دیاد ہوئی ہیں۔ ہم اس مقابلہ کو زیادہ نمایاں طور پر جتلانا نہیں چاہتے کہ اِس میں کئی دلوں کو رنج پہونچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

ہمارا اس خاکہ کھینچنے سے نہ صرف یہی مدعا ہے کہ ہم یہ دکھلائیں کہ کیوں ہم سابقہ زمانہ میں

کامیاب ہوتے رہے ہیں یا مستوجب ہجو ہوتے رہے ہیں - بلکہ زیادہ تر ہمارا منشا یہہ ہے کہ ہم اپنے عیبوں سے آگاہ ہوں اور انکو رفع کرنے کی کوشش کریں تاکہ اُن عیوب کی ضرر دور ہوں اور جن عیبوں نے رسوم معیوب پیدا کردی ہیں وہ اُن عیبوں کے رفع ہونے سے خود بخود مسدود ہو جاویں - کوئی یہہ خیال نہ کرے کہ کوئی قوم بے عیب ہو سکتی ہے - جیسا کہ کوئی شخص بے عیب نہیں ہو سکتا ویسا ہی کوئی قوم بے عیب نہیں ہو سکتی مگر ہاں اسقدر ہو سکتا ہے کہ عیبونکی تعداد نسبتاً کم ہو سکتی ہے - اور نہ یہہ سمجھنا چاہئے کہ اس خاکہ کے جملہ عیب وصواب ہر ایک کشمیری میں موجود ہیں مستثنیات اس خاکہ سے خارج ہیں - اور نہ کسی صاحب کی ذات خاص خاکہ کھینچنے میں ذہن نشین رکھی گئی ہے - اور نہ کسی صاحب کی جانب روئے سخن ہے -

وفاداری (۱) گورنمنٹ وقت کی وفاداری ہمیشہ سے کشمیری پنڈت کا شعار رہا ہے وہ پورا یقین کرتا ہے کہ وہ خود کبھی کسی ملک کی خود مختار حکمرانی کے قابل نہیں ہے اس لئے کبھی یہہ تمنا نہیں کرتا کہ زمانہ موجودہ وقت میں انقلاب ہو بلکہ اپنے آپ کو وقت کے مطابق کر لیتا رہا ہے اور آجتک ہمیشہ وفادار گنا گیا ہے - خواہ کسی حکومت کا دور دورہ ہو جانتا ہے کہ امن میں اُسکی کامیابی ہے -

طبیعت (۲) پنڈت کشمیری خوش خور - خوش پوش - خوش مزاج - خوبصورت - ظریف طبع اور رنگین مزاج ہوتا ہے - اُسکا میلان طبع عیاشی کیجانب زیادہ ہوتا ہے (عیاشی سے مراد نہ صرف بدوضعگی اخلاقی ہے بلکہ اسمیں عیش وعشرت امیرانہ بھی شامل ہے) شاعری کا مذاق رکھتا ہے اور علم موسیقی سے بھی ذوق رکھتا ہے -

تتبع کی عادت (۳) طبیعت میں عیب جوئی ونکتہ چینی بھی موجود ہے - جو شاعر مزاج اور موسیقی پسند کے لئے ضروری ہے انہیں تتبع وتقلید کا مادہ حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے جس حکومت میں ہوگا ویسا ہی رنگ بدلے گا - جس فرقہ سے اختلاط ہوگا اُنکی مانند ہو جاوے گا - جس ملک

میں رہیگا اُسکا رویہ اختیار کرلیگا یہانتک کہ اُس ملک کے اصلی باشندہ اور کشمیری میں فرق بہت کم ہوگا۔

زبان غیر سیکھنا

(۴) زبان کے سیکھنے میں کشمیری پنڈت خاص جوہر رکھتا ہے اور بہت جلد غیر زبان بولنے لگتا ہے نہ صرف غیر زبان جلدی سیکھنے کا مادہ رکھتا ہے بلکہ تلفظی اور لسانی میں کسی غیر قوم سے کمتر نہیں ہے

(۵) انشاپردازی میں کشمیری اچھی دسترس رکھتا ہے۔ اور رنگین الفاظ کو زیادہ پسند کرتا ہے اُن علوم سے جہاں دماغ کو زیادہ تکلیف ہو اور دماغی طاقتوں سے سوائے حافظہ کے زیادہ کام لینا پڑے گریز کرتا ہے۔ مثلاً ریاضی و دقیق سائنس۔ فصاحت و بلاغت کو بہت پسند کرتا ہے اور اُسکو جلد اخذ کرتا ہے۔

عام مذاق

ہر ایک خوبصورت چیز کو بہت پسند کرتا ہے۔ اور عام مذاق خوبصورتی پسند ہوتا ہے۔ اسی لئے حُسن پرست ہوتا ہے اسکی طبیعت ذکی اور ذہن عمدہ ہوتا ہے اور ہر ایک معاملہ دنیوی کو خوب سمجھتا ہے۔ اور اپنے افسر یا دیگر حکام کو خوش کرنے کی اُسمیں خاص قابلیت ہے۔ میل جول سوسائیٹی کو بہت پسند کرتا ہے اور ہر ایک قسم کی سوسائیٹی میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اُسمیں پورا پورا حصّہ لیتا ہے۔ جس سوسائیٹی میں ملتا ہے شروع میں بہت فروغ پاتا ہے۔ اور اُس سوسائیٹی کے ممبر اُسکو بہت پسند کرتے ہیں۔ مگر آخر میں اُسکے ساتھ موافقت نہیں رہتی۔ کیونکہ دراصل وہ غیر سوسائیٹی کا پورا ہم مزاج نہیں ہے۔

فضول خرچی

(۶) خرچ کے بارہ میں اندازہ سے زیادہ صرف کرنے کو طیار رہتا ہے اگر اُسمیں بناء حظ نفس شامل ہو یا رواجی رسوم کا ادا کرنا منظور ہو۔ خیرات کے اصول کسیقدر اپنے عیش کے ماتحت رکھتا ہے۔ مگر روپیہ کی محبت اُسپر غالب نہیں ہے۔ اور نہ روپیہ کو فی نفسہ کوئی قابل قدر چیز سمجھتا ہے یعنی بخیل نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کے میل جول نے اُسے نہ صرف مہمان نواز بنا دیا ہے۔ بلکہ فضول خرچ بھی کر دیا ہے

رسوم کی پابندی

(۷) رسوم کے بدلنے میں بہت سُست ہے اور گو رسوم کے ہجوم سے دل میں گھبراتا ہے مگر باوجود اسکے اپنی قوم کا دباؤ اسقدر سمجھتا ہے کہ اُنکی پوری پوری پیروی کرتا ہے خواہ اُن رسوم کی مصلحت کا

خود معتقد ہو۔

حُبِّ وطن خود غرضی

(۸) خود غرضی اور حُبِّ قوم اُسمیں عجیب طرح سے آمیزش رکھتی ہیں۔ اپنی قوم کا فروغ گو دل سے چاہتا ہے مگر اپنے ذاتی ذریعہ سے اُس فروغ کے ہونے سے ڈرتا ہے اور یہہ چاہتا ہے کہ دیگر وسایل سے اہالیان قوم فروغ پائیں۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کے عروج پر گو قدرے حاسد ہے مگر سمجھہ دار ہے۔ حسد کے خیال کو یہانتک منضبط کرتا ہے کہ حسد قریب قریب زائل کر دیتا ہے۔ خود غرضی نے اُسکو اسقدر کم حوصلہ کر دیا ہے کہ اگر ذرا بھی یہہ سمجھتا ہو کہ اُسکی کسی کارروائی سے کسی اہل قوم کو فایدہ پہونچیگا۔ اور اُس کارروائی سے اس کی اپنی حالت پر اثر پڑنیکا امکان ہے تو اپنی اہل قوم سے گریز کرتا ہے۔ بسا اوقات اپنے نقصان کا احتمال خیالی بھی پیدا کر لیتا ہے۔

پارٹیاں ہوں تو اُسکا شعار

(۹) اگر کسی ایسے موقعہ پہ ہوگا جہاں غیر قوم کی دو پارٹیاں ہوں۔ یعنی دو فرقے باہم دگر مخالف ہوں۔ تو چونکہ وہ اجنبی ہوتا ہے ایک کے ساتھ نہیں رہتا دونوں سے اسطرح سے سازوباز رکھنے کی کوشش کرتا ہے جس سے دونوں اُسکے دوست بنے رہیں۔ اور اُسکی مطلب برآری ہوتی رہے۔ نسبتاً زبردست پارٹی کا زیادہ مددگار رہتا ہے۔ اس ڈبل پالیسی سے اکثر اُسنے مفاد اُٹھایا ہے۔ بعض اوقات اُسکو اِس طریقہ سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ جہاں موقعہ ملے خواہ مخواہ غیر قوم کے آپسکی تنازعات سے حظ حاصل کرتا ہے اور اسمیں اپنا بعید فایدہ تصور کرتا ہے۔

غیر قوموں سے تعلق

(۱۰) غیر قوموں سے اُسکا اتحاد صرف بظاہر ہوتا ہے اور اجنبی ہونے کی وجہ سے خائف رہتا ہے کہ مبادا غیر قوموں میں زیادہ اختلاط سے اُسکی پالیسی سے وہ واقف ہوکر اُسکی تخریب نکریں اس لئے اپنا رازِ دل غیر قوم پر آشکارا نہیں کرتا۔ اور غیر قومیں اس کے رویہ کو مکاری تصور کرکے اس سے بدظن رہتی ہیں۔ حالانکہ وہ صرف حفاظت خود اختیاری کرتا ہے۔

جسمانی طاقت

(۱۱) گو مضبوط قویٰ اور جسمانی طاقت اچھی رکھتا ہے مگر دل نہیں رکھتا۔ فنِ سپاہ گری یا اور اندیشہ کے کام سے کوسوں بھاگتا ہے۔ اور اپنی جان کو حد سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک معمولی عارضہ کو فوراً مہلک سمجھکر بے حوصلہ ہو جاتا ہے۔ آسایش اور امن کو پسند کرتا ہے۔ تن پروری سب سے زیادہ

مدنظر رکھتا ہے۔

شجاعت و حوصلہ

(۱۲) اُسمیں دلیری اور شجاعت کا نام و نشان نہیں ہے اور نہ بار ل کریج رکھتا ہے یعنی عام رائے کے مخالف کوئی کام نہیں کر سکتا اگر اپنی رائے اُسکے مخالف ہو تو اُسکو علانیہ بیان نہیں کرتا جہاں جان کا خطرہ ہو اُس کام کے نزدیک نہیں جاتا۔ اور گفتگو ظاہرا ایسی کرتا ہے کہ گویا رستم زمان ہے۔ مگر نہایت بودہ اور کم دل ہوتا ہے۔

تدبیر کی لیاقت

(۱۳) باوجود بے حوصلہ ہونے کے انتظام کی قابلیت اچھی رکھتا ہے اور دیگر اشخاص کو جمع کر کے اُن سے کام لینا اچھا جانتا ہے۔ اپنی ذمہ داری اور حوصلہ پر حکمرانی کی قوت نہیں رکھتا۔ مگر صلاح کار اور مشیر اور مُدبّر بہت عمدہ ہوتا ہے تجاویز بہت عمدہ بتلاتا ہے ترکیب انتظام اور سیاست مدن عمدہ بتلا سکتا ہے جس سے حکمراں خوش ہو اور پسند کرے۔ اندیشہ کی دور اندیشی بہت اچھی رکھتا ہے اور حکمراں کو مناسب وقت پر بتلاتا ہے۔ آئندہ کی آنے والی تکلیفوں یا مشکلوں کا اندازہ خوب کرتا ہے اور اُسکی تدابیر بھی معقول سوچتا ہے مگر خود مصیبت کے وقت بے دست و پا ہو جاتا ہے اور اپنے حوصلہ سے کام نہیں کر سکتا۔

(۱۴) کتابت اور خوش نویسی میں اچھی قابلیت رکھتا ہے اور منشی اور کلارک بھی بہت عمدہ بنتا ہے۔ سرکاری ملازمت خواہ کسی صیغہ کی ہو سوائے جنگی صیغہ کے بہت عمدہ کر سکتا ہے لیاقت کی نمائش کی قابلیت بہت رکھتا ہے اور تھوڑی سی لیاقت علمی کو اپنی ذکاوت سے بہت عمدہ صیقل کر دیتا ہے۔

اصول مذہب

(۱۵) اصول مذہب میں بہت بے پرواہ اور لاالغرض ہوتا ہے۔ تعصب مذہبی یا جوش مذہبی بہت ہی کم رکھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ اُس سے بہت نفرت نہیں کرتے۔ مگر باوجود اسکے بھی مذہبی رسومات کو مِن وعَن ادا کرتا ہے گو خود عبادت کم کرتا ہے۔ مگر عابدوں اور زاہدوں سے نفرت نہیں ہے۔ حتی الامکان

گناہ سے گریز کرتا ہے۔

دیانتداری

(۱۶) اگر خاطر خواہ آسودہ نہیں ہے تو دیانت دار نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اُسکے اخراجات اُسکو دیانت دار رہنے نہیں دیتے۔ روپیہ کی محبت اتنی غالب نہیں ہوتی کہ صرف اسی لالچ میں بددیانت ہو۔

اکثر لوگوں کا میلان طبع ہوتا ہے کہ اُنکو دوسری قوم کے عیوب زیادہ نمایاں معلوم ہوتے ہیں اور اُسکی خوبیوں پر نگاہ نہیں ہوتی۔ اور بہت سے لوگ غیر قوموں کی نسبت رائے قائم کرتے ہیں یہہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کن حالات سے کسی قوم کا کیرکٹر ڈھلا ہے۔ اسی لئے کئی قومیں خاص طور پر ناحق بدنام ہیں۔ حالانکہ عیب جو نکتہ چینیوں کو ایک قوم کے اوصاف و عیوب کا مجموعی اثر دیکھنا چاہیئے۔ اور یہہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جس قوم میں سے وہ خود ہیں اُسکے عیوب و صواب نسبتاً کیا ہیں۔ قوم کشمیری بھی اسی عام غلط فہمی سے بدنام ہے۔ ورنہ اُسمیں اتنی
برائیاں نہیں ہیں۔ جتنی غیر قوموں کے لوگ اُس میں سمجھتے
ہیں۔ اپنی آنکھہ میں شہتیر معلوم نہیں ہوتا۔
اور دوسرے کی آنکھہ کا تنکا
بھی معلوم ہوتا
ہے
+

باب چہارم

زمانہ سابق اور حال کا مقابلہ

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جو عیب وصواب کشمیری پنڈت کے بہنے بیان کئے ہیں وہ اُس نے بعض وخوشی خود حاصل نہیں کئے ہیں۔ ضروریات وقت نے یہہ عادات پیدا کردی ہیں گو بعض وہ خود اپنے ملک سے یعنی کشمیر سے اپنی ہمراہ وراثتاً لایا ہے۔

جب ہم یہہ یاد کریں کہ کسطرح سے ہمارے آباؤ اجداد کشمیر چھوڑکر ہندوستان کے مختلف صوبوں میں آئے ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ بعض مذہبی تشدد سے ملک چھوڑکر آئے ہیں۔ بعض قحط سالی کیوجہ سے آئے ہیں۔ بعض نوکری کی تلاش میں آئے۔ اور بعض بہت کم بطریق سیر آئے ہیں۔ اُنکی اپنی ملک کی عادات جو اُنمیں پہلے سے موجود تھیں۔ اُنکی کامیابی کا باعث ہوئیں۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت سی ہندو ریاستوں اور خود سلطنت مغلیہ نے اُنکی قدر کی۔ اعلیٰ عہدوں پر مامور ہوکر بہت اعزاز پایا۔ رفتہ رفتہ ایک مختصر قوم ان غریب الوطن کی ہندوستان میں قایم ہوگئی۔ جو اہل قلم شمار کی گئی۔ اور کئی پشت تک وہ سلطنت وقت میں ممتاز رہی۔ اُنکی خوش مزاجی اُنکی انشا پردازی اور کشمیری مدبری اور ذکاوت طبع اور بے تعصبی نے حکمران وقت کے دلمیں اُنکے لئے جگہہ پیدا کردی پنڈت **نندرام** نے سرحد ہندپر اپنا نام کا سکہ رایج کیا۔ دیوان **اجودھیا پرشاد** صاحب مہاراج رنجیت سنگھ کی فوجوں کی گاہے گاہے کمان کرتے رہے۔ راجہ **دینا ناتھ** صاحب نے پنجاب کی حکومت کی۔ کرنیل **بدری ناتھ** صاحب فوج سکھہ کے کرنیل رہے (وہی منزلت اُنکو انگریزی فوجمیں) حاصل رہی۔ علی ہذا ہندوستان کی کئی ریاستوں میں مدارالمہام رہے اور مغلیہ سلطنت کے ہر ایک صیغہ ملازمت میں فروغ پایا۔ **عالمگیر** جیسے متعصب بادشاہ کو کشمیری منشیوں کی ضرورت پڑی۔ نظم کے میدان میں بھی کمی نہ کی **نسیم** جیسے لازوال شاعر پیدا ہوئے۔ غرض خوب دن تھے اقبال

غلام تھا - ہزاروں اور لاکھوں روپیہ پیدا کئے - اور خرچ کئے - امیرانہ زندگیاں بسر کیں - اور بہت عرصہ تک وہ اپنی حالت میں خوش رہے - گو اُنہوں نے زمانہ کے ساتھ اپنی رفتار بدلی - اپنی عادات بدلیں - اپنی زبان بدلی - اپنا لباس بدلا - حتیٰ کہ عزاداری کی محفلوں میں مرثیئے تک پڑھے - مگر اپنی شخصیت نہ بدلی - یعنی غیر قوم میں شادی نہ کی - کشمیری رسومات کو نہ چھوڑا - اپنی زبان کشمیری بھی ٹوٹی پھوٹی قایم رکھی - بعض گو جاگیردار اور زمیندار اور صاحب مکانات بھی ہوئے جایدادیں پیدا کیں مستقل سکونت اختیار کی - مگر کشمیر سے قطع تعلق نہیں کیا - اکثر ولے کسی مقام پر مستقل سکونت اختیار نہیں کی - کشمیری ہی پروہت اور کشمیری ہی باورچی رکھے - اور کشمیری رسوم کو برابر نبھاتے رہے جس ملک میں آباد ہوئے اُسکی رسوم اپنی سابقہ رسوم پر ازاد کیں - مگر اپنی کشمیری رسمیں نہ چھوڑیں - بڑے بڑے انقلاب آئے اور گذر گئے - مگر کشمیری پنڈت وہی رہا - جواب ہے - کہیں مغل بچہ کی صورت - کہیں مرزا منش - کہیں پٹھان کی صورت - کہیں برہمن - کہیں سکھ اور کہیں لکھیاری اور منشی ہو نا رہا - مگر جب ٹٹولو تو وہی کشمیری معلوم ہوگا - مگر زمانہ حال کی تعلیم اور ضروریات بہت زبردست اثر رکھنے والی ہیں - دیکھئے کہانتک کشمیری اب کشمیری رہتا ہے -

زمانہ حال

انگریزی زمانہ میں کشمیری پنڈت پر بھی اُسی طرح اثر پڑا جیسا کہ دیگر اقوام ہند پر انگریزی تعلیم نے اُسکی خصلتوں کو قدرے تبدیل کیا - اور کئی عیوب اُس میں سے رفع ہوگئے اور کئی اور ایزاد ہوگئے - مگر نقل کی عادت طبیعت سے نہ گئی - بجائے عمامہ و دستار کے کوٹ و پتلون پہننے لگا - اور بجائے عربی منقولوں اور دہلی و لکھنؤ کے اُردوئے معلّٰی کے انگریزی بولنے لگ گیا - مگر اُنہیں نوکری کی قابلیت کے سوا اور کسی لیاقت نے محسوس ترقی ابتک نہیں کی - ریاستوں میں مثل سابق ابھی تک اُسکا قدم ہے گو بہ نسبت سابق اعزاز کم ہے - انگریزی زمانہ میں بھی اُس نے سوائے سپاہ گری کے اور ہر قسم کے صیغہ ملازمت میں اچھی ترقی کی اور جو عہدے

اعلےٰ سے اعلےٰ دیسیوں کے لئے گورنمنٹ نے ویسے منظور کئے حاصل کئے - ہائی کورٹ کلکتہ کی ججی تک کو دیسیوں کے لئے افتتاح کیا - مگر اب روز بروز زمانہ بدل رہا ہے - اور ہر روز نئی تکلیفیں اسکے لئے پیدا ہوتی جاتی ہیں - سابق اسکے ساتھ ہنود میں صرف کائستھ یا برہمن کی قوم ملازمت میں اسکی رقیب تھی - اور علاوہ اہل اسلام کی صرف انہیں دو اقوام سے اسکا مقابلہ رہتا تھا اور وہ مقابلہ بھی انھیں ممالک تک محدود رہتا تھا - جہاں کہ وہ رہتا ہو - کل ہند کی اقوام کے ساتھ اور کل ممالک ہند میں مقابلہ نکرنا پڑتا تھا - بوجہ محدود ہونے مقابلہ کے وہ عموماً اپنی ذکاوت سے کامیاب رہتا تھا اور معیشت کے سامان کی اسقدر دقت نہ تھی - اوائل زمانہ انگریزی میں زیادہ اعلیٰ تعلیم کی بھی ضرورت نہ تھی - اور بجائے کثرت متلاشیان روزگار کے گورنمنٹ کو پڑھے لکھے لوگوں کی سخت ضرورت رہتی تھی - کیونکہ تعلیم کئی وجوہ سے اسقدر عام نہ تھی - اور یہہ ہی وجہہ تھی کہ شروع عملداری انگریزی میں کشمیری پنڈتاں اچھے عہدہ دار تھے - اور مالدار تھے - آمدنی اسقدر کافی ہوتی تھی (گو سب اوقات وہ ناجائیز وسائل سے تھی) کہ ہر ایک قسم کی رسومات مذہبی مقامی وقومی وہ سہولیت سے انجام دیتے رہے - سوائے نوکری کے دیگر پیشہ میں اسکو داخل ہونے کی ضرورت نہ پڑتی تھی - اور بوجہ فراغت روزگار کے وہ اپنی قیود مذہبی کو برابر قائیم رکھتا رہا ہے - اندرانی احساس بھی اسقدر تھی کہ اسکو شاذ ہی کبھی زندگی بسر کرنے کے سامان تلاش کرنے میں دقت واقع ہوئی ہو - اب چند سال سے سرکار انگریزی نے ملازمت کے لئے سخت قیود مقرر کردی ہیں جس سے امید ہے کہ آئیندہ روز بروز اور بھی مشکلیں پڑیں گی -

حال کی تعلیم کی دقتیں

یہہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کیا کیا دقتیں اب نوکری کے بارہ میں پیدا ہوگئی ہیں - اور پھر بعد اسکے ہم یہہ ذکر کریں گے کہ اُن مشکلوں کا کسطرح مقابلہ کیا جاوے -

سب لوگ جانتے ہیں کہ تعلیم کا اب کیا حال ہے - موچی دھنی - جولاہے - زمیندار ہر قوم کے آدمی تعلیم میں مصروف ہیں - اور ملازمت کا احاطہ بھی کل ہندتک وسیع ہوگیا ہے - اور اب ہر ایک

قوم سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے - پہر اسپر یہہ حال ہے کہ سرکار انگریزی نے یہہ اصول ترک کر دیا ہے کہ
کسی ملازمت کے لئے بہترین شخص پسند کرے - خواہ وہ کسی ملک یا کسی فرقہ یا مذہب کا ہووے
اب ہماری گورنمنٹ کا یہہ شعار ہو رہا ہے - کہ سرکاری ملازمتیں قوموں کے لحاظ سے قریبًا بحصہ رسدی
تقسیم ہوجاتی ہیں - اور عمومًا نصف مسلمان اور نصف ہندؤں کو ملتی ہیں - اور سکھہ صاحبان کی حقوق
علاوہ رہے - گو سکھوں کو مدت تک ہندو کی قوم میں شمار کیا جاتا تہا - اب وہ بھی تیسرے حصہ
ملازمت کا پنجاب میں دعوے کرتے ہیں - اور گورنمنٹ بھی اس تقسیم کے تسلیم کرنے پر آمادہ
معلوم ہوتی ہے - یہہ ظاہر ہے کہ قوم کشمیری پنڈتاں علیحدہ اور خاص حقوق رکھنے کی کوئی وجہ نہیں
رکھتی ہے - اور جسقدر اسامیاں ہنود کے حصہ میں آوینگی اسمیں وہ بحصہ رسدی حصہ لینگی -

ملازمت کی تقسیم

اسپر اکتفا نہیں ہے - پہر یہہ ضرور ہے کہ امیدوار کم از کم مڈل پاس کیا ہووے - اور ۵ سے
زیادہ اسامی کے لئے وہ انٹرنس پاس کیا ہووے - اور نائب تحصیلداری لئے انٹرنس -
اور منصفی اور اکسٹرا اسسٹنٹی کے مقابلہ کے امتحان کو بی اے ہونا ضروری ہے - اور وکالت کیلئے بہی
بی اے کی شرط ہے - میڈیکل میں فرسٹ آرٹس اور انجنیرنگ میں فرسٹ آرٹس ضروری ہے -
اور ان پیشوں اور نوکریوں کی محکمہ کے ڈیپارٹمنٹل امتحان علاوہ ہیں - ازیں قبیل اکونٹنٹ وغیرہ کے
امتحانات علاوہ ہیں - خلاصہ یہہ ہے - کہ اب شاید ہے کوئی نوکری بغیر اعلی تعلیم کی سند کے ملسکتی
ہے - اسپر یہہ اور دقت ہے کہ مصارف تعلیم کسقدر بڑہ گئی ہیں - چہ جائیکہ پہلے ایک مکتب کی تعلیم
جسمیں برائے نام کچہہ خرچ ہوتا تھا - اور گلستاں بوستاں معمولی درسی کتابیں پڑہکر منشی ہوجایا
کرتے تھے - اب درس کا یہہ عالم ہے کہ کچہہ ٹہکانا ہی نہیں - چہوٹے چہوٹے بچوں کو اپنی طاقت سے
زیادہ مضامین پڑہنے پڑتے ہیں - اور اسقدر جور انپر ہوتا ہے کہ کہیلنا کودنا درکنار انکو دن رات میں
کہانا کہانے کا بہی وقت نہیں ملتا -

اعلی تعلیم کی ضرورت

فیس درس بہی روز بروز بڑہتی جاتی ہے - خواہ غریب خواہ امیر سب پر بچوں کی تعلیم کا بڑا بہاری بوجہہ
پڑ رہا ہے - اور مدرسوں کی تعلیم کا یہہ حال ہو رہا ہے - کہ چہہ گہنٹہ کی صرف حاضرباشی ہے معلم مدرسوں میں

کچھ تعلیم نہیں دیتے۔ صرف گھر پر سبق یاد کرنے کی ہدایت چھہ گھنٹے میں ختم کرکے گذشتہ روز کا کام کیا ہوا
جو طالب علم نے گھر پر کیا تھا۔ ملاحظہ کرکے اپنے فرائض منصبی کو ختم سمجھتے ہیں۔ اُسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے۔
کہ ہر ایک شخص کو ایک معلم گھر پر علیحدہ خرچ سے علاوہ رکھنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازین یہہ امر بھی قابل غور ہے
کہ جس قوم میں ہمیشہ سے پڑھنے لکھنے کے پر گذارہ رہا ہے۔ اُسکے دماغ بھی تھکے ہوئے ہوتے ہیں
اور گو اُنمیں موروثی قابلیت موجود ہو۔ بہ نسبت ان قوموں کے جنہوں نے اب تعلیم شروع کی ہے
پرانی اہل قلم قوم بہت کم ترقی کرتی ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کشمیری پنڈت پرانے زمانہ میں سوائے
اہلکاری کے دیگر طریق معاش کی نہ تو ضرورت رکھتے تھے اور نہ قابلیت رکھتے تھے۔ زراعت کو دوکانداری کو
حرفت اور صنعت کو ذلیل سمجھتے تھے۔ اور سپہ گری تو اُنکی طبیعت کے ناموافق تھی۔ زمانہ حال میں
نوکری کی قلت اسقدر ہو گئی ہے۔ کہ اب ہمکو اپنا احاطہ معاش وسیع کرنا پڑیگا۔ مگر ہماری لئے بے شمار
رکاوٹیں ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ دیگر اقوام کو نسبتًا کہانتک سہولتیں ہیں۔

بورڈنگ ہوس کی ضرورت

دیگر امور کو چھوڑ کر ہم خاص طور پر طلبا بورڈنگ کا ذکر کریں گے۔ ہمارے قومی رسالوں میں آج کل
زور دیا گیا ہے۔ کہ ایک بورڈنگ ہوس کشمیری طلبا کے لئے کسی کالج کے مقام پر قایم ہونا ضروری ہے
اور ظاہر ہے کہ اسکی ضرورت اسی لئے ہوئی ہے کہ بغیر کالج کے پڑہائی کی تعلیم میسّر نہیں آسکتی۔ دیگر اقوام
کو یہہ آسانی حاصل ہے۔ کہ اور سب ہندؤں کے لڑکے یکجا خوراک کہا سکتے اور یکجا رہ سکتے ہیں۔
اور مسلمانوں کو تو مطلق کوئی دقت ہی نہیں ہے۔ کشمیری پنڈت کسی بورڈنگ میں داخل ہونیکے
قابل اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ کسی دیگر قوم کے (خواہ وہ برہمن اور اعلی برہمن ہے کیوں نہو)
ہاتھ کا پکا ہوا کہانا کہانے سے ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اقوام کو اپنے لڑکوں کو ولائت بھیجنے میں
کس قدر آسانی ہے۔ اور ہماری قوم کو کس قدر دقّت ہے۔ ایک کشمیری پنڈت ولائت گیا تھا۔
اُسکے واپس آنے پر برادری میں دو فریق ہو گئے۔ ایک دوسرے سے خورد و نوش بند ہو گیا جسکے
معنے یہہ ہیں کہ کوئی اور صاحب اپنے لڑکوں کو ولائت کی تعلیم کے لئے بھیجنے کی مبادرت نکرے۔
حالانکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ ولائت کی تعلیم کے بغیر کوئی شخص ہندوستان میں پڑھ کر بیرسٹر نہیں ہو سکتا سول سروس

نہیں ہوسکتا۔ سول سرجن یا فوجی سرجن نہیں ہوسکتا ہے۔ اور نہ انجینرنگ یا جنگلات یا زراعت کے محکمہ میں کوئی اعلیٰ عہدہ پاسکتا ہے

زمانہ حال کے صرف

حال کی طرز معاشرت کے طریقوں نے بھی اخراجات ہر ایک شخص کے بڑھا دیے ہیں۔ ضروریات مثل غلہ واجناس خوردنی وغیرہ کی قیمت بہ نسبت سابق بہت بڑھ گئی ہے۔ اور گوناگوں قسم کے اخراجات جو لابدی ہو گئے ہیں اسقدر بڑھ گئی ہیں کہ معمولی اخراجات کے بعد اپنی آمدنی میں سے پس انداز کرنا دشوار ہو گیا ہے خصوصاً جبکہ ناجائز آمدنی جیسے پرانے زمانہ کے لوگ بالائی کہتے تھے نہیں رہی نہ پرانے زمانہ کے آدمیوں کو نئے زمانہ کے اخراجات اُٹھانے پڑتے تھے۔ مثلاً عام چندے جو فلاح عام کے معاملات کے لیے دیے جاتے ہیں۔ رسالے اور اخبارات کی قیمت لباس کے اخراجات اور سامان خانہ داری کے آرائشی اخراجات سیر و سیاحت کے اخراجات۔ بگھی گھوڑوں کے اخراجات۔ اور ڈاکٹروں کی فیسیں اور ادویہ کی قیمت وغیرہ وغیرہ۔ انگریزی طبی علاج کے اخراجات تو روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں۔ کیونکہ جسمانی طاقتیں کم ہوتی جاتی ہیں۔ اور ہندوستان کا موسم وبائی امراض سے کسی سال ہی خالی نہیں جاتا کوئی موسم ہو خواہ بہار ہو خواہ سرما ہو یا گرما ہو یا برسات ہو کوئی نہ کوئی وبائی مرض ہندوستان کے اکثر حصوں میں پھیلا ہی رہتا ہے۔

غرض حال کے زمانہ نے اخراجات کی کثرت اسقدر کر دی ہے کہ جسقدر کسی صاحب کی آمدنی ہے وہ معمولی اخراجات میں صرف ہو جاتی ہے۔ البتہ وہ لوگ قدرے پس انداز کر سکتے ہیں جنکی آمدنی انکی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ ایسے بہت کم ہیں جو جائز آمدنی سے بچا کر متمول بن سکیں۔ آجکل اگر کوئی کشمیری پنڈت صاحب ثروت ملینگے تو وہ ملینگے جو کمال درجہ کے کنجوس اور بخیل ہونگے۔ جو بے غیرتی سے جمع کرتے ہونگے۔ یا کسی زمانہ میں کسی ریاست میں رہ چکے ہونگے۔ یا ابھی اچھے عہدہ پر کسی ریاست میں مامور ہیں۔ انگریزی نوکری کرنیوالے صاحب ثروت ہونیکا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ جب ہمنے یہہ دیکھ لیا کہ ملازمت جسپر ہماری قوم کا دارمدار رہا ہے کیسی مشکل سے مل سکتی ہے۔ اور علاوہ برآں جب ہمنے یہہ سمجھ لیا کہ انگریزی جو ہماری لیاقتیں تھیں وہ صرف ملازمت ہی کی قابلیت پیدا کرنے کے

لائق نہیں - اور جب ہم نے بخوبی غور کیا - کہ ہمارے پرانے قسم کی لیاقتیں اب کچھ وقعت اور قدر نہیں
رکھتیں - تو سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس عظمت کے قایم رکھنی کے لئے جو کسی زمانہ میں اس قوم کو
حاصل ہو چکی ہے اور اب بھی کچھ چنداں کم نہیں ہے ہمکو کیا کرنا چاہئے - اور کن کن امور میں تغیر
تبدل کرنے کی ضرورت ہے - اور کون کونسی عادت و رسوم بالفعل قایم رکھنی چاہئے - اور
کن کن رواجوں کو بتدریج چھوڑنا چاہئے - بعض صاحبان کا یہہ قاعدہ ہوا کرتا ہے کہ ہمیشہ تصویر کا
زبون پہلو ہی دکھلاتے ہیں اور اُسکے چمکیلے حصہ کا ذکر نہیں کرتے - کیونکہ اپنے ذہن میں وہ
یہہ سمجھا کرتے ہیں کہ قوم کے ادبار کو مبالغہ کرکے فصاحت سے دکھلانے سے اُنہیں ترقی کا جوش
زیادہ پیدا ہوتا ہے - مگر ہم اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہیں - ہماری دانست میں فصاحت کلام اور
بلاغت گفتگو اور مبالغہ کا اثر ہمیشہ عارضی ہوتا ہے - اگر وہ سچ نہیں ہے تو بہت ہی تھوڑے عرصہ
میں مفقود ہو جاتا ہے - صرف سچے واقعات ہی صحیح اور مستقل اثر ڈال سکتے ہیں - اس لئے ہمکو یہہ
کہنا ضروری ہوا کہ اسوقت جبکہ یہہ سطور لکھی جاتی ہیں ہماری قوم ادبار کی حالت میں ہرگز نہیں ہے
(ل موجودہ ت) حاسدوں کی آنکھوں میں خار اور چشم بد سے دور ہو ہماری قوم باوجود ہر ایک مشکل کے اب تک اپنا پلہ ہندوستان
کی کامیاب سے کامیاب قوم کے ساتھ برابر رکھتی ہے - اسوقت بھی گو زمانہ بدل رہا ہے - اور
ریاستوں میں ہماری قوم کے لوگ بہت اعلیٰ عہدوں پر مامور نہیں - تاہم انگریزی سلطنت میں وہ اچھے
اچھے عہدوں پر سرفراز رہے ہیں - اور اب تک ریاستوں میں بھی اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہیں -
اور یہہ مطلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دیگر قوم ہند سے کسی طرح بھی گرے ہوئے ہیں - اسوقت بیرسٹر
وکیل - اکسٹرا اسسٹنٹ - ڈسٹرکٹ جج - اور ایگزیکٹو انجنیر - اسسٹنٹ کمشنر - ڈاکٹر - اکونٹنٹ - منصف - ڈپٹی کلکٹر
تحصیلدار اور سپرنٹنڈنٹ - کلارک - مثل خواں - منشی - جاگیردار - اڈیٹر و مالک اخبارات بلحاظ شمار
قوم کے ایسی کافی تعداد میں موجود ہیں کہ ہر ایک قوم کو انکی ہستی کا فخر ہونا چاہئے - اردو لٹریچر میں بھی
حال کے کشمیریوں میں ایک کشمیری صاحب پنڈت رتن ناتھ در اپنا ثانی نہیں رکھتے - جنہوں نے
اُردو کی زبان میں ناول نویسی کی انگریزی طرز داخل کرکے اُردو کو محاورات اور معلومات سے مالا مال کر دیا ہے

لیکن اسی پر نازاں ہو کر آئندہ مشکلات سے غافل نہونا چاہئے - بلکہ ہمارا فرض یہہ ہونا چاہئے کہ
موجودہ عزت و فضیلت کو نہ صرف ہاتھ سے دیں - بلکہ اس سے زیادہ ترقی کی کوشش کریں - یہہ امر
محتاج دلایل نہیں کہ اگر ہم اپنی رفتار کو زمانہ کی رفتار کے مطابق نکریں گے - تو نتیجہ یہہ ہوگا - کہ ہم
پیچھے رہ جائینگے اور ترقی کر سکیں موجودہ عزت کو بھی گنوا دینگے - اس لیے اب ہمکو یہہ دیکھنا چاہئے کہ ہمکو
کیا کرنا چاہئے - اور کس کس بارہ میں سعی کی ضرورت ہے - ہم پہلے لکھہ چکے ہیں کہ زمانہ حال میں
کیا کیا مشکلیں اور زیادہ ہوگئی ہیں جو کشمیری پنڈت کے درپیش ہیں اور آئندہ اور زور سے آنیوالی
ہیں - اُن مشکلات کے سامنا کرنے کے لئے بعض ایسے امور سدِّ راہ
ہیں کہ وہ جلد رفع نہیں ہو سکتے اور بعض غالباً کبھی بھی رفع
نہوویں - مگر بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ہمارے
اختیار میں ہیں اگر ہم چاہیں تو ان امور
میں اصلاح کر سکتے
ہیں -

باب پنجم

دربارہ وسعت معاش

وسعت معاش

یہہ امر سب پر روشن ہے کہ افلاس اور گناہ اکثر توام ہیں۔ جہاں گناہ ہوتا ہے وہاں افلاس آجاتا ہے جہاں افلاس ہوتا ہے وہاں گناہ آجاتا ہے۔ اسی لیئے مفلس قومیں زیادہ گنہگار ہوتی ہیں۔ پس جائیز وسایل سے ہمکو دولت پیدا کرنی چاہیئے۔ دولتمندی ہر ایک قوم کے عروج کا باعث ہوتا ہے ہمکو مناسب ہے کہ ہم اپنی تعلیم کی روکاوٹیں رفع کریں۔ اپنی معاش کے طریقے بڑہاویں۔ فضول اور غیر ضروری رسومات کے خرچ کم کریں۔ اور اپنی غیر مہذب رسوم کو ترک کریں۔

ان سب امور پر ہم درجہ وار بحث کرینگے۔ ہماری یہہ کوشش ہونی چاہیے کہ جن ذریعوں نے قوموں کو عروج پر پہونچایا ہے وہ استعمال کریں۔ چنانچہ اس کی مثالیں یہہ ہیں۔ کہ ہر ایک صیغہ میں جہاں معاش مل سکے کوشش کریں۔ اور اپنے محدود خیالات کو وسعت دیں۔ جن جن کاموں کو ہمنے غلط فہمی یا عدم ضرورت سے رزیل سمجہا تہا۔ اُنہیں شامل ہوں۔ اور جن کاموں یا پیشوں میں داخل ہونیکی ہمکو ضرورت نہ تہی۔ یا کبہی ہمنے اسطرف توجہ نہ تھی اُنہیں مثل دیگر اقوام ہند کے شامل ہوں۔ مثلاً بیوپار۔ دوکانداری۔ حرفت۔ صنعت۔ زمینداری۔ سپہ گری۔ ان میں سے کسی میں کشمیری پنڈتوں نے فروغ نہ پایا تہا۔ اب ہمکو مناسب ہے کہ صرف سرکاری ہی نوکری کے متلاشی نہ ہیں۔ بلکہ اور پیشوں میں داخل ہونیکی کوشش کریں۔

کوئی کام فی الواقعہ رزیل نہیں ہے جسمیں دیانت داری و محنت اور آبرو سے روزی پیدا ہوسکے اور خصوصًا ایسے کام جن کو دنیا کی اور مہذب قومیں معیوب یا قابل نفرت نہ سمجہتی ہوں۔ اگرچہ کے چند کشمیری بہائیوں نے چمڑے کا کارخانہ جاری کیا۔ کسقدر احباب قوم اُنکو بُری نظر سے دیکہنے لگے تھے اور اب تک بُرا سمجہتے ہیں۔ ایسا خیال ہرگز درست نہیں ہے۔ کسی کارخانہ چمڑہ کے جاری کرنے میں

کوئی امر معیوب نہیں ہے - اور ایسے کام کے کرنے میں ہرگز کسی شخص کو اعتراض یا نفرت نہونی چاہیے جسمیں کسی دوسرے کی غلامی نہیں ہے - محنت اور دیانت داری سے روزی پیدا ہوتی ہے -

ڈاکٹری بعض اصحاب نے ڈاکٹری کو پیشہ کو اس وجہ سے بُرا سمجھا ہے کہ اُسمیں مُردوں کو چھونا پڑتا ہے مگر یہہ انکی غلط فہمی ہے - ڈاکٹری کوئی رزیل کام نہیں ہے ہمیشہ سے دنیا کی بڑی بڑی شریف قومیں اس کام کو کرتی رہی ہیں - بلکہ حکمت اور طبابت کو ہمیشہ فخر حاصل رہا ہے - کیونکہ اِس پیشہ میں عام خلائق کی بہبودی اور اپنا معاش دونوں خوش اسلوبی سے شامل ہیں - اور علی ہذا

دوکانداری دوکانداری اور بیوپار کو کسی معقول پسند قوم نے کبھی معیوب نہیں سمجھا ہے - اِسکے کرنے میں کسی شخص کو کوئی وجہ طعن کرنے کی نہیں ہوسکتی - اگر کوئی طعن کرے تو ہماری دانست میں بالکل بیجا ہے - افسوس ہے کہ جہانتک ہمکو علم ہے ہماری قوم میں سے صرف ابتک ایک اسٹنٹ سرجن اور ایک ہاسپیٹل اسٹنٹ نکلا ہے - اور دوکاندار ایک بھی نہیں ہوا ہے -

صنعت حرفت صنعت حرفت آج کل کے زمانہ میں اسقدر شریف کام سمجھے جاتے ہیں کہ شاہی خاندانوں میں نجاری مصوّری وغیرہ سکھائی جاتی ہیں اور تعلیم کا ایک گونہ حصّہ سمجھے جاتے ہیں -

زمینداری زمینداری یعنی اپنے ہاتھ سے کاشت کرنا دنیا کی کسی قوم نے آجتک معیوب نہیں سمجھا ہے - اور کوئی ظاہرًا وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں ہماری قوم کے مضبوط آدمی جو علمی اور دماغی کام کو پسند نہیں کرتے - یا اُسکی قابلیت نہیں رکھتے بجائے باورچی بننے اور بھیک مانگنے کے زمینداری کا معزز کام اختیار نکریں - بڑے تعجب کی بات ہے کہ جتنے کشمیری اس ملک میں اپنا وطن چھوڑ کر آئے اُنمیں سے ایک بھی ابتک کاشتکار نہیں بنا - حالانکہ اُنہیں سے لکھاری یعنی نقلنویس بنتے رہے جو تقریبًا اُس سے کم کماتے رہے - جو ایک کاشتکار کماتا ہے - مگر کاشتکار اور زراعت پیشہ بننے سے اُنکو عار رہا - رسوئی داری قبول کرتے رہے - اور کئی اور رزیل کام کرتے رہے - زراعت کا کام ہرگز اُنکو پسند نہ آیا - اگر کوئی ہم سے پوچھے تو زراعت سے زیادہ کوئی شریف کام نہیں ہوسکتا -

اس موقعہ پر ہمکو ایک جمشید جی پارسی کا ایک سالانہ جنتری پر ایک نقشہ تصویر یاد آتا ہے۔ جہاں چند تصاویر درج ہیں۔ پیشانی پر ملکہ معظمہ کی تصویر ہے۔ اُسکے نیچے لکھا ہے کہ میں سب پر حکمرانی کرتی ہوں۔ اُنکے نیچے چند اور تصاویر ہیں اُنمیں سے ایک پادری کی تصویر ہے جسکے نیچے لکھا ہے۔ کہ میں سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ پھر ایک بیرسٹر کی تصویر کے نیچے لکھا ہے کہ میں سب کیلئے جھگڑتا ہوں۔ اور سپاہی کی تصویر کے نیچے لکھا ہے کہ میں سب کے لئے لڑتا ہوں۔ اور ان سب تصویروں کے نیچے ایک کھیت کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اور اُسمیں ایک کسان کی تصویر بحالت قلبہ رانی بنائی گئی ہے۔ اُسکے نیچے لکھا ہے۔ کہ میں ہی ہر ایک کے لئے محنت کرتا ہوں جسکا مدعا یہہ ہی رکھا گیا ہے۔ کہ کسان کی محنت پر ہر ایک اہل حرفہ و پیشہ سب جیتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہمارے وہ کشمیری بھائی جو تعلیم کو پسند نکریں اور جو قلم اور زبان سے روزی پیدا نکر سکیں وہ کیوں زراعت کا کام نکریں۔ ایک مورّخ کا قول ہے کہ کسان ہر ایک ملک کے پیٹھ بون ہیں یعنی وہ پشت کی ہڈی ہے جس سے سارا جسم قایم ہے۔ ہمارے خواندہ کشمیری بھائیوں کے لئے زراعت یعنی ہل چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم اُن تازہ وارد صاحبوں کی خدمت میں بہ ضرور التماس کرتے ہیں جو ناخواندے ہیں۔ اور جنکو تنگی معاش نے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ دوسیدا یا گداگری کرنے یا جا بجا آوارہ پھرنے کے بجاے مواضعات میں مزارعہ اراضی بنیں۔ مزارعہ سے شروع ہو کر ہم امید کرتے ہیں کہ وہ آہستہ آہستہ صاحب زمین ہو جاوینگے۔

سائینس

سائینس کی واقفیت بھی آجکل بہت سے نئے طریق معاش کی قابلیت پیدا کرتی ہے۔ جس سے ابتک ہماری قوم بالکل ناواقف رہی ہے۔ محکمہ تعمیرات میں انجنیروں کی ضرورت ہے۔ کل کلوں کے کارخانجات کے واسطے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو علوم جر ثقیل سے واقف ہوں۔ اس صیغہ میں بھی ہم تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ بمبئی میں ایک مدرسہ موجود ہے جسمیں کلوں کے چلانے کی خاص تعلیم دیجاتی ہے اُسی مدرسہ سے کل انجن ڈرائیور اور میکنکل انجنیر بھرتی کئے جاتے ہیں۔ رڑکی میں ایک کالج ہے۔ جہاںکی تعلیم یافتہ محکمہ تعمیرات اور محکمہ نہر میں اسسٹنٹ انجنیر بنتے ہیں۔ سواے ایک کے ابتک کوئی کشمیری

انجنیر نہیں ہوا ہے - حالانکہ آجکل انجنیروں کی بڑی قدر ہے - اور تنخواہیں معقول ہیں - ہم کو بھی اسطرف توجہ کرنی چاہئے -

سپہگیری

سپہگری کے صیغہ میں گو ہمارا موجودہ میلان طبع اسطرف نہو - اور بہت عرصہ سے کشمیری برہمنان کے حالات ایسے رہے کہ فن سپہگری اُنکی مزاج کے موافق نہ تھا - مگر کوئی روک قدرتی موجود نہیں ہے - کہ سپہگری قطعاً ممنوع ہو - ہماری قوم کے قُویٰ ایسے کمزور نہیں کہ وہ جنگی کام کے مطلق ناقابل ہوں - گو وہ بُزدل مشہور ہیں - اور خوشی سے خطرناک کام کو پسند نہیں کرتے مگر کچھ عرصہ کے بعد باضابطہ جنگی تعلیم سے وہ سپاہی ہو سکتے ہیں - اسمیں شک نہیں ہے - کہ اہل قلم بہت عرصہ کے بعد سپہگری کے لائق ہونگے - مگر اس سلسلہ ملازمت سے بیطرف رہنا درست نہیں ہے - ہمکو کوشش کرنی چاہئے - کہ یہہ دھبہ جو ہماری قوم پر مدّت سے چلا آتا ہے مٹا دیں - اور یہہ جب ہی ہو سکتا ہے - کہ ہم اپنی جان کو اسقدر عزیز نہ سمجھیں کہ جیسے ابتک سمجھتے رہے ہیں - شاید ایک پشت تک پورے بہادر نہ بنیں - مگر کوئی ایسی رُکاوٹیں موجود نہیں جنکو ہم رفع نہیں کر سکتے - جہاں چند موقعوں پر ہماری قوم کے کسی آدمی کو ایسا موقعہ ملا ہے کہ وہ سپہگری کا کام کرے - وہاں اُس نے تعریف کے ساتھ کیا ہے - جس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے - کہ کوئی قدرتی ناقابلیت نہیں ہے - صرف حالات و مشاغل نے ایسی ناقابلیت پیدا کر دی ہے - اس کام میں پڑنے سے تجربہ خود ہی سکھا دیگا - کہ ہم بھی سپاہی ہو سکتے ہیں - جب بنگالی لڑکے گھوڑے پر چڑھنے لگے - اور گھوڑے تو درکنار غبارہ پر چڑھ کر آسمان کے سیر کرنے لگے تو ہم تو لا کلام اُنسے زیادہ حوصلہ رکھتے ہیں - جسمانی طاقت میں اُنسے زیادہ طاقتور ہیں - پھر ہم کیوں سپاہی کا کام نہ کر سکیں گے -

✣

باب ششم

اور ہندو قوموں سے کہانے پینے کا پرہیز

اور

ترقی کی رکاوٹیں

ان سب مزید طریقوں کے لئے جن سے معاش پیدا ہوسکتی ہے۔ ہمارے لیئے ایک بڑی بہاری سد راہ ہے۔ وہ یہہ ہے۔ کہ ہم اپنی قوم کے باورچیوں کے سوائے کسی کے ہاتھ کا کہانا کہانا معیوب سمجھتے ہیں۔ ہر ایک رسم پرانی ہوتے ہوتے فطرت کی منزلت حاصل کر لیتی ہے۔ یہہ ہی حال اس رسم کا ہوگیا ہے۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا پوجا پاٹ کرنے والا کشمیری جو اپنے دہرم پر پورا پورا قایم ہو غور سے یہہ سوچیگا۔ کہ اُسمیں دیگر برہمناں اور دیگر اقوام ہنود سے کیا زیادہ فضیلت ہی تو اُسکو معلوم ہوجاویگا۔ کہ وہ کسی ہندو قوم سے زیادہ پاک ہونیکا دعوے نہیں کرسکتا۔ کشمیر کے ملک میں ابھی تھوڑے سے سال ہوئی کہ یہہ رواج تہا۔ کہ پنڈت لوگ اپنے گھر کا پکا ہوا کہانا ایک مسلمان نوکر کے سر پر رکھکر اپنے عزیزوں کے ہاں بھیجا کرتے تھے۔ پانی ہندؤں کے یہاں مسلمان بہرتے تھے۔ اور شاید ابتک وہاں غریبوں کے یہاں یہی رواج جاری ہے۔ مسلمانوں سے اسقدر ارتباط تہا کہ اُنکو اپنے بہائیوں میں سے سمجھتے تھے۔ گو اُنکا مذہب جدا اور ملت بالکل مخالف تھی۔ لیکن آپس کا میل جول برابر قایم رہا تہا اور ابتک ہی۔ اب ہندو راجہ کے ہونے سے چہوت چہات زیادہ ہوگئی ہے تاہم غالبًا اسقدر اب بہی رواج ہے کہ کشمیری پنڈت بعض پہاڑی برہمنوں کا پکا ہوا کہانے میں عذر نہیں کرتے اور کشمیر کے دیگر ہنود کے ساتھ ایک صف میں بے تکلف کہانا کہاتے ہیں۔ وہی کشمیری جب اس ملک میں آجاتے ہیں۔ تو وہ کشمیری جو اُنسے پہلے آئے ہوئے ہیں چہوت چہات اُنکے دماغ میں داخل کردیتے ہیں۔ جو اُنہوں نے ہندوستان کے برہمنوں اور توہمات کی بہری ہوئی اور ہندو قوموں سے حاصل کیں ہیں۔

دہلی میں بھی جہاں اسقدر چھوت چھات کا بڑا زور رہا ہے۔ کسی زمانہ میں جسکو چالیس سال نہیں گذرے ہماری قوم کے لوگ مسلمان ماشکیوں کا پانی بھرا ہوا برابر پیتے تھے۔

ہماری عقل میں ابتک نہیں آیا کہ کیوں کشمیری قوم دیگر برہمنوں سے اپنے آپ کو اعلیٰ تر سمجھتی ہے کشمیری پنڈت سنسکرت کے علم سے تقریبًا بے بہرہ۔ جب بولتے ہیں اُردوئے معلّیٰ ہی میں گفتگو کرتے ہیں۔ فارسی عربی کے فقرات بات بات پر استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ زیادہ ارتباط رکھتے ہیں۔ اور اُنکی طرز معاشرت اور عادات اختیار کرلئے ہیں۔ اُنکے کھانے سب نقل کرلئے ہیں۔ قورمہ۔ روغن جوش۔ ماہی کباب۔ شامی کباب۔ دوپیازہ پلاؤ۔ کوفتہ کھاتے ہیں۔ بغیر لحم کے لقمہ حلق سے نہیں اُترتا۔ مچھلی اس شوق سے کھاتے ہیں۔ کہ کوئی قوم کھاتی ہوگی۔ پرند کوئی باقی نہ چھوڑے۔ ہوا کے اُڑنیوالوں میں سے بقول ایک ظریف کے پتنگ چھوڑتے ہیں۔ جنگل کے چارپایہ جانوروں میں سے چارپائی چھوڑتے ہیں۔ دریائی جانوروں میں کشتی کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ ورنہ کوئی جانور (سوائے ممنوع) کی کھانیسے باقی نہیں چھوڑتے۔ ان سب چیزوں کو اور ہندو سب مکروہ سمجھتے ہیں۔ بعض حرام سمجھتے ہیں۔ اسپر یہہ طرّہ کہ ہم کشمیری ہیں۔ ہم کسی برہمن کے ہاتھ کا پکا ہوا نہ کھائینگے۔ گوڑ برہمن یا سارسُت برہمن خواہ وہ ہندوستانی ہوں خواہ پنجابی۔ خواہ میدان کے رہنے والے۔ خواہ پہاڑی۔ ہر ایک کشمیری باورچی سے زیادہ مصفا نیک چلن محتاط زیادہ وفادار زیادہ تابعدار ہوتے ہیں۔ اگر کشمیری باورچی میں فضیلت ہے تو یہہ ہے۔ کہ اُس نے ایرانی باورچیوں سے جو مسلمان بادشاہوں کے وقت میں ملازم ہوتے تھے۔ خوش پزی کا سبق اور برہمنوں سے بہتر حاصل کیا ہے۔ چنانچہ کھانوں کے ناموں سے یہہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ ورنہ اُنمیں کوئی بھی اور تعریف نہیں ہے۔ پھر اور برہمنوں سے اسقدر پرہیز کرنیکی وجہہ کیا ہے بقول ایک کشمیری بھائی کے وہ اُس زمین کے باشندے ہیں جسکو کشمیر کہتے ہیں۔!!

ہمنے مانا کہ عرفی کا یہہ شعر آب وہوا کے لحاظ سے صحیح ہو ؎ ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید۔ گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید۔ مگر کشمیر کی پاکیزگی کا یہہ عالم ہے کہ حال میں دریافت ہوا ہے کہ ۴۰ سال سے ہر ایک قسم کی عفونت ہر ایک گلی میں ہر ایک گھر کے سامنے اور ہر ایک گھر میں

مدفون ہے۔ اور حفظانِ صحت کے افسروں کو سخت مشکل شہر کی صفائی کے انتظام میں درپیش ہے۔ ڈاکٹر مالیجر اصاحب جو کشمیر میں اسوقت ڈاکٹر ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اُس نے دنیا کی قوموں میں سے حالانکہ اُس نے یورپ اور امریکہ اور ایشیاء کی بہت سیر کی ہے کوئی اور قوم کشمیریوں جیسی غلیظ نہیں دیکھی جسکے دماغ میں کبھی پاکیزگی یا صفائی کا خیال تک نہیں آیا۔ اِس پر کیفیت یہہ ہے۔ کہ ہم لوگوں میں کوئی بھی کما حقہ اپنے اصول مذہبی سے بھی واقف نہیں ہے اور محض نام کے لئے پنڈت کہلاتے ہیں۔ عربی کا کافیہ یاد ہوگا۔ شرح ملّا حفظ ہوگی۔ مگر سنسکرت کا تو ذکر کیا ہے۔ دیوناگری اور بھاشا سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اسپر بھی پنڈت جی مہاراج! باوجود ان سب باتوں کے یہہ انانیت اور یہہ نخوت دماغ سے نہیں جاتی۔ کہ ہم سب ہندوؤں سے اعلیٰ نژاد ور گویا آسمان سے اُترے ہیں۔ خواہ سورج مغرب سے طلوع کیوں نہو۔ ہم ہی جیسی بھنگی اور غلیظ باورچی رکھیں گے جو کشمیری کہلاتے ہیں۔ جو ملازم ہونے کے بجائے ہمپر حکومت کرتے ہیں۔ اگر کوئی غور سے دیکھے تو معلوم ہوگا۔ کہ یہہ صرف ہٹ دہرمی ہے۔ ورنہ جو کشمیری باورچی کشمیر سے آتے ہیں۔ وہ اصلاً پکانا نہیں جانتے۔ وہ ہماری مستورات سے کھانا پکانا سیکھتے ہیں۔ اور ہماری مستورات نے اُن کشمیری باورچیوں سے کھانا پکانا سیکھا ہے جو ہندوستان میں نوابی اور شاہی کے زمانہ میں مسلمان باورچیوں سے سبق لیتے تھے۔ اور اُنکی نقل کرتے تھے نقل کرنے میں بھی اُنہوں نے حالانکہ مجمع لکانیکے مرکبات اور اقسام اور مصالحے سیکھے۔ مگر مرغ اور پیاز کا استعمال نکیا۔ کیونکہ کشمیر میں اور نیز ہندوں کی اور اعلیٰ قوموں میں جو ہندوستان میں رہتے ہیں۔ مرغ اور پیاز کا استعمال معیوب تہا۔ یہہ عجب منطق ہے کہ گوشت کہائے مرغ اور پیاز کو ممنوع سمجھئے۔ اگر غور سے دیکھئے تو پیاز کیا چیز ہے جس کے استعمال سے اسقدر خائف ہو رہے ہیں۔ معمولی مرغ کے استعمال سے اسقدر ڈرتے ہیں کہ اگر کسی صاحب کو اُسکا کہانا منظور ہوتا ہے تو اُسکو مذبوح حالت میں اپنے باورچیوں کے سپرد کرتے ہیں اُنکو مرغابی یا کسی اور پرند کا دہوکہ دیتے ہیں۔ اور یہہ منہہ سے نکالنے کا حوصلہ نہیں رکھتے ہیں کہ یہہ معمولی مرغ ہے۔ حالانکہ مرغ جنگلی کشمیر میں ابتک کہاتے ہیں۔ صرف خانہ پرورده مرغ ممنوع ہے

اور قوم چھوت

ہمنے چھوت چھات کا ذکر اس لئے کیا ہے - کہ اب حالات زمانہ ایسے ہوتے جاتے ہیں کہ ہمکو اب
وہ خیال کہ ہم آسمان سے اُترے ہیں - اور کل برہمنان سے اعلیٰ تر ہیں چھوڑنا چاہئے - زمانہ کی رفتار
یہہ ہو رہی ہے کہ کہانا پینا جزو مذہب نہیں سمجہا جاتا - وہ مسلمان جو انگریز دنکی صورت سے بیزار
تھے اُنکا پکا ہوا کہانا تو درکنار رہا اب اُنکی ہمراہ ایک میز پر کہانا کہاتے ہیں - وہ بنگال اور مدراس
اور بمبئی کے ہندو جو انگریز کے ساتھ ہاتھ ملا کر اشنان کرتے تھے - اب اُنکی میز و نپر کہانا کہانا فخر
سمجہتے ہیں - اور وہ پنجابی ہندو جنکے یہاں مسلمان کے ساتھ ایک فرش پر پانی پینا ممنوع تہا - اپنے
عیسائیوں کے یہاں چائے اور شیرینی بے تکلف نوش فرماتے ہیں - اُن لوگوں کے لڑکے جو برہمن
اور بنئے اور جین قوم ہیں جنکے یہاں لحم کا استعمال کرنا مذہب سے خارج کر دیتا تہا - اب ولائیت میں
جا کر کوئی پرہیز نہیں کرتے اور بلا پراسچت اپنی قوم میں نہ صرف داخل ہی ہو جاتے ہیں بلکہ فخر قوم
سمجھے جاتے ہیں -

پنڈت بشن نرائن در

برعکس اسکے ہماری قوم کے ایک صاحب پنڈت بشن نرائن در لکھنوی ولائیت گئے تھے - بعد
امتحان بیرسٹری اُنکے واپس آنے پر سقدر فساد برپا ہو گیا - کہ جسکا انتہا نہیں ہے - برادری کے
دو فرقے ہو گئے نسبتیں اور شادیاں کٹ گئیں - باہم خورد و نوش مسدود ہو گئی - نہ بنارس کا پراسچت
مانا گیا نہ کشمیری پنڈت کا پراسچت مانا گیا نہ کسی جگہ کے ودوستہا یعنی فتوے مانے گئے -

بشن سبھا دہرم سبھا

نتیجہ یہہ ہوا کہ اب ایک فرقے نے خود ہی اپنا نام دہرم سبہا رکھہ لیا - اور دوسرے فرقہ کو انہوں نے
بشن سبہا کے نام سے نامزد کیا ہے - گو بشن نرائن در کا پراسچت دہرم سبہا کو منظور نہوا اگر اُسکے ساتھ
کی پارٹی کے آدمی تین چار روپیہ میں پراسچت کرکے دہرم سبہا ہو سکتے ہیں - اب شادی بیاہوں پر
حسب ضرورت فریقین کبھی دہرم سبہا اور کبھی بشن سبہا ہو جاتے ہیں - البتہ پنجاب بشن سبہا کی
حامی ہے گو کہ ہندوستان میں دو فریق ہیں - کیا یہہ تفرقہ ایک مہذب قوم کیلئے شرم دلانے والا
نہیں ہے ؟ کیا اُن قوموں سے جنکے یہاں بیرسٹر ولائیت سے آئے ہیں دہرم سبہا کے ممبر خورد و نوش
نہیں کرتے ؟ پرہیز ہے تو اپنی قوم سے ہے !!

خفیہ کارروائی

افسوس ہے ہماری قوم پر کہ وہ فرداً فرداً مرغ ۔ پیاز چھوڑ ہوٹل میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا خفیہ کھا لینگے حتیٰ کہ ہوٹل والوں کی ڈگریاں بھی ہو چکی ہیں !! مگر جب کوئی اہل قوم پوچھیگا تو یہہ ہی جتلا دیں گے کہ وہ قیود رواجی کے ایسے پابند ہیں کہ گویا اُنہیں کبھی اصلا فرق نہیں آیا کیا یہہ اب راز سربستہ ہے ۔ کہ بہت سے کشمیری پنڈت ہوٹلوں میں کھانا کھا لیتے ہیں بشرطیکہ اُنکو یہہ تسلی ہو کہ اس عمل کی شہادت کافی یا معتبر نہ ہو گی ؟ کیا یہہ بات چھپی ہوئی ہے کہ دیگر اہل ہنود کا ہر قسم کا کھانا خواہ وہ پکی رسوئی ہو یا کچی رسوی ہو وہ علانیہ بسا اوقات محفلوں میں کھا لیتے ہیں ؟ کیا ہم سب یہہ نہیں جانتے کہ اس قسم اصحاب قوم کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے ؟ اُنکو کوئی برادری سے خارج کرنیکا حوصلہ نہیں رکھتا ہے ۔ کیا ہم برف اور سوڈا واٹر اور ادویہ وعرقیات جو مسلمان بناتے ہیں بلا روک استعمال نہیں کرتے ؟ کیا وہ کشمیری جو خود بڑے پرہیزگار ہیں ایسے آزاد لوگوں سے برتاؤ ترک کرتے ہیں جنکو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ پرہیز نہیں رکھتے ؟ صرف بات یہہ ہے کہ اب صرف آنکھوں کا لحاظ باقی ہے ورنہ اصلیت سب کو معلوم ہے ۔

ولائیت نہ جانیکا نتیجہ

جب ہم اُن ضروریات کا خیال کرتے ہیں جو آج کل سب باشندگان ہند پر لابدی ہو رہی ہیں تو ہمارا یہہ خیال مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ قوم جو چھوت کے مسئلہ کو قایم رکھے گی ۔ دنیوی منزلت میں گری رہے گی ۔ زمانہ حال میں ولائیت کی تعلیم بہت سے اعلیٰ عہدوں کے لئے ضروری ہو رہی ہے ۔ نہ صرف عہدوں کے لئے ضروری ہے ۔ بلکہ تجارت صنعت حرفت اور ہر ایک علمی پیشہ کے لئے ضروری ہے ۔ واقعی سکری لنڈن نے اب بڑا تیر بحث ہے ۔ فی زمانہ بغیر ولائیت پہونچنے کے کار برآری معلوم ۔ اگر اب اس حالت میں کشمیری قوم سمندر سے پار جاتا ۔ اور صرف اپنی قوم کے باورچی کے ہاتھ کی پکی ہوئی کے سوائے اور کسی قوم کے ہاتھ کی پکی ہوئی کھانیکو ممنوع سمجھے گی ۔ تو نتیجہ یہہ لابدی ہوگا کہ وہ اُن عہدوں اور علمی پیشوں سے محروم رہیگی ۔ جو دیگر اقوام کے لوگ حاصل کر سکیں گے ۔ ملازمت کا یہہ حال ہو رہا ہے کہ بجائے اُس حالت کے جہاں ایک دارالخلافہ حکومت مغلیہ یا اور بڑے بڑے شہروں میں سب کشمیری قوم معاش پیدا کر سکتی تھی ۔ اور کثرت سے باورچی ارزاں مل سکتے تھے ۔ اب اُنکو گانوں میں تحصیلوں اور تھانوں میں

رہنا پڑتا ہے - مواضعات میں دورہ کرنا پڑتا ہے - اور تنخواہیں بلحاظ اخراجات اسقدر غیر مکتفی ہوگئی ہیں کہ کشمیری باورچی جیسا ہاتھی پالنا ناممکن ہوگیا ہے -

جب ہم یہہ غور کرتے ہیں کہ دیگر اقوام ہنود کے لئے ہر ایک کالج کے متعلق بورڈنگ ہوس مل سکتے ہیں - جسکا وہ خفیف خرچ سے فایدہ اُٹھاکر اعلیٰ امتحان پاس کرکے اعلیٰ عہدے حاصل کر لیتے ہیں - تو ہمکو یہہ خیال فوراً پیدا ہونا چاہئے - کہ ہمارے یہہ خیالات کہ ہم سوائے کشمیری پنڈت کے پکے ہوئے کہانے کے کسی اور کا پکا ہوا کہا نہینگے کسقدر ہماری ترقی کے وسایل کو روکتے ہیں - جب ہم دیکھتے ہیں کہ ملازمت اور معاش کا احاطہ اسقدر وسیع ہوگیا ہے - کہ اب ہم ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے پر تبدیل ہوتے ہیں - اور کشمیری باورچی کا وہاں لیجانا کسقدر صرف کثیر کا باعث ہوتا ہے - تو ہمکو سمجھنا چاہئے - کہ اگر پُرانی رسم جاری رکہی گئی تو نتیجہ یہہ ہوگا - کہ نہ تو ہم انگلو ورنیکلر اسکول لاہور میں تعلیم پاسکیں گے - نہ گورنمنٹ کالج لاہور یا کسی اور صوبہ کے گورنمنٹ کالج یا اسکول میں تعلیم پاسکیں گے - نہ روڑکی کالج میں تعلیم پاسکیں گے - نہ جبلپور اسکول انجنیری میں تعلیم پاسکیں گے کیونکہ ہم کسی بورڈنگ ہوس میں رہنے کے قابل نہونگے - اور نہ اسقدر استطاعت رکہتے ہیں - کہ علیحدہ مکان - علیحدہ خورش - علیحدہ باورچی کا خرچ اُٹھا سکیں - ولائت جانا اور وہانسے تعلیم پاکر کسی اعلیٰ پیشہ یا عہدہ پر مامور ہونا تو ایسی حالت میں ممکن ہی نہوگا -

سفر کی تکلیف

تعلیم کے سوائے سفر کرنے میں اسقدر ہم لوگوں کو تکلیفیں ہیں کہ جسکا انتہا نہیں ہے کسی شہر کے بازار سے یا ریلوے اسٹیشن سے سوائے کثیف غذا کے معمولی روٹی بہی نہیں لے سکتے - یہہ ہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں میں کوئی سیاح نہیں ہوتا کسی مہم کی ہمراہی کے قابل نہیں ہے - نہ کسی سفارت کے ہمراہی کے لائق ہوتا ہے - دنیا کے کل ملکوں میں کہانے پینے کا پرہیز نہیں ہے - ایشیا کے ملکوں میں گو مذہب جدا ہیں - کوئی قوم یعنی چینی - جیپانی - روسی - ترکستانی - ایرانی - عربی آپس میں کہانے پینے کا پرہیز نہیں کرتی - یورپ اور امریکہ اور افریقہ کے براعظموں میں تو کہانا پینا جزو مذہب سمجہا ہی نہیں جاتا - صرف کل دنیا کی اقوام میں سے صرف ہندو قوم چہوت چہات کرتی ہے - اور اُن میں

کشمیری سب سے بڑھے ہوئے ہیں - کیا ہندو دہرم کہانا پینا ہی ہے - اور کل علم دینیات و الہیات اسی پر ختم ہو جاتا ہے ؟ ہمکو یہہ امید ہے کہ وہ زمانہ آویگا کہ ہندو قوم بھی دہرم مین کہانا پینا کوئی ضروری حصّہ نہ سمجھے گی - مگر وہ وقت ابہی بعید ہے - بعض معترضوں کا یہہ اعتراض کہ جب ہندو کہانے پینے میں چُہوت کو چہوڑ دیں گے - تو وہ ہندو نہ رہیں گے - اور ہندو دہرم کا ناش ہو جاویگا - اور اگر کشمیری اور ہندو کا کہانا کہا لینگے تو انکی شخصیت ختم ہو جاویگی صحیح نہیں ہے -

پارسی

تمثیلاً اسوقت بھی ایک پارسیوں کی ایسی قوم موجود ہے جنہیں نے سوائے ایک قاتر العقل کے اور کسی نے اپنا مذہب نہیں بدلا - تعلیم نسواں بھی اُنہیں اعلیٰ درجہ کی جاری ہے - پردہ اُن میں موجود نہیں - سب کے ہاتھ کا کہانا کہا لیتے ہیں - مگر وہ گوشت جو ہندو اور مسلمانوں میں ممنوع ہے اُسکو وہ بہی ممنوع سمجھتے ہیں - حتیٰ کہ حقہ بہی (جو سکہوں میں منع ہے) نہیں پیتے - حقہ پینے کو وہ اس وجہ سے معیوب سمجھتے ہیں - کہ اسمیں آگ کی بیحرمتی ہوتی ہے - اُنکے یہاں ابتک آتش پرستی جاری ہے - اور آتشکدہ ہمیشہ تیار رہتا ہے - زنّار ابتک پہنتے ہیں - اپنی الہامی کتاب کو ابتک پڑہتے ہیں - اور اپنے مذہب پر قایم ہیں - ہمارے لئے اس قوم کی فضیلت اور بزرگی ایک نظیر ہو سکتی ہے - پارسی اصلی آریہ قوم کی شاخ ہیں اُنکا مذہب اور ہندوؤں کا مذہب اسی لئے مشابہ ہے کس خوبصورتی سے انہوں نے اپنا دہرم قایم رکھکر اور مہذب قوموں کے صواب اختیار کر لئے - اور عیوب چہوڑ دئے ہیں - فی الحقیقت ہندوستان میں اُنہوں نے ہی خُذ ما صفا دع ما کدر کے اصول پر عمل کیا ہے - اور اسوقت اپنی آپ ہی نظیر ہیں -

کہانا پینا مذہب نہیں

کیا ہندو قوم اپنے دہرم کی پیروی اور شاستروںکی پیروی اسی طرح نہیں کر سکتی - اور کیا ہماری چہوٹی سی قوم جو مثل پارسیوںکے غریب الوطن ہے پارسیوں سے سبق نہیں لے سکتی - ہمارا خیال ہے کہ جب تک شادی بیاہ آپسمیں جاری نہوں محض کہانے پینے سے ایک قوم دوسری قوم میں مخلوط نہیں ہو سکتی - ہند کے سارے ہندو آپسمیں کہاتے پیتے ہیں پہر بھی وہ اپنی ذات اور فرقہ میں ہیں مروجہ قانون مختلف المذہب قوموںکی باہم ازدواج روکنے سے مخلوط نہیں ہونے دیتا - یہہ کافی روک ہے

نتیجہ یہہ ہو کہ جب تک کشمیری دوسری قوم میں شادی نہیں کرتے تب تک اُنکو کوئی اندیشہ اس بات کا
نہ کرنا چاہئے - کہ انکی شخصیت یا گروہ کشمیری ہونا فضیلت سمجھتے ہیں تو اُنکی فضیلت محض اور ہیمنوں کے
ساتھہ کہانا کہانے سے زایل ہو جاویگی - ہمارا اس ذکر سے یہہ مدعا نہیں ہے - کہ ہم فوراً ہی مثل پارسیوں
کے کہانے پینے کے پرہیز کو بالکل موقوف کرنیکی اپنی قوم کے لئے سفارش کریں - گو ہمکو امید
واثق ہے - کہ ہماری آیندہ نسلیں اُس چہوت کا عشر عشیر بہی باقی نرکہینگی جو اب ہم کر رہے ہیں
مگر ہم سر دست یہہ کہتے ہیں کہ کم از کم ہمکو دو باتیں سر دست بلا تامل اختیار کر لینی چاہیں - اول
یہہ کہ ہم ہر ایک ہندو کے ہاتھہ کا پکا ہوا کہانا کہا لیا کریں - دویم - بطور ایک خاص استثنیٰ کے
ولایت جانیکو جایز کر دیں جیسا کہ اور ہندو قوموں نے کر دیا ہے - اور پراسچت کی ضرورت نہ سمجہکر
(جو کسی سہو اتفاقیہ کے لئے دہرم شاستر میں مقرر ہے - اُس سے عمداً غلطی کرنے کی تلافی نہیں
ہو سکتی) - صرف یہہ سمجہیں کہ یہہ بہی انگریزی حکومت کا لازمی نتیجہ ہے - کہ ہم ولایت جائیں - کیونکہ
ہمکو بوجہ ضرورت کے ایسا کرنا پڑتا ہے - اگر ہم ایسا کرنے پر رضامند ہو جاویں تو امید ہے کہ ہماری
بہت سی رکاوٹیں دور ہو جاوینگی - ہم ہر ایک ہندو بورڈنگ ہوس میں تعلیم پا سکینگے -
سیاحی اور سفر کی تکلیفیں بہی رفع ہو جاوینگی - اور ولایت کی تعلیم سے بہی استفادہ کر سکینگے
اور ہم اُس فرقہ سے بہی نجات پاینگے جس سے ساری قوم نالاں ہے - اور جنکی عادت اور اطوار ایسے
ہیں کہ اُنکو کسی شریف خاندان میں جگہ نہ ملنی چاہئے - ہماری مراد فرقہ کشمیری باورچیان سے ہے

کشمیری باورچی

جہانتک ہمارا تجربہ ہے - اور ہم یقین کرتے ہیں کہ سب کشمیری پنڈت ہم سے اتفاق کرینگے -
کہ کشمیری باورچی جیسا ناپاک احسان فراموش اور بے پیر زبان دراز نافرمانبردار کوئی ملازم
دنیا میں نہیں ہو سکتا - ہمارے باورچی خانہ کے اخراجات اس فرقہ نے دو چند کر رکہے ہیں -
جس بے احتیاطی سے وہ گہی اور مصالحہ اور لکڑیکو پہونکتے ہیں اور ضایع کرتے ہیں وہ ہی لوگ جانتے
ہیں جنکو ایسے ملازم رکہنے کی بد قسمتی نصیب ہوئی ہے - اُنکے اخراجات ماہانہ اور ہر ایک تیوہار
کے نذرانے جسے دستانک کہتے ہیں - اور انکی طرح طرح کی نابرداریوں کا تو کیا ذکر کرنا چاہئے - اسپر

طرفہ یہہ ہے کہ برتن صاف کرنے تو درکنار چہلکے تک بیلنے اُنکے فرائض میں نہیں ہے - کیا جس وقت بعض اوقات شریف گھرونکی بہو بیٹیاں چوکہ میں رسوئیاروں کو چھلکے بیل کر دیتی ہوئی دیکھی جاتی ہیں - ہماری قوم کو غیرت نہیں آتی؟ جنکو غیرت آتی ہی ہے وہ اُس دن کو جبدن وہ اُس قوم میں پیدا ہوئے تھے - شومی طالع سمجھکر مجبوراً خاموش ہو جاتے ہیں

ہماری دعا ہے کہ خدا ہم کو کشمیری باورچیوں سے پناہ دے ——

اگر یہہ طریقہ اختیار کر لیا جاوے کہ ہم دیگر ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا
کھانا شروع کر دیں تو ہمکو قومی بورڈنگ ہوس
کی چنداں ضرورت نہیں
رہتی

باب ہفتم

قومی بورڈنگ ہوس ـ بچوں کی تعلیم اور تعلیم نسوان

اس سلسلہ میں ہم کشمیری بورڈنگ ہوس کے معاملہ پر کچھ خیالات ظاہر کرنیکی ترغیب کو نہیں روک سکتے ـ اسوقت ہماری قوم کے لوگ اس تجویز پر بڑی ثقاہت و متانت سے غور کر رہے ہیں ـ کہ کسی ایسے مقام پر جہاں کوئی کالج ہو ایک بورڈنگ ہوس بنایا جاوے ـ اور سب کشمیری طلباء اسمیں بورڈر بنسکیں ـ اپنی قیود قومی قایم رکھکر یکجا اور متوسط خرچ سے تعلیم پا سکیں ـ پنجاب اور ہندوستان کے کشمیری تجاویز سوچ رہے ہیں ـ ان دونوں کی یہہ تجویز نہیں ہے ـ کہ ہندوستان اور پنجاب کے کشمیری دونوں ایک بورڈنگ ہوس یکجا جاری کریں بلکہ دو بورڈنگ ہوسوں کی تجویز در پیش ہے ایسے بورڈنگ ہوس کے جاری کرنے میں ہندوستانی صاحبان کے دماغ عجیب عجیب ہوائی قلعے بنا رہے ہیں ـ کوئی کہتا ہے کہ لاٹری کھولو ـ کوئی کہتا ہے پانچ ہزار ـ کوئی دس ہزار روپیہ جمع کرنیکی تجویز پیش کرتا ہے ـ کوئی ایک اخبار کی آمدنی پر تجویز کرتا ہے ـ کوئی پرامیسری نوٹ کے سود پر چلانیکی تجویز کرتا ہے ـ پنجاب کی انجمن کشمیری پنڈتاں نے ابھی اس قسم کے ہیچ پیچ خیالات ظاہر نہیں کئے ہیں وہ یہی خیال کرتی ہے کہ ضرورت بیشک ہے ـ مگر کوئی تجویز ابھی اُنکے خیال میں نہیں آئی ہے بالفعل کرایہ پر مکان لیکر لاہور میں بورڈنگ ہوس جاری کرنے کی تجویز در پیش ہے ـ ہم اپنے خیالات بھی اسبارہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں ـ

ایک بورڈنگ ہوس اور کالج کی ضرورت

ہمارا عرصہ سے یہہ خیال ہے کہ بورڈنگ ہوس طلبا کے لئے بہت عمدہ چیز ہے ـ اور ہم مدت سے یہہ خواہش کر رہے ہیں کہ ہر ایک صوبہ میں کل ہندو ایک ایسا مدرسہ اور کالج مقرر کریں جسمیں کل ہندو بورڈر بنکر تعلیم پاسکیں ـ جیسا کہ علیگڈہ کا کالج مسلمانوں کے لئے بنا ہوا ہے ـ کیا ہی خوب ہو کہ کسی دریا کے کنارہ پر ایک کالج کسی پر فضا تندرست اور فراخ مقام پر قایم ہو سکے اور وہاں ایک بورڈنگ ہوس

بنایا جاوے جسمیں کل طلبا کے لئے رہایش کی گنجایش ہووے - ہر ایک ہندو قوم کا آدمی ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھانے میں شامل ہو جاوے - میدان فراخ میں فٹ بال کرکٹ ٹینس - اور ریاضت جسمانی کی کھیل موجود ہوں - اور دریا میں کشتی چلانا روحانی اور جسمانی خوشی دیگی - طلبار اپنے والدین کی طرز معاشرت سے ناواقف رہکر اور بڑے شہر ونکی ترغیبوں سے علیحدہ رہکر - بُری صحبتوں سے بچکر تعلیم پا سکیں - اُنکی جسمانی طاقتیں بھی ترقی کریں - اور اُنکی علمی لیاقتیں بھی ترقی پائیں - باہم طلبار کے ایک برادرانہ سلوک اور حُب الوطنی پیدا ہو - اُنکی نگرانی اور حفاظت سے والدین سبکدوش ہوں - اور وہ خود اپنے آپ مدد کرنے کے عادی بن سکیں - کل ہندو قوم آپسمیں خفیف خفیف اختلافات اور رشک و حسد چھوڑ دیں - اور یہہ تعصب بھی ترک کر دیں کہ ایک ادنی ذات کا ہے دوسرا اعلیٰ ذات کا ہے - خواہ وہ مختلف غذا کھائیں - مگر ہر ایک غذا مقوی اور سادہ ہو - اُنکی طبیعتیں محنت کش اور سپاہیانہ ہو جاویں - صرف والدین کو رقم مقررہ ماہانہ بھیجنے کی فکر رہے - اور لڑکے تعلیم پاکر اپنی معاش خود پیدا کریں - خلاصہ یہہ ہے - کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے مطابق ہر ایک صوبہ میں ایک ایک کالج ایسا قایم ہو جاوے - یہہ خیال تو اچھا ہے مگر ہمکو خواب کا دہوکہ ہوتا ہے اسکا اجرار بالفعل غیر اغلب بلکہ تقریباً ناممکن معلوم ہوتا ہے -

علیگڈہ کالج | سرسید احمد خانصاحب کو ایسا مدرسہ قائم کرنے میں کئی دقتیں اور تکلیفیں در پیش آئی تہیں - پہر بہی اُنکو ایک یہہ سہولیت تھی کہ کل مسلمان ایک مذہب کے تھے - گو اُنکے فرقے چند فروعی امور میں مختلف ہیں - مگر اصول مذہب سب کا ایک ہی ہے - اور کھانے پینے میں ایک ذات دوسری ذات سے پرہیز نہیں کرتی اور نہ غذا کا اختلاف ہے -

ہندو دہرم | ہندوؤنکو ایسا کرنے میں بڑی بہاری مشکلیں ہیں - کیونکہ ہندو مذہب فی الحقیقت ایک مذہب ہی نہیں رہا ہے - اگر کوئی ویدانتی ہے یعنی ہمہ اوست کا قایل ہے وہ بہی ہندو ہے - اگر کوئی بت پرست ہے درخت پرست ہے - دریا پرست ہے حیوان پرست ہے - عناصر پرست ہے شمس پرست ہے [illegible] ہے - اگر کوئی خدا پرست ہے - وہ بہی ہندو ہے - اگر کوئی ناستک یعنی منکر خدا ہے وہ بہی

ہندو ہے - ہندو کی صرف یہہ علامت رہگئی ہے - کہ وہ اسکا بیٹا ہو - جو ہندو تہا - اور اور قوموں کی
ساتھ کہانا نہ کہائے - ہندوستان کی آبادی سے زیادہ دیوتاؤں کی فہرست ہے - گویا عابدوں سے تعداد
معبودوں کی زیادہ ہے - - برہمن کہتری - ویش - شودر - ماسواے اُنکے اور بے شمار قومیں ہندو
ہیں جو ان چاروں برنوں سے کسی میں نہیں آتیں - ہر ایک کے اعتقاد مختلف طرز معاشرت مختلف رسوم
مذہبی مختلف ہر ایک کا چوکہ مختلف ہر ایک کا چولہا مختلف ایک ہی ملک کے باشندے ایک ہی مذہب کے
پیرو ہونیکا زبانی دعوے کرنے والے اور پہر اتنے اختلاف !!!
ہم مایوس نہیں ہیں - کہ کبہی بہی ایسا زمانہ نہ آویگا - کہ ہندو قوم ایک مذہب کی پیرو ہو کر ایک قوم
ہو جاویگی - اگر انگریزی تعلیم جاری رہی - اور یورپ کی قوموں کے ساتھ تعلق قایم رہا - تو امید ہے
کہ کبہی نہ کبہی ہندو قوم ایک قوم ہو جاویگی - مگر اس کے لئے ابہی اسقدر عرصہ بعید ہے کہ جسکا اندازہ نہیں
لگایا جا سکتا - پس موجودہ حالت میں ہندؤں کا ایک ایسا بورڈنگ ہوس قایم ہونا جیسا ہم چاہتے
ہیں مشکل ہے - اب رہا یہہ امر کہ کشمیری پنڈت اپنا علیحدہ بورڈنگ قایم کریں - ہم اُسکو بہی مشکل
تصور کرتے ہیں - اس کے لئے سرمایہ فراہم ہونا نہایت مشکل ہے ایسی قوم سے جو شادی بیاہوں
اور غمی کی رسمیات میں اپنا سارا سرمایہ صرف کر دیتی ہے - اسقدر روپیہ اکہٹا کرنا سخت دشوار ہے
ہماری دانست میں ساٹھ ہزار روپیہ سے کم میں کار برآری نہوگی - مکان کرایہ لیکر کیا بورڈنگ ہوس
بن سکتا ہے اور وہ کب تک رہ سکتا ہے - دو سو روپیہ مہینہ پر لیکر بہی وہ سرکاری جو بورڈنگ ہے اسکی برابری نہیں کر سکتا
دس ہزار تو صرف عمارت کے لئے ضروری ہے - زمین کے لئے چار پانچ ہزار چاہئے - اور اہتمام
کے اخراجات چالیس ہزار سے کم کی رقم کے سود سے جس سے زیادہ سے زیادہ ایکسو پچیس روپیہ
ماہوار آمدنی ہو سکتی ہے - پوری نہیں ہو سکتی - اسقدر روپیہ کہاں سے آویگا - ہم نے مانا کہ ہمارے
ایک مسلمان کشمیری بہائی (مولوی سمیع اللہ خانصاحب سابق ڈسٹرکٹ جج) ایک بورڈنگ ہوس
الہ آباد میں مسلمانوں کے لئے قایم کیا ہے - مگر اُس پر بہی صرف کثیر ہوا ہے - یہہ بہی ہمنے مانا کہ روپیہ
بہی جمع ہو گیا - اور ایک چہوڑ دو بورڈنگ ہوس قایم ہو گئے - پہر بہی کشمیری با ورچی اسمیں رہکر کیا ترقی

بورڈنگ ہوس کیلئے سرمایہ

ہوئی۔ ترقی معکوس ہوئی۔ اسوقت ہرایک کالج کے متعلق ہندو بورڈنگ ہوس بنے ہوئے ہیں ہمکو علیحدہ بورڈنگ ہوس کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں بورڈنگ ہوسوں میں مثل اور ہندو طالب علموں کے ہمارے لڑکے بھی رہ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم برداشت کریں کہ غیر برہمنوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھالیں۔ ورنہ ہندوستان کے ہرایک کالج اور سکول کے مقام پر ایک بورڈنگ ہوس ہمکو بنانا پڑیگا جو ناممکن ہے۔

بچوں کی تعلیم اور تعلیم نسوان

بورڈنگ ہوس کے تذکرہ کے بعد ہم چند خیالات بچوں کی تعلیم کے متعلق ظاہر کرتے ہیں۔ آجکل کئی پُر جوش انگریزی خوانوں کا یہہ خیال ہو رہا ہے کہ جبتک ہماری مستورات اعلیٰ تعلیم حاصل نکریں گی ہمارے لڑکے تعلیم یافتہ نہ بن سکیں گے۔ ہندوستان کے اہل الرای اس مسئلہ پر متفق نہیں ہیں۔ چونکہ یہہ مسئلہ کل ہند کی قوموں سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری قوم سے اس کا بالتخصیص تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اسپر ہم چنداں بحث نہیں کرتے۔ مگر مختصراً اتنا کہنا ہمکو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عورتوں کو حفظان صحت کے اصولوں سے واقفیت پیدا ہونی نہایت ضروری ہو گئی ہے۔ آجکل لڑکوں کو انکی جسمانی طاقت اور دماغی قابلیت سے زیادہ تر محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور انکی والدین اور انکے معلم انکو بیرحمی سے رات دن جوتے رکھتے ہیں انکے قوے قدرتی نشو و نما نہیں پاتے۔ اکثر ان میں سے مریض رہتے ہیں۔ سب کے سب تقریباً کمزور تو ضرور ہی رہتے ہیں۔ صاحب اولاد کو جاننا چاہئے کہ تحصیل علم سے یہہ مراد نہونی چاہیے کہ تحصیل علم ہی مدعا زندگی ہے۔ علم انسانی زندگی کو بہترین طریق سے گذارنے کے لئے ایک ذریعہ ہونا چاہئے۔ اور اسکے ماحصل سے استفادہ کرنے کے لئے جسمانی طاقت ضروری ہے۔ اُس علم سے کیا فائدہ ہے کہ ایک لقمہ غذا کے ساتھ چورن کی ضرورت پڑے۔ بیس برس کی عمر میں عینک کی ضرورت ہو۔ اور پچیس برس کی عمر میں لذات نفسانی کی خواہشوں کا خاتمہ ہو جاوے کیا ہرج ہے کہ لڑکے کسی امتحان کو ایک سال دیر سے پاس کر لیں اور تندرست رہیں۔ خاص اس ضرورت کی وجہ سے اگر اور سب ضرورتوں کو برطرف کر دیا جائے اسقدر تعلیم نسوان کی

بیشک ضرورت ہی کہ عورتیں اس امر کو سمجھیں کہ اولاد کو کسطرح سے پرورش کرنا چاہئے۔ اور کسطرح اُنکی صحت کی حفاظت ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اُردو زبانکے پڑہنے لکہنے سے واقف ہوجاویں۔ اور اس قسم کی کتابیں پڑہ سکیں۔ جیسے کہ صحت النساء جو ڈاکٹر غلام حسین صاحب آگرہ کے ہاسپٹیل اسٹنٹ نے قصہ کی شکل میں تصنیف کی ہی جس سے حفظان صحت اور عام تندرستی قایم رکہنے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں نیز نہ صرف عورتونکو بچونکی پرورش اور حفظان صحت کی ضرورت ہے۔ بلکہ خود اپنی حفظان صحت رکہنی کی بھی ضرورت ہے دیسی عورتیں خود اپنی صحت جسمانی رکہنے میں نہایت غافل ہیں۔ چہ جائے کہ وہ بچونکی پرورش کے طریقے جانیں۔ اس لئے اُنکی بچے اور وہ خود نہایت کمزور ہوتی ہیں۔ ہم کو کامل یقین ہی کہ بچونکی پرورش اور خانہ داری کے فرائض اسدرجہ تک عورتونکی توجہ اور وقت کے مستحق ہیں کہ اگر وہ پورا پورا فرض ادا کریں تو اعلی تعلیم کی روحانی خوشی کا موقعہ تک اُنکو نہ آوے گا۔ ہم دیسی بڑی غلطی پر ہیں اگر ہم اُن انگریزونکے ہر ایک امر میں تقلید کریں جو ہندوستان میں اعلی عہدونپر ہیں۔ جنکی آمدنیاں اسقدر ہیں کہ وہ ہر ایک کام جو پرورش اولاد اور خانہ داری کے متعلق ہو۔ اُجرت پر اور قوموں سے لے سکتے ہیں۔ اُنکو ضرورت سے زیادہ فراغت معاش ہے۔ ہم ہندوستانیوں کے لئے کوئی ہفت چہ ملک زیر دست نہیں ہے جسکے محاصل سی ہم وہی طریقے اختیار کرلیں۔ جو ہمارے حکمران کرتے ہیں۔ بھلی ہمکو چاہئے کہ ہند کے برابر کوئی ملک فتح کرلیں پھر ممکن ہوگا۔ کہ ہماری عورتیں بچوں کو دودہ نہ پلائیں۔ اور کہانا نہ پکائیں۔ ایک درجن ملازمین کی نوکر رکہہ سکیں۔ ہماری غیرت یہہ بھی تقاضا نہیں کرتی کہ ہم انگریزونکی طرح سے اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کریں اور بعد میں دیوالیے کی درخواست دیں۔ بقول شکسپیر کے ہر ایک چمکیلی چیز سونا نہیں ہے۔ انگریزونکی پرتکلف طرز معاشرت اور اُنکی ساری عادتیں ہمارے لئے فایدہ بخش نہیں ہیں۔ ہماری رائے ناقص میں ہماری عورتونکو بالفعل اسقدر ضرورت بیشک ہے کہ خانہ داری کے فرائض سمجھنے کے لئے اسقدر علم حاصل کریں جو ضروری ہو۔ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ کہ ہندوستان کے ہندو عورتیں [illegible]

اور فرمانبردار قانع عورتیں دنیا بھر میں نہ ملینگی۔ اگر وہ ناچنا نہیں جانتیں یا پائینو ھارمونیم
بجانا نہیں جانتیں۔ گرمی میں پہاڑ جانیکا تقاضا نہیں کرتیں۔ نازیبا تن آرائی نہیں جانتیں
غیر مردوں کے ساتھہ ہوا خوری اور بال میں نہیں ناچتیں۔ تو ہمکو کوئی شکایت نہ کرنی چاہئے۔ وہ
ایسے جوہر رکھتی ہیں جنکے مقابلہ میں یورپین عورتوں کی ہزاروں اور لیاقتیں ہیچ ہیں۔ یعنی حیا عفت
عصمت۔ قناعت۔ اور اپنے خاوندوں کی تابعداری۔
ہم لکھہ چکے ہیں کہ ہماری عورتونکو حفظان صحت کا اصول جاننے کے لئے اُردو پڑہنا ضروری ہے۔
سوائے اس ضرورت کے اُردو پڑہانے کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ وہ گھر کے اخراجات
آسانی سے رکہہ سکیں۔ اور اپنے عزیزوں سے آسانی سے خط و کتابت کر سکیں۔ ہماری
قوم کی عورتیں عموماً سب ڈیوناگری جانتی ہیں۔ اور مرد بھی دیوناگری
عموماً جانتے ہیں۔ مگر اب مردونمیں دیوناگری کا چرچا
کم ہوتا جاتا ہے ہماری دانست میں
لڑکیونکو اُردو پڑہانے کی ضرورت ہے اور
اُسمیں فائدہ
ہے

باب ہشتم

اخراجات رسوم کی کمی

آمدنی

معاش کی وسعت کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بغیر تعلیم کے کسی عہدہ کی لیاقت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اور تعلیم کے لئے روپیہ چاہیئے۔ دیگر پیشوں اور کاروبار کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے کیا اسوقت نسبتاً ہماری قوم کی آمدنی ایسی قلیل ہے۔ کہ ہمارے لئے نہ ولائیت کی تعلیم ممکن ہے نہ ہندوستان میں ہر ایک معزز عہدہ اور پیشہ کی تعلیم ممکن ہے۔ نہ سوداگری و دوکانداری کیلئے سرمایہ ملسکتا ہے؟ فی الحقیقت ہماری قوم کی موجودہ آمدنی اسقدر قلیل نہیں ہے کہ ہم تعلیم کے اخراجات کے بعد اور کاروبار کے لئے سرمایہ مہیّا نہ کرسکیں۔ صرف بات یہہ ہے۔ کہ ہماری فضولخرچی ہمارے پاس روپیہ فراہم نہیں ہونے دیتی۔ ہمارا اعلیٰ فرض یہہ ہونا چاہیئے۔ کہ اپنے اخراجات کیجانب توجہ کریں۔ وہی روپیہ جو فضول رسموں میں خرچ ہوتا ہے۔ اگر اصلی بہبودی میں خرچ کریں۔ توکس قدر ہماری قوم کو فروغ ہوسکتا ہے۔

کمی مصارف

مصارف کم کرنے کے بغیر ہم اُن دیگر اخراجات کے بار کو نہیں اُٹھا سکتے۔ جو آجکل کے زمانہ میں ضروری اخراجات ہوگئے ہیں۔ اور پُرانہ زمانہ میں مطلق نہ ہوتے تھے جنکا مجملاً ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں زمانہ حال کی وجہ سے اخراجات صدہا نئے لاحق ہوگئے ہیں۔ کہ جنکا شمار مشکل ہے ہم نمونہ کے طور پر آئیندہ بعض کا ذکر کریں گے۔ جب آمدنی کی قلت اور معاش کی اسقدر دقت ہو تو مصارف غیر ضروری اور مصارف عیش کم کرنے ضروری ہیں۔ اگر ہم ایسا نکریں گے تو کبھی بھی آسانی سے معمولی و غیر معمولی اخراجات کے متحمل نہو سکیں گے۔ جنکا نتیجہ یہہ ہوگا۔ کہ ہم اور قوموں سے بہت پیچھے رہ جاویں گے البتہ اس امر کا طے کرنا کہ کونسے مصارف ضروری ہیں۔ اور کونسے غیر ضروری ہیں۔ نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ لوگوں کے خیالات اس امر میں مختلف ہیں۔ ہر ایک شخص اخراجات کیلئے

اپنی وجوہ علیحدہ رکھتا ہے - اس امر میں سب کو اتفاق ہوگا کہ ہر قسم کے اخراجات بہت بڑھتی جاتی ہیں - اور جو لوگ کسی خاندان کے مہتمم ہیں یا جنکے ذمہ کسی اچھی قبیلہ کی پرورش ہے - اس بات کو خوب جانتے ہیں - کہ انکو اس زمانہ میں کس قدر خرچ کرنا پڑتا ہے -

قرضہ ملنے کی دقت

یہہ بھی قابل غور ہے - کہ اب قرضہ بہت مشکل سے ملتا ہے افسران سرکاری کو قرضہ لینے کی ممانعت ہوگئی ہے بلکہ مقروض ہونیکی حالت میں وہ قابل موقوفی ہیں - جب سے مقروض دیوالیہ قرار دیئے جانیکا استفادہ کرنے لگے ہیں - اور بوجہ ناداری قید سے بری ہو سکتے ہیں - ساہوکار بغیر ضمانتِ معقول کے قرض نہیں دیتے - اور ضمانت زیور یا جایداد غیر منقولہ کے سوائے قرض ملنا اب محال ہوگیا ہے - حالانکہ پہلی زمانہ میں آسانی سے قرض ملجاتا تھا - اور مقروضوں پر ساہوکار کا انکا اعتبار تھا - اور وقت پر ہر ایک کارج کی کار براری ہو سکتی تھی - گو بعد میں ناک چنے چبانے پڑتے ہوں اور ساری عمر ادائے قرضہ میں خرچ ہو جاوے - اب سردست کارروائی ہونی بھی مشکل ہوگئی ہے -

اقسام کشمیری پنڈتان

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ قوم کشمیری نے اتنی رسوم اپنے سر پڑال رکھی ہیں کہ شاید کسی قوم کے سر پر اسقدر ہونگی - اسکی وجہ صاف ہے کہ قوم کشمیری پنڈت اپنے وطن سے جدا ہو کر ہندوستان کے مختلف حصّوں میں آباد ہوئی ہے - انکی تین اقسام بن گئے - ایک وہ اصحاب ہیں جو اپنے وطن سے نکلکر پنجاب میں سکونت پذیر ہوگئے ہیں - دوسرے وہ ہیں جو پنجاب میں نہ ٹھہرے - اور ممالک مغربی شمالی و اودھ میں سکونت پذیر ہوئے - تیسرے وہ ہیں جو ممالک مغربی شمالی و اودھ کے ملکوں میں رہکر پھر گردشِ ایّام سے پنجاب میں واپس آگئے - جو میل جول انکا غیر قوموں سے ہوتا رہا اسکا اثر برابر پڑتا گیا - اسوجہ سے نئی نئی رسمیں اور مصارف پیدا ہوگئے - اور قوموں کے ساتھ میل جول نے انہیں نئی عادتیں پیدا کردیں - اور انکی خصلت و مزاج پر بھی انکا اثر پڑا - چنانچہ لکھنؤ سے انہوں نے تکلف اور نزاکت سیکھی زبان کے طرّاری سیکھی اور وہاں کی رسوم بھی اختیار کرلیں - اور چونکہ وہاں کے نوابوں اور امیرزادوں کے ساتھ عموماً سابقہ پڑتا رہا فضول خرچی ناعاقبت اندیشی اور عیاشی سیکھی - مگر

اپنی کشمیری رسوم اُنکے ساتھ ساتھ برابر رہیں - دہلی سے زبان کی شستگی سیکھی شیخی اور لن ترانی
کی عادت سیکھی - اور دہلی والوں کی عادتیں اختیار کیں - شاہی زمانہ کے منشی اور اہلکار دلسے نمائش
دولت کی عادت سیکھی - اور اپنے اخراجات کو اُنکے ہم پلہ کیا - شادی بیاہوں میں بے اندازہ
دھوم دھام اور جلوس سیکھا - ادنیٰ سے ادنیٰ رسوم پہ ہزاروں روپیہ غرق کرنا فخر سمجھنا سیکھا -
لکھنؤ اور دہلی وغیرہ میں اور ہندؤں سے چھوت چھات سیکھی - مگر گوشت اور مچھلی کھانی نہ چھوڑی -
پنجاب کے کشمیری لوگ نسبتاً سادہ مزاج رہے - اور گو اپنے ساتھ کشمیری رسوم لائے مگر پنجابی سادہ
مزاج اور سپاہی خصلت تھی - اُنکی رسوم سادہ اور بے تکلف تھیں - اُنہوں نے چند اُنکی رسوم
اخذ کیں - نہ زیادہ فضول خرچی سیکھی - اور نہ تکلف سیکھا - مگر اُنکے شاستا عال اُن کشمیری پنڈتوں کو
جو اودھ اور شمالی مغربی میں سکونت پذیر تھے پھر پنجاب میں ہندوستان کی تکلف اور ارتاء اور
عیش کے سامان کے ساتھ واپس لے آئی - اور پنجاب کے کشمیری اپنے آپ اُنکے مقابلہ میں کمتر سمجھنے
لگے - ہندوستانی کشمیری پنڈت پنجابی کشمیری پنڈتوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے - اور اب تک بھی
ایسا ہی حال ہے - اور اُنکو بوجہ اُنکی افلاس اور سادہ روی کے دیوگ لال کہہ نا ہیا اور
نفرت آمیز لفظ سے پکارتے تھے - اور اب بھی پکارتے ہیں - اپنے خیال میں پنجابی کشمیری انکو
دعوے ہمسری کا رکھتے تھے - اور اُنکی ظاہرا تہذیب کو دیکھکر پنجابی کشمیری ہندوستانی پنڈتوں کی
رسوم اختیار کرنے لگے حتیٰ کہ اب تمیز مشکل ہے - اُنہوں نے اپنے خاندانکی لڑکیاں ہندوستانی
پنڈتاں کے ساتھ منسوب کرنی اپنا فخر اور باعث اعزاز سمجھا - اپنے پیراہن جسے کشمیری پھیرن کہتے
ہیں (یعنی جامہ از گلو تا پا) جو کشمیری عورتیں کشمیر میں پہنتی ہیں ساڑھی سے تبدیل کیا - اور
ترنگا جو ایک پگڑی جیسی ہوتی ہے موقوف کی - اور اب اُن کشمیریوں میں جو پنجاب کے رہنے والے ہیں -
اور اُن کشمیریوں میں جو ہندوستان سے پھر واپس آئے ہیں کچھ ظاہرا فرق معلوم نہیں ہوتا ہے
بشرطیکہ اُنکی حیثیت دونوں کی برابر ہو - اسی پر اکتفا نہیں ہوا - بلکہ معاملہ یہاں تک طول کھینچا کہ پنجاب کے
کشمیری ہندوستانیوں سے بڑھکر رسوم معمولی میں خرچ کرنے لگے - تا کہ وہ کسی سے ادنیٰ معلوم نہوں

جب کسی قوم کا یہ حال ہو کہ پنجاب کی رسوم اُسکی گردن پر اور ہندوستان کی رسوم
بھی اُسکی گردن پر اور کشمیر کی اصلی رسوم بھی (گو وہ مختصر ہیں) اُسکی گردن پر ہوں تو کیا یہ
یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ قوم ان رسوم کو نبھا کر زمانہ حال کے اخراجات برداشت کر سکنے کی
قابلیت رکھے گی۔ اور زمانہ حال کی رفتار کے ساتھ چل سکے گی۔ پس ہر ایک ذی عقل

اس امر میں اتفاق کریگا کہ اخراجات کی کمی کی ضرورت ہے۔ کل رسوم کا ذکر اور اُنکے مفصّل مفاسد کا ذکر
اس رسالہ کے مجوزہ احاطہ سے بہت زیادہ ہے۔ اسلئے ہم اُن بڑی بڑی
رسومکے اخراجات کا ذکر کریں گے جو ہماری قوم میں اسوقت
عموماً رائج ہیں۔ بعض کے مصارف کم اور بعض
کے بالکل بند کرنے کی اشد

ضرورت

ہے

باب پنجم

کانیتھر

ہم پہلے غیر معمولی رسوم کا ذکر کریں گے جنمیں خوشی کی رسمیں اور غمی کی رسمیں معرض بحث میں ہونگی۔ اور پھر معمولی رسمیں کی بابت ذکر کریں گے جو ایک سال میں ہر ایک کشمیری کو کرنی پڑتی ہیں۔ اور اسی تذکرہ میں بعض رسوم مذموم کا بھی ذکر کریں گے جنمیں صرف تو چنداں نہیں ہوتا مگر وہ بوجہ غیر مہذب ہونیکے قابل ترک ہیں۔ ہم پیدائش سے پہلے شروع کرتے ہیں۔

کانیتھر

ایک بچہ کے پیدا ہونے پر پہلی رسم کانیتھر ہوتی ہے۔ جو دیگر اقوام کے نام کارن کے بجائے ہوتی ہے۔ اسپر نہایت غیر ضروری خرچ ہوتا ہے۔ کسی بچہ کے پیدا ہونے پر معمولی خرچ خیرات و انعام تو ہر ایک قوم میں رائج ہیں۔ اور امرا اسیطرح سے بہت کچھ خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر یہہ اونکی خوشی کا لوکا نتیجہ ہوتا ہے۔ کانیتھر کے عین مطابق کوئی رسم لابدی دیگر اقوام میں نہیں ہے۔ شاید پنجاب کے ہندو اقوام میں نام کرن پر دو چار روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا ہے۔ ہماری قوم میں متوسط درجہ کے آدمی عموماً دعوت برادری کرتے ہیں اور خویش و اقارب کی دعوت تو ضروری ہوتی ہے عموماً ۵۰ سے ایک سو روپیہ تک کانیتھر پر خرچ ہوتا ہے کیونکہ گوروجی مہاراج پنا ہوں ضرور کرتے ہیں اور اُسکے لابدی اخراجات بطور ایک مذہبی رسم کے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ جائے غور ہے کہ ایک ایسی رسم پر جسکا منشا صرف سوتک ہٹانا ہوتا ہے یعنی اپنے مذہب کے خیال سے ناپاکی زائل کرنا ہوتا ہے اسقدر خرچ بالکل بے ضرورت ہے۔ ہماری الست میں یہہ رسم پانچ دس روپیہ میں آسانی سے ہوسکتی ہے۔

کانیتھر کے موقعہ پر ایک ایسی رسم مذموم بھی جاری ہے جسکا ہم قدرے مفصل ذکر کرتے ہیں :—

پنچ گو

کانیتر کے موقعہ پر ایک نسخہ موسوم "پنچ گو" طیار کیا جاتا ہے - "پنچ گو" عجیب نسخہ ہے اُسکے اجزاء پانچ ہوتے ہیں گھی - دہی - دودھ - گائے کے پیشاب کے چند قطرے - گوبر خفیف مقدار میں اسمیں قدرے میٹھا ملاکر ایک چھوٹی سی کٹوری میں طیار کرتے ہیں - اسمیں سے بچے کو قدری بموقعہ کانیتھر چٹاتے ہیں - اور قدرے گھر کی عورتیں بھی استعمال فرماتی ہیں - یہی "پنچ گو" زنار بندی پر بھی طیار کیجاتی ہے اور زنار بندی کے امیدوار کو چٹائی جاتی ہے - جہانتک ہمکو معلوم ہے پنچ گو ہندو قوم ہی کا حصہ ہے - اور یہہ نعمت غیر مترقبہ اور کسی اہل مذہب کو نصیب نہیں ہوئی - کانیتھر پر بچہ شیرخوار اسکی ترکیب سے ناواقف ہوتا ہے اور زنار بندی پر بھی دس گیارہ برس کے بچے کو اسکے اجزاء معلوم نہیں ہوتے عورتوں کو بھی اتنی سمجھ نہیں ہے کہ وہ احتراز کریں اس لئے اسکے استعمال میں عذر نہیں ہوتا ہے - پنجابیونکے یہاں "پنچ گو" صرف شادی کے موقعہ پر طیار ہوتا ہے -

گائے کی عظمت

اسی نسخہ نے ہندؤں کو سخت نا ملایم الفاظ سے دیگر اقوام سے خطاب کرایا ہے - فی الحقیقت توہمات ہمیشہ بے اندازہ حد تک معتقدونکو پہونچایا کرتے ہیں - ہندؤں کے بزرگوں نے ہندوستان کی ضروریات کے لحاظ سے گائے کو بڑی عظمت دی ہے - اُسکو مذہب کا حصہ بنا دیا تاکہ گائے کی ایسی حفاظت ہو کہ اُسکو کوئی ہندو ضایع نکرے - ہادیان مذہب نے گائے کو اسقدر مفید ہونیکی وجہ سے انسان کی ماں کا رتبہ دیا اور گو ماتا پکارنے لگے رفتہ رفتہ اُسکی اتنی قدر ہوئی کہ اُسکی تقریباً پرستش ہونی شروع ہوگئی - کتابوں میں گودان کرنا بڑا ثواب گنا گیا - اور جیسے والدین کی شایستہ و عزت کی ہدایتیں ایسے الفاظ میں کی گئیں - کہ اُنکے پاؤں دھوکر پیو اُنکے غلیظ فضلات تک کو خورد و نوش کرنا اپنی سعادت سمجھو ایسے ہی الفاظ گائے کی بابت زبان زد عام ہونے گئے نوبت بایں جا رسید کہ بعض نافہم شغل مقلدوں نے طرز گفتگو کے مبالغہ اور عبارت کے استعارہ کو نہ سمجھا یہانتک کہ بدنا کی لفظی تفسیل شروع ہوگئی - کامل تحصیل اسی میں سمجھی گئی کہ گائے کے فضلات بھی تبرک کیطرح خفیف مقدار میں استعمال ہونے لگے اور مذہبی رسوم پر ایک نسخہ پنچ گو طیار ہونا شروع ہوگیا - بعض ہنود کی قوموں میں صرف اُسکا طیار کرنا کافی سمجھکر اُسکو استعمال نہیں کرتے کشمیری قوم میں استعمال کیا جاتا ہے

تعجب کی بات نہیں تو کیا ہے کہ ہندو ایک عیسائی اور مسلمان سے ہاتھ ملا کر بلکہ صرف شکل دیکھکر غسل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا اور بعض ہندو اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور گائے کے فضلات غلیظہ کی پرہیز نہیں کرتے ہندو رسوئی میں بھی گوبر سے چوکا دینا مستحسن سمجھتے ہیں جب بعض ہندو انگریزی خواں بجائے نادم ہونے کے دافع ہوا اور وبائی بتلاتے ہیں وجہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی مشہور ہیضہ جب ہیضہ پڑا تو جہاں پر گوبر کثرت سے تھا وہاں ہیضہ نہ پڑا - افسوس کہ صاحب کمشنر حفظان صحت یا کمیشن حفظان صحت کے روبرو یہہ امر نہیں جتلایا گیا ورنہ وہاں خوب قہقہہ اُٹھتا - بھلا غلیظ فضلات اور دافع وبا - کیا عجیب طب ہے !! تو ہمات نے یہاں تک اثر کیا ہے کہ ایک پنجاب کی ریاست کے دیوان نے ایک موقعہ پر اپنی گائے کو مسہل دیا تھا کہ اُسکو ایک مسلمان سقا پانی پلا گیا تھا گائے نے ہندوؤں کے دل پر اتنی گرفت کی ہے کہ اگر کوئی اور قوم بھی اپنے مذہب کی رسوم میں گاؤکشی کرے تو ہندو جان تک قربان کرنے کو طیار ہوتے ہیں - اُنکی ضعیف الاعتقادی نے غیر مذہب والوں کو خواہ مخواہ ترغیب اس امر کی دیدی کہ وہ گاؤکشی سے اُنکی دل آزاری کریں - ہندوؤں نے کبھی شاہ عالم شہنشاہ دہلی کو گاؤکشی کی عام ممانعت پر مجبور کیا تھا زمانہ حال میں بھی کبھی میموریل اور عرضداشتیں انگریزی گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہیں کہ ہندوستان میں گاؤکشی بند ہونی چاہئے -

اے ہمارے ہندو بھائیو گائے کے فضلات کا مذہبی رسموں میں لانا اور اُسے تبرک سمجھنا محض جنون ہے - گائے کی عزت کرو اُسکی پرورش کرو اُسکی حفاظت سے صدہا فائدے ہیں - اگر ممکن ہو اور قوموں کو بھی سمجھاؤ کہ اس ملک میں گاؤکشی بہت نقصان دہ ہے - مگر گستاخی معاف ایک مویشی کو یہہ رتبہ نہ دو کہ اُسکے فضلات تمہارے لئے تبرک ہوں - ایک تم ہی نہیں ہو جو گائے کی اتنی تعظیم کرتے ہو - جزیرہ مالٹا کے ساکنان بھی اسی طرح سے گائے کی عظمت کرتے ہیں - لیکن نہ اسقدر یعنی قوموں میں تمہاری طرح سے گائے - ہرن اور خرگوش اور کئی جانوروں کا ذبح کرنا منع ہے - تم بھی خواہ کمیٹیاں کرو کہ گورنمنٹ گاؤکشی بند کرے اور

گودان بھی ثواب سمجھو مگر پنچ گو کا استعمال تمہارے بزرگوں کا منشا نہ تھا۔ تم غلط سمجھے ہو۔ اپنی نافہمی کے اعتراف کرنے میں ندامت نہ سمجھو

گائے کو بے شک گوماتا سمجھو مگر پھر خدا اپنی

اصلی ماں سے بھی ایک مویشی کو

زیادہ رتبہ نہ دو۔

باب دہم

مُوتراشی

[مونڈن]

کانیتر کے بعد بچہ کی رسم مُوتراشی ہوتی ہے۔ جو مونڈن کہلاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں لڑکے کے پانچ سال سے سات سال تک اور بعض میں کم و زیادہ سالوں تک اسکو ادا کرتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں نہائت مختصر رسم ہوتی ہے اور بعض میں تکلّف اور مصارف زیادہ ہوتے ہیں بعض کسی کنوئیں پر اور عموماً سیتلا کے تھان پر مُوتراشی کیجاتی ہے جو چیچک کی دیوی کا مندر سمجھا جاتا ہے۔ عموماً اس رسم پر بھی اخراجات غیر ضروری ہوتے ہیں۔ فی الحقیقت یہہ ایک برہمن کے لئے رسم مذہبی ہوگئی ہے۔ اور اسپر دو چار روپیہ سے زیادہ خرچ نہونا چاہیئے۔ بعض اصحاب ایسے ہی خفیف خرچ پر اکتفا کرتے ہیں۔ مگر آسودہ صاحبان اسپر بھی اپنا فخر دکھلانا چاہتے ہیں۔ آسودہ لوگوں میں اسپر اکثر اوقات تقریباً ۵ یا ۱۰ خرچ ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو کسی بڑے شہر کی سکونت کی حیثیت ہو تو اسکو برادری کی دعوت بھی کرنی پڑتی ہے

[بال کیوں مونڈتے ہیں]

مونڈن کی رسم پر (جسے پنجابی بھدن کہتے ہیں) بچہ کے سر کے بال منڈوائے جاتے ہیں اور ایک چوٹی صرف باقی رکھی جاتی ہے۔ زنار بندی اور کریا کرم کے وقت بھی بال منڈوائے جاتے ہیں۔ ہمارے بہت سے ناظرین ہمارے ہم مذہب اور ہم قوم غالباً متعجب ہونگے کہ کیوں ضروری رسمیات پر بال مونڈے جاتے ہیں۔ بعضے آریا سماج کے ممبر یہہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ مونڈن پر بال اسلئے منڈوائے جاتے ہیں کہ اس امر میں بچہ کے بال مونڈنے سے بالوں کی مسامیں کشادہ ہوتے ہیں مگر ہمکو یہہ وجہ معقول معلوم نہیں ہوتی۔ اس وجہ کی تائید کسیطرح سے نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کیوں زنار بندی اور کریا کرم کے وقت بھی بال مونڈے جاتے ہیں۔

ہم اس موقعہ پر دنیا کے وحشی ۔ نیم وحشی اور مہذب قوموں کی رسم موتراشی کا حوالہ یہاں دیتے ہیں
جس سے پایا جاتا ہے کہ ابتداً یہہ بھی کسی زندہ بزرگ کی عزت میں داخل تھا کہ بال مونڈے جاویں
جس سے انکسار یہاں تک دکھلایا جاوے کہ گویا متابعت غلامی کے درجہ تک پہنچی ہے ۔ اس لئے
پرانے زمانہ میں جسے غلام بناتے تھے اُسکے بال مونڈے جایا کرتے تھے ۔ چھوٹے بال غلامی کا
نشان ہوتے تھے ۔ رفتہ رفتہ متوفی بزرگوں کے لئے بھی بال منڈا کر عزت ظاہر ہونے لگی ۔
پھر دیوتاؤں اور دیویوں کے لئے بھی وہی قاعدہ جاری ہوگیا ۔ چنانچہ ذیل میں ہم مختصر حال
بعض قوموں میں اس رسم کی اظہارِ اطاعت کے لئے مروج ہونیکا قلمبند کرتے ہیں یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ
بال مونڈنا بہت عرصہ بعد جاری ہوا ہے اُس سے پہلے انسانی اعضائ قطع کئے جاتے ہیں جسم پر
زخم کئے جاتے تھے ناک کان چھیدے جاتے تھے فصد کھولتے تھے یا چند قطرات خون کسی عضو
سے نکالتے تھے جس سے اطاعت ظاہر ہوتی تھی بعض انمیں سے اب بھی جاری ہیں ۔ بال مونڈنا اُنکا بقیہ رہگیا ہے
از قوموں میں بال مونڈنا | فجی قوم میں اگر کسی سردار قوم کی آؤبھگت منظور ہوتی ہے تو سب ماتحت اپنے بال کتر دیتے ہیں ۔
انگلستان میں بھی بہت پرانے زمانہ میں یہہ رسم جاری تھی ۔ بادشاہ آرتھر کی روائتوں میں یہہ
درج ہے کہ ماتحتوں کی داڑھیوں سے چوغہ تیار ہوتے تھے ۔ فرانس لوگ پانچویں صدی میں بھی کسی افسر کے
آنے پر ماتحت اپنی داڑھی کے چند بال اُکھاڑ کر نذر کرتے تھے ۔ کارب کے غلاموں کے بال ہمیشہ
کاٹے جاتے تھے ۔ یونانی اور رومن اپنے غلاموں کے بال کاٹ دیتے تھے ۔ امریکہ میں بھی
انگریز قوم کے داخل ہونے سے پہلے ایسا ہی ہوا کرتا تھا ۔ جاپان میں ابتک شاہ کی حجامت
(جسکو میکاڈو کہتے ہیں) جب وہ جاگتا ہو نہیں ہوتی اور اُسکے سوتے ہوئے حجامت کیجاتی ہے
تاکہ وہ غلام نہ سمجھا جاوے ۔ جب بال منڈانے اظہار عزت ہے تو اس سے بزرگوں کی عزت
متصور ہونے لگی ۔ ڈیکاسٹہ قوم میں مرگ پر بال مونڈے جاتے ہیں صرف ایک چوٹی باقی
رکھتے ہیں اسیطرح کارب قوم میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے ۔ یونانی اور رومن بھی ماتم پر
بال مونڈتے تھے کسی بڑے آدمی کی وفات پر فوجیں سر منڈاتی تھیں ۔ یہودی بھی اپنے سر کو

کیا کرتے تھے اور بعض داڑھی کے حصے منڈا دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہہ عزت دیوتاؤنکو دیگئی اور

اُنکو سپرد اظہار مشابہت میں بال منڈانے لگے۔

مہذب قوم یونانی لڑکے کے بال مونڈکر دریا کے دیوتا کو چڑہایا کرتی تھی چنانچہ بعض ہندو کنوئیں

پر مونڈن کرتے ہیں۔ رومن قوم بھی اسطرح سے لڑکوں کے سر منڈوا کر بال کسی دیوتا کو چڑہایا کرتی

تھی۔ یہودی قوم بھی جو اپنے خدا کے ساتھ بہت ہی قریب رشتہ بیان کرنے کا فخر کرتی رہی ہے

گویا اپنے آپ کو منتخب قوم سمجھتی تھی۔ سر منڈانے سے خالی نہیں تھی۔ توراۃ میں لکھا ہے

"۸۰ برس کے بڈے اپنی داڑھیاں منڈا کر اور اپنے گریبان چاک کرکے اور اپنے ہاتھ میں خوشبودار

چیزیں اور تحائف (جو ہندوؤں کی دہوپ اور ساگری کے مقابل سمجھنی چاہئے) اپنے خدا کی بیت اللہ

میں حاضر ہوئے" جس سے پایا جاتا ہے کہ یہودی بھی بال منڈانے سے اپنے خدا کی عزت سمجھتے تھے

قوم عربی بھی محمد صاحب سے پہلے سر منڈانے اور داڑھی منڈانے میں پرستش سمجھتی تھی

پیرو قوم میں یہہ رسم تھی کہ آنکھونکی پلک اور ابرو کے بال اکھاڑ کر سورج دیوتا کو نذر کیے جاتے تھے

کیا ہندوؤں نے اور انسانی قوموں کیطرح سے مختلف مرحلوں سے گذار نہیں کیا ہے؟ بیشک بال منڈانے

اسطرح سے ہمیں رائج ہوئے جو اور قوموں میں بھی رائج ہوئے اور ابتک ہیں۔ بچوں کیلئے چیچک بڑی

خوفناک تھی اور ہندوستان میں اسی لئے مونڈن سیتلا کے استہان پر ہونے لگا۔

زنار بندی پر بھی بال دیوتاؤنکی نذر کیے جاتے ہیں۔ اور ماتم پر بزرگونکی عزت اسیطرح ہوتی ہے

ممکن ہے کہ زمانہ آوے کہ ہندو قوم اعلیٰ مرحلہ تہذیب کو پہونچے یا اگر وہ کبھی تہذیب کے اعلیٰ درجہ تک پہونچکر

پھر توہمات میں پڑی ہوئی ہے تو اپنی اصل حالت تہذیب پر عود کرے لیکن وہ زمانہ ابھی بعید ہے

فی الحال رسم موتراشی بھی جزو مذہب ہنود بن گئی ہے۔ ہمارا منشا اس تحریر سے

اصلاح مذہب نہیں ہے۔ پس اتنا لکھکر اکتفا کرتے ہیں کہ مونڈن کا

خرچ اندازہ سے زیادہ بڑھا ہوا

ہے۔

ہندوؤں کا مونڈن

باب یازدہم

زُنار بندی

موُنڈن کے بعد زنار بندی ہوتی ہے - یہہ رسم پنجاب کی دیگر قوموں میں نہائیت ہی کم خرچ سے ہوتی ہے - ہندوستان کی قوموں کا حال ہمکو معلوم نہیں ہے مگر غالباً اپنی قوم کے اخراجات کا خیال کرکے ہم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ ضرور دیگر ہندو اقوام ہندوستان میں زنار بندیکا خرچ زیادہ ہوتا ہوگا جن سے ہماری قوم نے نقل کی ہے اور غالباً ہندوستانی قوموںکے اخراجات پر کچھ زیادتی کشمیری پنڈتاں نے کردی ہے - وہ جانتے ہیں کہ بہت عادات میں تو مسلمانوںکی تقلید ہے - اس خاص رسم پر جہاں بقول مستورات ہندو بنتا ہے زیادہ خرچ اس مصلحت سے ہو کہ ہندو دہرم کی پیروی من وعن ظاہر ہو - ورنہ کشمیر میں تو زنار بندی پر برائے نام خرچ ہوتا ہے - زنار بندی کے سارے بازیچہ اطفال ہیں یہہ دکھلایا جاتا ہے کہ گویا لڑکا اپنے گورو کے پاس تعلیم کے لئے بھیجا جاتا ہے اور وہ اُسکو گرُ منتر دیکر جنگل کو برہم چرج کی عمر بسر کرنے کے لئے لیجاتا ہے - دہرم شاستر میں کئی درجے برہمن کی زندگی کے درج کیئے ہیں اُنمیں ایک وہ زمانہ ہے کہ وہ اپنے گورو سے تعلیم پاکر دنیاداری کے علائق سے پاک رہکر تحصیلِ علوم کرے اور فقیرانہ زندگی بسر کرے - مگر اب تو نہ وہ گورو رہے اور نہ وہ جنگل رہے - اور نہ پُرانے علوم کی ضرورت رہی اور نہ دنیاداری کے علائق سے کیفیت علیحدگی ہوسکتی ہے اب عرصہ ہوگیا کہ برہمن پُرانے طریق سے زندگی بسر کرنیکے قابل نہیں - اب برہم چرج بجائے چند سالونکے چند دنوں میں ختم کردیا جاتا ہے - اس دو دن کے برہم چرج کو بھی ایک مضحکہ بنا دیا گیا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں اسقدر خوشی اس موقعہ پر کیجاتی ہے جبکہ ایک پُرانی رسم کی محض نقل طفلانہ کرنی فی الحقیقت مقصود ہوتی ہے - دہرم شاستر کا برہم چرج دہارنا تو اب سالہا سال بلکہ صدیوں سے موقوف ہوگیا ہے اور بجائے اُسکے اب اگر اُسکی یادگار قائم کرنیکی

غرض ہو اِس رسم کو تمثیلاً اپنے مذہبی خیال کے قایم رکہنے کے لئے کیا جاوے تو صرف جگ کرنا اور دو تین روز کا برہم چرج کا نمونہ دکہلانا کافی ہے - مگر جو کچھ فی الحال ہوتا ہی اُسکو ہم مختصراً بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ مذہبی رسوم کے ساتھ بیجا خوشی کے ولولے کسقدر تکلف شامل کر دیا ہے - مثل شادی یعنی ازدواج کی رسوم کے لڑکے کو نوشہ بناتے ہیں پہلے اُسیطرح مہندی کی رسم ہوتی ہے - اُسپر برادریکی دعوت ہوتی ہے قطع پارچات کی رسم ہوتی ہے اور جگ پر اُسی نوشہ بننے والے لڑکیکو فقیر بناتے ہیں - ہرن کی کہال یا اُسکا ٹکڑہ اُسکو پہنایا جاتا ہے - ایک رسی اور سوتی زنار اُسکے گلے میں ڈالا جاتا ہے - اور ایک لکڑی اسکے ہاتھ میں دیکر ایک تہالی بطور کچکول اُسکو دیجاتی ہی (جو اگر نقرئی ہو تو بہت مستحسن ہی) - وہ اپنے گورو کیلئے اپنے عزیزون اور حاضرین قوم سے گدائی کرتا ہے اور بہکشا یعنی بہیک مانگتا ہے جہاں رسی اور سوتی زنار اُسکے تن پر ہوتا ہے وہیں ایک طلائی زنار اُسکے زیب بدن ہوتا ہے جو ماموں صاحب لاتی ہیں - یہہ زنار طلاء اسلئے غالباً رکہا گیا ہے کہ طلاء دولت کا نمونہ ہی اور گویا جتلایا جاتا ہے کہ ماموں صاحب نی زہد و تقویٰ و فقر کو دنیاوی دولت کے لالچ سے مغلوب کرکے لڑکے کی طبیعت کو بدل دیا ہی -

جہاں ایک لنگوٹی بندہوائی جاتی ہے اور ایک ہلکی گلابی رنگ کا کورتہ پہنایا جاتا ہے جو فقراء کے بہگوے کپڑوں کے بجائے ہوتا ہی وہیں گلے میں کنٹھے اور ہاتھوں میں کڑے سونے کے چوڑیاں اور لباس فاخرہ پہنایا جاتا ہے - اور فقیر بنکر جب صاحبزادے گہر سے نکلتے ہیں تو ہاتھی گہوڑے اور جلوس برات شامل ہوتا ہے - فقیر بنکر گہر سے نکلنے سے پیشتر کلغی اور سہرہ اور جیغہ اُسی فقیر اور گدا کے زیب کیا جاتا ہی (گو وہ عموماً عاریتاً لیا ہوا ہوتا ہے) اور ایک خلعت مثل خلعت شاہانہ اُسکے زیب تن ہوتا ہے - گورو صاحب ہمراہ ہوتے ہیں - اور خود معہ اپنے شاگرد کے کسی ہاتھی یا مکلف بگہی پر سوار ہوتے ہیں آگے آگے تخت رواں و باجے گہوڑے گاڑیاں اور اُنکے ساتھ کل اہلِ برادری لباس پر تکلف پہنے ہوئے چلتے ہیں اور پیچھے اُنکے ایک فقیر شاہانہ لباس میں جاتا ہے پوچھئے کہاں چلے ہیں اور کیا کرنے چلے ہیں صاحبمن یہہ اپنا گہر چہوڑتے ہیں - تعلقات دنیوی ترک کرتے ہیں اور فقیرانہ زندگی بسر کرکے تحصیل علم کرنے

چلے ہیں - راستہ میں کسی ندی یا دریا پر سند سیا کرینگے - اب سنئے کہاں جاتے ہیں اور کیا حاصل
کرکے آتے ہیں - چنانچہ کسی نالہ یا لب دریا پر سند سیا کرائی جاتی ہی اور ماموں صاحب ہمراہ ہوتے
ہیں اور جنکی نسبت یہہ خیال کرلیا جاتا ہی کہ وہ لڑکے کی ماں کی حسب ہدائت اور لڑکے کے باپ کی
رای کے مخالف متعلم کو شادی کا وعدہ اور ترغیب دیکر پھر گھر لے آویں گے کیونکہ ماں کو مفارقت گوارا
نہیں ہوتی چنانچہ سند سیا ہوکر خود بخود ساری برات واپس آتی ہی - اور متعلم و گورو دونوں واپس
چلے آتے ہیں - لڑکا اس ساری دل لگی کو سوائے تماشے کے اور کچھ نہیں سمجھتا ہے - بلکہ وہ چند
الفاظ گائیتری کے منتر کے جو اُسکو خفیہ کان میں جگ کے موقعہ پر سنائے جاتے ہیں - اور
جسکی نسبت ہدائت ہوتی ہی کہ کسی کے سامنے نہ پڑھے وہ تیسرے دن اُسکو بھول جاتے ہیں
دوسرے روز **کشنگل هوم** ہوتا ہے جو آخیری سین ہے - اس سی غالباً مراد یہہ ہوتی ہی - کہ
طالب العلم اپنے گھر میں رہکر رسوم مذہبی یعنی ہون وغیرہ کرتا رہے - اور گھر میں ہی تعلیم پاتا رہے
کشنل ہوم اور واپسی برات سی پہلے جن دنوں میں زنار بندی کی کارروائی ہوتی رہتی ہی گورو حسب منشا
جگ پر پستک پڑھتے رہتے ہیں - اور پوجا ہوتی رہتی ہے - اور بڑے زور سی اپنے حقوق
دکھشنا اور لباس وغیرہ کے لئے متقاضی و مُصر ہوتے ہیں - اُدھر مستورات شیرینی کے تقسیم میں
مصروف رہتی ہیں اور لباس فاخرہ اور قیمتی پہنے ہوی دعوت برادری کی تکلفات کے سرانجام دہی
میں مصروف رہتی ہیں - اور بڑی خوش خوش اُس روپیہ کو فیاضی سی خرچ کرتی ہیں جو اُنکی خاوندوں
یا فرزندوں نے عرق ریزی اور محنت شبانہ روزی سی کمایا تھا - یا جنکے فرزندوں یا خاوندوں
نے بڑی دقت سی قرض لیا تھا اور جسکے بیباق کرنے میں وہ سالہا تک غلطاں اور پیچاں رہینگے -
یہہ سارا خرچ کس کام کے لئے - صرف ہندو بننے کے لئے - کیا ہندو بننے کے لئے سدا سوانگی - یا نوشاہی
فقیر کا سوانگ دہارنا ضروری ہی - البتہ اگر کوئی ہشٹریکل کمپنی برہمن کی برہم چرج سابقہ اور برہم چرج
حال کی کوئی نقل کرے - اور مختصراً دکھلائے کہ کسطرح سے حال کا برہم چرج دو دن میں ختم ہو جاتا ہی
اور سابق کسطرح ہوتا تھا تو مضائقہ نہیں ہے - برہمن کو اس نقل سی اپنا پرانہ تواریخی زمانہ یاد

آسکتا ہے۔ اور شاید اُسکو اپنی حالت موجودہ پر تاسف ہو یا اسمیں تحصیل علم کیلئے کوئی حرکت
پیدا ہو۔ مگر ہمارا خود ہی اپنی تضحیک کر کے خوش ہونا کیا فایئدہ دیسکتا ہے۔ دیگر اقوام ہندو
جو پنجاب میں رہتی ہیں ان مصارف میں بہت ہی قلیل رقم خرچ کرتی ہیں بسا اوقات تو کچھ بھی
خرچ نہیں کرتیں کیونکہ عموماً وہ زنار شادی کے موقعہ پر بلا خرچ مزید ڈالدیتی ہیں۔ ہمکو معلوم ہے
ایک اچھی ریاست کے ایک کھتری دیوان و رکن اعظم نے ایک لڑکے کی زناربندی پر صرف
[illegible] خرچ کیا تھا اور اُسپر اُسکا پروہت خوش خوش گیا تھا۔ البتہ اسقدر کہنا ہمارا فرض ہے
کہ جب تک کوئی قوم ہندو ہے اُسکو ہندو دہرم پر قایم رہنا چاہیئے ورنہ اُسکو دوسری ملت اختیار
کرنی چاہیئے۔ دہرم شاستر میں زناربندی ایک ضروری مذہبی رسم ہے جیسا کہ عیسائیوں میں
بپتسما سے عیسائی بنتا ہے۔ ویسا ہی ہنود میں زناربندی سے ہندو بنتا ہے۔ اِس لئے لازم آیا
کہ اس رسم کو ہم متروک نہیں کر سکتے۔ گو راقم سطور کا ذاتی عقیدہ مروجہ ہندو مذہب کے بارہ میں کچھ ہی
اُس سے سروکار نہیں ہے مگر وہ ہر طرح سے اُن صاحبان کو قابل عزت سمجھتا ہے جو اپنے مذہب پر عقیدہ رکھکر
اُسپر عمل کرتے ہیں۔ اُنکے عقیدہ میں دست اندازی کرنا کسی کا استحقاق نہیں ہے۔ وہ اصحاب جو
ہندو دہرم کا پورا پورا عقیدہ رکھتے ہیں اِس امر کو مانینگے کہ جلوس برات و تکلفات اور مصارف
زناربندی جو اب رائج ہیں وہ مذہبی رسم زناربندی کے لئے ضروری نہیں ہیں اور نہایت فضول
طور پر اُسمیں آمیزش کر گئے ہیں۔ مذہبی رسم تو فقط اسقدر ہے کہ گورو لڑکے کو ہندو بنا دے اُسکو سندھیا
پوجا سکہا دے اور اعمال نیک اور فرائض مذہبی کی اُسکو ہدایت کرے جو برہمن کیلئے ضروری ہیں۔
علم دینیات سے اُسکو آگاہی دے جس سے وہ پاک زندگی بسر کر سکے۔ اس تعلیم کے لئے پُرانے زمانہ میں
اپنے گھر سے باہر چند روز رہنا ضروری تہا۔ یہاں تک یہہ بیشک بلحاظ مذہبی عقیدہ کے قابل خوشی ہے
کہ لڑکے کو زناربندی سے ہدایت نیک ہوتی ہے۔ پنجاب میں اوسط درجہ کی آمدنی کے لوگونکی خلاصی ایکہزار
روپیہ سے کم میں نہیں ہوتی۔ یہہ ہدایت کتنی گراں پڑتی ہے۔ اِس سے کمتر آمدنی کے لوگ کسی صورت سے
سات سو روپیہ سے کم خرچ نہیں کرتے اور اچھے آسودہ حال لوگونکے یہاں تو [illegible] ہزار تک کی

نوبت پہونچتی ہی - کیا دیگر اقوام ہمپر تمسخر اور طعن کرنے کی وجہ نہیں رکھتی ہیں جب وہ دیکھتی ہیں کہ خواندہ فہمیدہ اور مہذب لوگوں میں اس بے تمیزی سے ایک محض مذہبی رسم پر اسقدر خرچ ہوتا ہی ہماری التماس ہی کہ زنار بندی کے مروجہ اخراجات حد سے زیادہ اور ناقابل برداشت ہیں - بڑی بھاری کمی کرنیکی ضرورت ہی - کیونکہ یہہ اخراجات محض فضول اور زیر بار کرنیوالے ہیں - البتہ گوروجی کی فیس بہت کم ہونی چاہئے - کہ انکی فرقہ کا قیام ہم لوگونکی مدد پر حصر رکھتا ہے - گو ہمنے منع نہیں کیا ہی مگر وہ خود ہی دیگر اقوام ہنود سے متنفر رہکر انسے کچھہ مفاد نہیں اٹھاتے اور جبتک یہہ خیال ہماری گور و صاحبان کے دلوں سے رفع نہیں ہوتا کہ اور ہندو قوموں سے حق الخدمت لینے میں کوئی عیب نہیں ہے تب تک انکی فیس نہایت ہی کم کرنا انکو بہت انگیختہ کردیگا - ہم اس اصول کے قائل نہیں ہیں کہ ہماری قوم کے لئے کوئی رقوم اخراجات مقرر ہوجاویں کیونکہ ہمارا خیال ہی کہ کسی قسم کا مقرر کرنا ہی خود ترقی اور اصلاح کا مانع ہی کبھی رقم مقررہ پر تعمیل نہیں ہوسکتی - گو وہ امیر کو بعض اوقات ہلکی معلوم ہوتی ہے غریب کو وہی زیادہ معلوم ہوتی ہے اور ہم کسیکو کسی خاص قسم پر پابند کرنیمیں ایک قسم کا جبر خیال کرتے ہیں اس لئے ہم یہہ سفارش کرتے ہیں کہ بعض رسوم ہی قطعاً بند کردیجاویں - تاکہ انکی اخراجات خود ہی بند ہوجاویں اور غریب امیر دونکو کفایت رہی - اور بعض میں قوم خود ہی کمی کرے - مثلاً ہم یہہ سفارش کرتے ہیں کہ برات و جلوس اور توشہ بنانا - لباس وغیرہ یعنی گوٹہ کناری کے کپڑے لڑکی کے لئے اور اسکے عزیزونکی لئے بنانا موقوف کرنا چاہئے - برادری کی دعوتیں شیرینی و میوہ خشک کی تقسیم - دختران خاندان کے نذرانے قطعاً بند کردی جاویں گوروجی مہاراج کے لئے جوڑی بھی موقوف کرنی چاہئیں - نقرئی امن ہرو (یعنی وہ چمچے جس سے ہون کی موقعہ پہ سامگری یعنی شکر و کول گٹے و روغن زرد آتشکدہ میں ڈالتے ہیں) اور نقری تہالی موقوف کرنی چاہئے - بھکشا جاری رکھنے میں ہرج نہیں ہی کہ چھوٹی چھوٹی رقمیں اہالیان برادری کو بطور خیرائت دینی ناگوار معلوم نہیں ہوتیں - گوروجی مہاراج کو ایک معمولی رقم فیس دینے میں چنداں خرچ نہیں ہی گو وہ بھی آہستہ آہستہ کم ہونی چاہئے - غرض زنار بندی کو زنار بندی سمجھنا چاہئے نہ کہ شادی -

غور کرنا چاہیے کہ ہمارے بزرگوں کا جنہوں نے زنار بندی کی رسم قایم کی تھی اس رسم سے کیا مدعا تھا - ہندو دھرم کے مطابق زنار بندی سے انسان نیا جنم پاتا ہے یعنی اس سے مراد ایک خاص درجہ فضیلت مذہبی میں داخل ہونے سے لیگئی ہے - بانیان مذہب نے زنار مذہبی خیال سے جاری کیا ہوگا - پارسی قوم زنار پہنتی ہے اور انکی مذہب میں اسمیں دو تہاگوں کی یکجا گرہ ہوتی ہے ایک تہاگہ رحمان کی یادگار ہوتا ہے دوسرا ایزدان کی یادگار ہوتا ہے - ہندوؤں کا یگیوپویت کا دھاگا ایک دوشیزہ ناکتخدا لڑکی سے کتوا کر تین تار بنائی جاتی ہیں اور ایک گرہ اسمیں لگاتے ہیں جسے برھم گنٹھ بولتے ہیں - کیا تعجب ہے کہ ہندوؤں کی تثلیث برہما بشن شیو تینوں کے لیے یہہ تین تہاگے مقرر ہوں - شادی ہونے پر ایسے تین اور تار شامل ہو جاتی ہیں -

دنیا میں علم عرصہ سے مذہب والوں کے ہاتھ میں رہا ہے اور علمی فضیلت انہیں لوگوں کو حاصل رہی ہے جو علم دینیات والاہیات کے شغل میں رہے ہیں - خالص علم مذہب کے ساتھ مخلوط ہوتا رہا ہے - اسیطرح سے ہندو دھرم کا حال رہا - اکابران ذی علم ہر کہ دمہ کو علم کے خزانہ پر دست رس نہیں ہیں بہت بخیل ہے ہیں - منتر کان میں پہونکے جاتے تھے اور انکو علانیہ پڑہنے کی ممانعت تھی زنار اس طرح سے ودیارتھی یعنی طالب العلم کا نشان تہا - یورپ کے یونیورسٹیوں کی تواریخ پڑہنے سے معلوم ہوگا کہ وہاں بہی علم ہمیشہ مذہب والوں کی قدرت میں تھا - اور آجکل کے یورپ کی یونیورسٹیوں کے ھوڈ - گون وغیرہ جو طالب العلموں کے زیب تن ہوتے ہیں انہیں علامات کا بقیہ ہیں جو مذہبی اور علمی فضیلت کی سند ہوتی تہیں -

اس ساری بحث کا نتیجہ یہہ ہے کہ رسم زنار بندی جو ہندوؤں میں اب رائج ہے وہ ایک علامت صرف اس امر کی رہگئی ہے کہ زنار پہنے والا ہندوؤں کی اعلی ذاتوں میں سے ہے اسپر اتنی دہوم اور طمطراق بیسود ہے - اس دہوم دہام کے بعد ہندوستانی ہندو رفع حاجات کیوقت یگیوپویت کو کان پر رکھکر اُسکی عافیت عزت اتبک ادا کرتے ہیں - پنجابی صاحبان اتنا بھی نہیں کرتے - وہ اس کو کبھی باندھنے کے کام میں لاتے ہیں - کیوں نہ ہو انکو یگیوپویت کیسا ارزاں حاصل ہو جاتا ہے -

باب دوازدہم ۱۲

ازدواج یعنی شادی

زناربندی ہوجانے سے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ لڑکا برہم چرج ختم کرچکا - اور خواہ وہ اپر پرائمری کی جماعت میں پڑہتا ہو سمجھا جاتا ہے کہ لڑکا تحصیل علوم کرچکا اور شادی کے قابل ہوگیا عموماً بارہ سال کی عمر میں زناربندی ہوجاتی ہے اور شادی اُسکی دوسرے تیسرے سال ہوجاتی ہے اتنا شکر ہے کہ ہماری قوم میں دودہ پیتیوں کی شادی نہیں ہوتی ہے - اور نہ نسبت نا طفلکم مادر میں ہوتا ہے جیسا کہ پنجاب کی اور قوموں میں رائج ہے مگر ہماری قوم بھی صغرسنی کی شادی سے مستثنٰے نہیں ہے -

صغرسنی کی شادی

صغرسنی کی شادی کے قبوحات بیشمار رسالوں اور لکچروں میں معرض بحث میں آچکی ہیں اور وہ دلائل جو اُسکی مخالف پیش کیجاتی ہیں اب اس درجہ تک عام ہوگئی ہیں کہ بچہ بچہ جانتا ہے - مگر باوجود اسکے بھی یہہ مسئلہ ہنوز حل طلب ہے کہ آیا باشندگان ہند کے بچوں کی شادی نابالغی کی حالت میں ہونی چاہیے یا کب ؟ جب یہہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر سن نابالغی میں شادی بچگان کی نہو تو اُسکا ضروری نتیجہ یہہ ہوگا کہ مرد و زن خود اپنی پسند پر شادی کریں گے - سن بلوغ کے بعد والدین کا اپنی اولاد کو شادی پر مجبور کرنیکا استحقاق ختم ہوجاتا ہے - کیا ہندوستانی یہہ رسم برداشت کریں گے کہ اُنکی گہروں میں غیر مردوں کی آمد و رفت اس غرض سے جاری ہو کہ وہ اپنے لیے بیوی پسند کرنیکے واسطے اُنکی لڑکیوں کے ساتھہ اختلاط کریں - بے تکلف ہوکر مزاج شناسی کریں اور عشقیہ چٹہیات لکہیں ؟ کیا ہندوستانی یہہ برداشت کریں گے کہ اُنکی لڑکیاں خود شوہر پسند کریں - ہمیں پورا یقین ہے کہ جسقدر شادی نابالغان ہندوستان کے ہندو قوم میں بند

صغرسنی کی شادی

ہوگئی اُسی روز سے والدین کی حکومت اپنی اولاد کی شادی کرنے میں ختم ہوجاویگی۔ اُنکی صرف
صلاح کاری باقی رہجاویگی۔ اور اُس مرحلہ تک پہونچنا ہوگا جس مرحلہ تک یورپین قومیں پہونچی
ہوئی ہیں۔ یعنی مرد و زن اپنی مرضی سے خود شادی کرنے لگیں گے اور وہ کل قبوحات جو اسوجہ سے
سے یورپین قوموں میں رایج ہیں اس رسم کے ساتھ ہی ہندؤں میں داخل ہوجاوینگی۔ کنوارے
مرد و عورت کی بے روک اختلاط سے جو نتایج ہونے چاہئیں وہ پیدا ہونگے اور جوش جوانی کی عمر
میں جو ناتجربہ کاری کیوجہ سے نامناسب ازدواج ہوجایا کرتے ہیں بہت سی شادیوں کو ناخوش اور
منغص کرینگے۔ بلکہ یورپینوں کی نسبت زیادہ بدمزگی ہونیکا اندیشہ ہے کیونکہ ہندؤں کی شادی
ناقابل انفساخ ہوتی ہے اور طلاق کی قانوناً اس اصول مذہبی پر اجازت نہیں ہے کہ شادی سے دوامی
و روحانی رشتہ قایم ہوجاتا ہے۔

دوسرا پہلو بھی دیکھنا چاہیے کہ اگر نابالغی کی عمر کی شادی کی رسم اسیطرح جاری رہی تو اسکے قبوحات
تو نظر آرہے ہیں اور روز بروز محسوس ہورہے ہیں۔ ہندؤں کی نسل کمزور ہوتی جاتی ہے ہزارہا
بچے قطرتاً تندرست پیدا نہیں ہوتے۔ اُنکی بیماریاں اُنکے بلوغ کے قریب ظہور میں آتی ہیں۔
اور شادی بلوغ سے پہلے ہوجاتی ہے انجام یہہ ہوتا ہے کہ ہزارہا بیوہ ہوجاتی ہیں۔ بعض تو بہت ہی
کم عمر میں بیوہ ہوجاتی ہیں۔ اور دوسری جانب یہہ ہوتا ہے کہ ہزارہا لڑکے بیویوں کے قبل از وقت
مرجانے سے پھر شادی کے محتاج ہوجاتے ہیں۔ ازیں قبیل سینکڑوں قباحتیں شادی صغرسنی میں
موجود ہیں۔ دراصل کوئی رسم ازدواج کی ایسی نہیں ہوسکتی جسمیں کوئی نہ کوئی خرابی نہو۔ سوال
یہہ ہے کہ کمتر خرابی کس میں ہے۔

اس کا جواب نہایت مشکل ہے۔ غالباً بتدریج ہندؤں کا بھی میلان کچھ عرصہ گذر کر یہہ ہوجاویگا کہ صغر
سنی کی شادی بند ہونی چاہئے۔ مگر ابھی اس بات کو بہت عرصہ چاہیے۔ تاریخ ہندسے پایا جاتا ہے کہ ہندؤں
میں بھی ابتدا میں شادی سن بلوغ پر پہونچکر اپنی پسند پر ہوا کرتی تھی غالباً اسکے نقص معلوم ہوئے
مگر اسکا علاج نہوسکا اس لیے صغرسنی میں شادی شروع ہوگئی جو اب صدیوں سے جاری ہے۔ اب اسکو

نقصان بھی محسوس ہونے پر پھر ابتدائی حالت پر عود ہوگا - غالباً ہندوستان کی قوموں میں کورٹ شپ جاری ہونی دستور ہے کشمیری پنڈت بھی علیٰ ہذا اس درجہ تک بڑھنے کو تیار نہیں ہیں - اس لئے زیادہ سے زیادہ بالفعل صلاح یہہ ہوسکتی ہے کہ شادی کے لئے عمر کسی قدر بڑھا دیجاوے - اور لڑکوں کے لئے ۱۶ سال اور لڑکیوں کے لئے ۱۴ سال شادی کیلئے بڑھا دی جانی چاہئیے ہے - یہہ بھی قابل غور ہے کہ بعض اُن لڑکوں کی شادی کردینا جو اپنا آپ بوجھ اُٹھانے کے ہونہار معلوم نہیں ہوتے اُنکے ساتھ سخت ظلم کرنا ہے اور اُنکی زندگی تلخ کرنا ہے - ہم کسیقدر اپنے مضمون کو احاطہ سے تجاوز کر گئے ہیں اس لئے اتنا کہکر کفایت کرتے ہیں کہ شادی صغر سنی نیچر کے برخلاف ہے - اور قبل بلوغ کی شادیوں میں بد انتظامی سے چند نقص ہوں - مگر جو نقصان عظیم کسی قوم کی نسل کمزور ہونے سے ہوتے ہیں اُسکے ہم پلہ کوئی بھی نقصان نہیں ہوسکتا - البتہ سن بلوغ کی خود مختار شادیوں کیواسطے فرقہ نسوان کو جہالت کی حالت سے نکالکر اُس بے احتیاطی اور بیہودگی سے بچانے کیلئے اُنکو مصلح کرنا پڑیگا جو اُنکی سادگی اور کم عقلی کے باعث سے اُنسے ظہور میں آنی بعید نہیں ہے

بالفعل ہم یہہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کشمیریوں کے بیاہ کی موجودہ رسوم اور اُسکے اخراجات میں کہانتک اصلاح کی ضرورت ہے - یہہ معاملہ بھی کچھ کم مشکل نہیں ہے - ہمکو یقین کامل ہے کہ وہ عرصہ بہت بعید نہیں ہے جب ہماری قوم کے لوگ اِن امور میں اصلاح پذیر ہوجاوینگے جنمیں اُنکے کوئی مقابل فریق نہیں ہے - مثلاً رسوم سونڈن و زناربندی وغیرہ میں مگر بیاہ کی رسوم میں اصلاح جلدی نہیں ہوسکتی - گو اسمیں بھی شک نہیں ہے کہ اسمیں بھی خاطرخواہ اصلاح کسی نہ کسی وقت رفتہ رفتہ ضرور ہوجاویگی - وجہ یہہ ہے کہ بیاہ کے معاملہ میں فی الحقیقت ظاہرا پانچ فریق ہوتے ہیں اور ایک چھٹا فریق بھی کچھ کم اثر نہیں رکھتا - اوّل پسر کے والدین - دوئم اُسکے ننہال جو بڑے خسرال والے کہلاتے ہیں - سوئم دختر کے والدین - چہارم اسکی ننہال - پنجم دختران یا دیگر لواحقان جو والدین دختر او پسر کے خاندانوں سے رقوم مقررہ کے دعویدار ہیں - اور ششم برادری جسکو ہم نے سب سے آخیر پر لکھا ہے - مگر وہ سب سے زیادہ زبردست ہے ایسی اصلاح کی امید

شادی سے چھ فریق متعلق ہیں

جس سے ان ساری فریقوں میں کوئی قابل ذکر بدمزگی پیدا ہو تب ہو سکتی ہے جب یہہ سب فریق اصلاح پر رضامند ہوں یا کم از کم اصلاح کو برداشت کر سکیں جو بہت مشکل ہے۔ اور صرف اُسی حالت میں ممکن ہے جب والدین پسر و دختر کے سوائے باقی فریق اپنے معاملات میں بھی اُسی اصلاح کو پسند کریں اور خودغرضی یا نکتہ چینی کو برطرف کریں۔ ممکن ہے کہ روز بروز خیالات میں ترقی ہو اور اصلاح آسانی سے ہو سکے۔

اصلاح کس طرح سے شروع ہوگی

ہمکو یہہ امید ہے کہ اصلاح اسطرح سے شروع ہوگی کہ کسی موقعہ پر پسر اور دختر کے والدین ہم خیال ملجاوینگے اور وہ حوصلہ کر کے اصلاح کر دینگے۔ گو اُنکی ننہال یا لواحق ناراض ہیں۔ اُنکی ناراضگی بھی بعد چندی دور ہو جاویگی اور وہی رشتہ دار پھر اُسی موقعہ کو اپنے لئے نظیر قایم کرینگے۔ اسمیں شرط یہہ ہے کہ ہم خیال جانبین ہر دو صاحب حوصلہ ہوں ورنہ کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اس امر کی ہمکو کم امید رکھنی چاہئے کہ ایک فریق ایک خیال کا ہو اور دوسرا فریق دوسرے خیال کا ہو اور اصلاح آسانی سے ہو سکے۔ ہاں البتہ اگر کوئی صاحب باوجود اپنی فریق مقابل کی نارضامندی کے بھی کوئی اصلاح جاری کریں تو زہے نصیب ہمارا خیال یہہ ہے کہ اگر کبھی ایسا ہوا تو پسر کے والدین کیجانب ممکن ہے۔ دختر کے والدین کیجانب سے نہایت مشکل ہے کیونکہ دختر کے والدین لڑکی کے حق میں ایسی کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے جسمیں وہ اپنے خسرال میں دق اور ناخوش ہے۔

افسوس ہے کہ ہماری برادری ایسی پرلے درجہ کی نکتہ چیں اور عیب جو ہے کہ اصلاح کے نام سے بھاگتی ہے اور اگر کوئی اُسمیں سے قدرے مبادرت کرتا ہے تو اُسکو تقویت دینے کے بجائے اُسکا ٹھٹھا اُڑاتی ہے اُنکی مضحکہ کی پرواہ کرنا اپنی بے عقلی ہے قوم خود ہی رفتہ رفتہ رضامند ہو جاویگی۔ اُن کو فرداً فرداً اسی قسم کی نوبت آنیوالی ہے دلمیں سب کہہ دمہ نالاں ہیں گو بظاہر وہ کچھ ہے کیوں نہ کہیں۔

مستورات کے احکام کی پابندی

شاید ہندو میں کوئی بھی ایسی قوم نہیں ہے جو اپنی مستورات کے احکام کی اسقدر پابندی اور پیروی کرتی ہو جسقدر کشمیری پنڈت کی قوم ہے۔ ہماری قوم میں قانون رسوم مستورات کی زبان پر منحصر

رکھتا ہے۔ کسی مرد کے پاس سوائے خاص اصحاب کے جنکو بہت کاروبار کرنے پڑتے ہوں یا جو شخص چودھری
بننے کا اشتیاق رکھتے ہیں کوئی بیا کسی رسم کی رقوم ادا کرنیکا نہیں ہوتا ہے۔ اُسکی صلاح کار وہ کم
عقل مستورات ہیں جنکی خمیر میں خود نمائی اور خود پسندی اور فضول خرچی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے
اور جو فضول خرچی کی مردونکی ناک کٹنے سے بچانے کیلئے نہایت ہمدردی سے سفارش کرتی رہتی ہیں۔ آج کل
اگر کوئی نوجوان اپنی بیوی کو کسی اصلاح پر آمادہ کرلیتا ہے تو اُسکی والدہ صاحبہ نہیں مانتیں۔ اگر والدہ
صاحبہ رضامند ہیں تو ہمشیرہ صاحبہ نہیں مانتیں۔ اگر ہمشیرہ صاحبہ مانتی ہیں تو پھوپھی صاحبہ نہیں
مانتیں۔ و علی ہذا۔ اگر سب گھر کی مستورات رضامند بھی ہو جاویں تو اُس کے اور لواحق اور رشتہ دار
عورتیں واویلا اور طعن کرکے اصلاح کی تجویز کو توڑ دیتی ہیں اور آخر وہی ہوتا ہے جو اُنکی نالائق رائے قرار پاوے
مرد ناچار اپنی بزدلی کی وجہ سے مجبور اور اُن کم عقلونکے محتاج مثل جانور کے اُنکے آگے جو ناچ وہ نچاتی ہیں ناچتے ہیں
وجہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کشمیری قوم کے مردوں میں مارل کریج یعنی رائے اور عمل کا حوصلہ نہیں ہے
جسمانی شجاعت تو درکنار اپنی رائے کی شجاعت بھی نہیں ہے کشمیری کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ خواہ وہ عیاش
ہو خواہ نیک معاش ہو اپنی عورتوں کے سامنے معذور ہے۔ اُسکی طبیعت میں حُسن پرستی ہے مستورات اُسپر
عجیب اثر رکھتی ہیں۔ جو کشمیری عیاش ہیں اور اپنی عورتوں سے مانوس نہیں ہیں وہ بھی رسوم کے معاملہ میں
زن مرید ہیں۔

مردوں کے خیال صحیح ہونے چاہئیں

مگر ہمیں باوجود اسکے یہی یقین ہے کہ مستورات کے خیالات صرف مردونکے خیالات کے آئینہ ہوا کرتے ہیں۔ اسوقت جو مستورات کے
خیالات ہیں وہ پرانے زمانہ کے مردونکے خیالات کا آئینہ ہے۔ نئے زمانہ کے مرد بتدریج اُنہیں اپنے نئے خیالات اثر پذیر کرینگے۔ اور اگر قدرت
نے اس قوم کی ہستی کو قائم رکھا تو ہمکو یقین واثق ہے کہ عورتیں اصلاح کی سد راہ نہ ہونگی۔ ہمکو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم
مردونکے خیالات کو صحیح کرنیکی کوشش کریں پھر ہمکو یقین ہے کہ کچھ عرصہ بعد اُنکی عورتیں بھی اُسی خیال کی ہو جاوینگی۔

اگر مشکل ہے تو یہ ہے کہ مردوں ہی کے خیالات بیاہ کی رسوم میں درست نہیں ہیں۔ پُرانی اور نئی قسم کے بہت سے
ابتک ایسے مرد موجود ہیں جو لکیر کے فقیر ہیں اور ایک نئے بھائی گڑھا سا بھی نہیں سمجھتے ہیں
مگر تا بہ کے۔

باب سیزدھم

وجوہات کثرت مصارف شادی دختران

واقعی انسانوں کے عجیب خیالات ہیں - اور کشمیری پنڈتوں کے اور بھی زیادہ عجیب تر ہیں - ہندوؤں میں پسر پیدا ہوا - شادیانے بجنے شروع ہوئے - لڑکی پیدا ہوئی غم شروع ہوا - اور کشمیری پنڈت کے دلکو تو لڑکی کی پیدائش کا خاصہ صدمہ پہونچتا ہے - کیوں؟ کیا قدرت کا یہ حکم ہے کہ ہم نرینہ اولاد کی پیدائش سے خوشی ہوں - اور مؤنث اولاد کی پیدائش سے مغموم ہوں - ہرگز نہیں ہر دو پیدا ہونا ضروری ہے - ورنہ سلسلہ پیدائش قوم انسانی بند ہو جاوے - سر تی مادھو راؤ نے کیا خوب کہا ہے کہ ہندوؤں جیسی کوئی قوم دنیا میں نہیں ہے جو اسقدر خود اپنی پیدا کردہ مصیبتوں میں جن کو وہ خود روک سکتی ہے مبتلا ہو - ہماری قوم میں کیا بلکہ سب ہندو کی قوم میں دختر کی پیدائش کم و بیش باعث غم ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے بزرگواروں نے اناث کے حقوق کم کر رکھے تھے انکو مال منقولہ جیسا درجہ دیا اپنے خاندان کا کوئی جزو نہ سمجھکر انکو قابل خیرات سمجھا اور وراثت کا کوئی حق انکو نہ دیا خود کردہ را چہ علاج - جو بات خلاف قدرتی قانون کے ہوگی - اُس سے انسان پشیمان ہوگا - اور نقصان زیادہ اُٹھائیگا - گو ہندو قوم اُس اعلیٰ درجہ کی تہذیب کا دعوے کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ایسی تہذیب کسی دیگر قوم کو نصیب نہوئی ہے - مگر عورت کی ذات کو وہ کچھ فضیلت نہ دے سکی - بموجب شاستر کے شادی ہونے سے دختر کا گوت بدل جاتا ہے اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو جاتی ہے - اور اپنے اصلی خاندان سے اُسکا تعلق روحانی فسخ ہو جاتا ہے - شادی ہو جانے پر اُسکا بمقابلہ بیٹیاں حق وراثت نہیں رہتا - اور بیوہ ہونیکی حالت میں بھی ازدواج فسخ نہیں ہوتا اور ازدواج ثانی نہیں کر سکتی - لڑکا اسقدر فضیلت رکھتا ہے کہ وہ باپ کو دوزخ سے بچاتا ہے اور اُسکے ذریعہ سے باپ کل گناہوں سے پاک ہو کر بہشت کو جاتا ہے - اصل امر یہ ہے کہ لڑکا قوی ہوتا ہے - اور والدین کے زیادہ کار آمد ہو سکتا ہے

اناث کے قانونی حقوق

لڑکی قوی نہیں ہوتی اور نہ ہوسکتی ہے۔ دختر دوسرے مرد کے سپرد ہو جاتی ہے جس سے اُسکا تعلق
محبت کا ضروری ہے۔ اور لڑکا خاندان میں ایک اور عورت شادی سے لے آتا ہے جو نہ صرف خاندان
کی تعداد کو اپنی ذات سے بڑھاتی ہے بلکہ اور ممبر پیدا کرتی ہے۔ پس قدرتاً پسر کی قدر زیادہ ہونی چاہیے
تھی مگر نہ اسقدر کہ جتنی ہندؤں میں ہوگئی ہے۔ خودغرضی نے پسر کی ضرورت اِسدرجہ تک زیادہ
کردی ہے کہ ہندؤں کے مجوزان قانون نے نہ صرف تبنیت کی اجازت دی ہے بلکہ نیوگ
(جسکے دوسرے معنی زناکاری ہے) اولاد نرینہ پیدا کرانے کے لئے جایز کردی۔ گو اب رواج
نہیں رہا اور شلوکوں کی تعبیریں مختلف ہونے لگیں ہیں۔ مگر اکثر پنڈت کہتے ہیں کہ فی الحقیقت
ویدوں سے لیکر منوسمرتی تک احکام موجود ہیں کہ بیوہ اپنے خاوند کے روحانی فایدہ کے لئے بجات
نیوگ اولاد نرینہ غیر مرد سے پیدا کرا سکتی ہے۔ لیکن ازدواج ثانی نہیں کرسکتی اس سے زیادہ بےغیرتی
اور بےحیائی کیا ہوگی۔ مگر واہ رے تعصب آریہ سماج کے فی زمانہ بعض ممبر بڑے زور سے اتبک
نیوگ کے موید ہیں اور اُسکو مہذب سمجھتے ہیں۔ خیر اس مباحثہ کو ترک کیا جاتا ہے تہذیب نے آخر
نیوگ کے بجائے تبنیت قایم کردی قوم کشمیری میں تبنیت کا میدان اور زیادہ فراخ ہے یعنی یہہ کہ بیوہ کو
گو ازدواج ثانی کی اجازت نہیں ہے مگر وہ اپنے خاوند کے جدیونکی اجازت اور رضامندی کے بغیر اور
اُسکے مخالف متبنیٰ بنا سکتی ہے جس کی سینکڑوں نظیریں ہماری قوم میں موجود ہیں۔ اب یہہ ملاحظہ ہو
کہ ایک طرف تو قانون انسانی جو لڑکیوں کو ورثہ سے محروم کرتا ہے۔ اور دوسری طرف قانون قدرت جو
والدین میں تقریباً ایک جیسی محبت اپنی اولاد کے لئے پیدا کردیتا ہے۔

دونوں قوانین کی متابعت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو یہہ جانکر کہ اُنکی وفات پر اُنکی دختران
کو کوئی ورثہ نہیں ملیگا اور کل ورثہ کے مالک فرزندان ہونگے اپنی حیات میں اُنکو اسقدر دیدینا چاہتے
تھے جو اُنکے حصہ وراثت سے کم نہو۔ چونکہ حصہ وراثت کا صحیح اندازہ کسی کی حیات میں نہیں ہوسکتا
ہے۔ اسلئے والدین حتی الوسع زیادہ ہی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اسیطرح سے کثرت
مصارف شادی دختران کی رسم قایم ہوگئی ہے۔ اصلی خیال جسنے رسم پیدا کی تھی وہ تو بھول گیا اور قانون

[illegible] زیادہ [illegible]

قدرت کے خلاف ورزی نے یہہ سزادی کہ وہ رسم اب چہوٹی شکل ہوگئی نتیجہ یہہ ہوا کہ بسا اوقات بجاے دختران کے محروم الارث ہونیکے پسران محروم ہوجاتے ہیں - اب وقت یہہ ہے کہ دہرم شاستر تو بدلنے سے رہا - اور اُسکی پیروی لازم ہے - ہم اس سے زیادہ اور کیا کرسکتے ہیں کہ پہر اُسی خیال کو تازہ کریں جس سے مصارف شادی دختران زیادہ ہوگئی تہی اور اپنے دل میں یہہ خیال کرکے خرچ کریں کہ ہمارے اثاثہ کا حصہ رسدی دختر کو پہونچنا چاہیے اور اسیقدر اُسکو بے تامل دیدیں -

ہنود میں شادی دختر پر خرچ زیادہ ہوگا

جو اصحاب یہہ راے رکہتے ہیں کہ ایک نہایت قلیل خرچ سے شادی دختران کرکے اپنے گہر سے اُنکو رخصت کردیں - ہماری دانست میں وہ راستی پر نہیں ہیں اور نہ اُنکی راے کی تائید میں کبہی کامیابی ہوگی - وہ یہہ سمجہتے ہیں کہ عیسائیوں اور بہت سے مسلمانوں میں دختران کی شادی پر برائے نام خرچ ہوتا ہے ویسا ہی ہماری قوم میں خفیف خرچ ہو مگر وہ یہہ بہول جاتے ہیں کہ اور مذاہب میں دختران کیا بلکہ کل فرقہ اناث کو ایک منزلت حاصل ہے اور وہ فہرست ورثا میں داخل ہے - ہنود کیطرح اُن کے ہاں کنیا دان نہیں ہوتا ہے جسکے دان کرنے پر انسان ناپاک ہوجاوے اور پراسچت کی ضرورت پڑے جو کشمیریوں میں مروج ہے - بلکہ اُن قوموں میں بہی جہاں رواج نے قانون کو منسوخ کردیا ہے اور لڑکیوں کو محروم الارث کیا ہے اخراجات جہیز و دیگر مصارف زیادہ ہوگئے ہیں - دوسرا امر جسنے مصارف شادی دختران زیادہ کردئے ہیں یہہ ہے کہ ہنود میں بیوہ کے لئے ازدواج ثانی جائز نہیں ہے - اور والدین اُسکو زیور وغیرہ دیتے ہیں اس امر کا بہی خیال اپنے ذہن سے غائب نہیں کرسکتے کہ لڑکی بحالت بیوگی بالکل محتاج نہ رہے اور اُسکے پاس کافی استری دہن رہے جس سے وہ اپنا رتبہ اپنے خسرال میں قائم رکہہ سکے ہماری راے ناقص میں یہہ خیال کرنا کہ لڑکیونکو مثل مویشی کے حوالہ کردیا جاوے ایک بیہودہ بات ہے اور نہ ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ شادی کے موقعہ پر خواہ پسر کی خواہ دختر کی ہو کوئی نہ کوئی سامان خوشی موجود نہو - یہہ بالکل خلاف قدرت ہوگا اور ممکن نہیں کہ کل سامان خوشی موقوف ہوجاویں - ہاں البتہ اُنمیں قدرے تخفیف ہوسکتی ہے اور نہ یہہ کبہی ہوسکتا ہے کہ کوئی تعداد معین کسی قسم کے اخراجات کی مقرر ہوجاوے - کسی لوگ یہہ کیا کرتے ہیں اور ہم خود بہی کیا کرتے تھے کہ ہماری قوم کے امیر لوگ مصارف کم کریں تاکہ غریبوں کا

فایدہ ہو اور اُنکی لئے نظیر قایم ہو - مگر اب ہماری رائے بدل گئی ہے کیونکہ ایک امیر کے ساتھ گفتگو
کرنے سے ہم لاجواب ہوگئے تھے - اُس امیر کا یہ جواب تھا کہ ہم مصارف کم کیوں کریں - ہمارے پاس
روپیہ ہے ہم خرچ کریں گے - آپکا کیا حق ہے کہ آپ روکیں - اگر آپکے پاس نہیں ہے آپ خرچ نہ کریں
البتہ آپکا حق یہہ ہو سکتا ہے کہ ایسی رسوم مذموم کو روکنے کیلئے کہہ سکتے ہیں جو خلاف تہذیب ہوں ہمارا
خرچ کرنا آپکے لئے کوئی نظیر نہیں ہے ہاں اگر آپ بے حیثیت ہو کر ہماری برابری کرنا چاہتے ہیں اور برادری
میں برابر کی نیکنامی چاہتے ہیں تو آپ غلطی پر ہیں - اور اُسکا نتیجہ اُٹھائے آپ حسب حیثیت اپنے
خرچ کیجئے - اگر آپکو کوئی طعن کریگا تو وہ بیوقوف ہے اُسکی پرواہ نکیجئے اگر آپ اپنی غریبی کو چھپانا چاہتے
ہیں اور اپنے تئیں امیر کہلانا چاہتے ہیں تو یہہ بغیر تکلیف و قرض کے نہیں ہو سکتا" ہم لاجواب ہوگئے
اور واقعی امیر کا جواب معقول تھا یہہ غریبوں ہی کی غلطی ہے کہ چادر سے بڑہکر پاؤں پھیلاتے ہیں - اُن کو
مناسب ہے کہ ایک چھوٹی واہ واہ کو جو دو چار منٹ اُنکو ملتی ہے اپنے آپ کو مصیبت میں نڈالیں ـــــ
امیروں سے ہمکو کوئی توقع اصلاح کی نرکھنی چاہئے وہ اپنی ثروت کے نشہ میں سرشار ہیں البتہ
امیروں کو ہم صرف دوستانہ بطریق برادری یہہ نصیحت کر سکتے ہیں کہ وہ
روپیہ کو ضایع نکریں وہی روپیہ جو ضایع کرتے ہیں کسی اور نیک کام میں صرف
کریں - مگر ہم اپنے آرام کیلئے اُنکو اپنے برابر ہو جانے پر
مجبور کرنیکا کوئی استحقاق نہیں
رکھتے -

✣

باب چہاردہم

۱۴ نمبر

مدعاء ازدواج

[از علت غائی ازدواج]

مصارف کی تفصیل کا ہم بعد میں ذکر کریں گے - اُس سے پہلے ہم ایک امر کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ یہہ ہے کہ ہماری قوم بہ نسبت سابق ازدواج کا مدعاء غلط سمجھنے لگی ہے - پُرانے زمانہ میں یہہ دستور تہا کہ شریف اور بہلے مانس ہم حیثیت خاندان کی تلاش اپنی اولاد کے بیاہنے کیلئے کرتے تہے جانبین کے ہم حیثیت ہونے میں بہت آرام تہا - اور فی الحقیقت یہہ ہی مناسب تہا - اب والدین دختر ازدواج دختر کو اپنی بربادی تصور کرتے ہیں - والدین پسر اپنا وسیلہ آمدنی جو دو طرح کی ہے ایک یکمشت باقی جاگیر سالانہ - اب خواہ والد دختر اپنا خانمان بیچکر شادی کرے - والد پسر یہہ ہی سیر نہیں ہوتا - یہہ ایک اور بیہودہ اور کمینہ رواج اب حال میں شروع ہوا ہے کہ کسی لڑکے کی ناطہ قبول کرنے میں یہہ پوچھا جاتا ہے کہ دختر والے پہلے یہہ بتلاویں کہ کتنی تان دیں گے - تان سے مراد تان موسیقی نہیں - یہہ تان سے مراد ایک معیار ہے جس کے معنی یہہ ہیں کہ کل رسوم کی رقوم اُسی انداز سے بڑہتی جاویگی جتنے تان مقرر ہو جاویں - اسوقت جو والدین پسران ہیں کیسے خوش ہو رہے ہیں کہ کسی نہ کسی گہر پر بربادی لا کر ہم متمول بنینگے - چند سالوں تک جاگیردار بنے رہیں گے - والدین دختران اس فکر میں ہیں کہ شادی کیونکر سر انجام ہوگی - گویا اب ایک جانب شادی سبیل آمدنی ہے - اور دوسری جانب صورت بربادی ہو رہی ہے وہ پاک روحانی رشتہ جو ہماری بزرگوں نے مرد و عورت میں بظاہر دکہلایا تہا وہ یہاں آ ٹہرا کہ اب شادی صرف روپیہ کیواسطے رہگئی - کیا انگریزی تعلیم اور زمانہ حال کی تہذیب کے یہہ ہی معنے ہیں - ہماری دانست میں وہ لوگ قابل نفرین ہیں جو ازدواج کے معاملہ میں روپیہ ہی علت غائی سمجھتے ہیں -

[تازہ دولت خاندان ڈہونڈتے ہیں]

دوسرا ایک اور نازیبا رواج پیدا ہو گیا ہے - وہ یہہ ہے کہ ہماری قوم کی تازہ دولت اصحاب جنکے باپ دادا متمول نہ تہے یا جو خاندانی نہیں کہلاتے - یا جنکے باپ دادا نے کبہی کوئی رذیل پیشہ کیا ہے اور اب وہ اچہی رتبہ پر

ہیں وہ اُس خاندانی گھر میں لڑکی دینی چاہتے ہیں جو کسی زمانہ میں اچھا رہا ہو۔ خواہ اب وہ نان شبینہ کو محتاج ہو اور خاندانکی بجائے اب صرف پاندان رہگیا ہو۔ صرف اسبات کو فخر سمجھتے ہیں کہ اُنکا سلسلہ نسبت خاندانی لوگوں میں ہوگیا اور اُنکے داغ دہوے گئے جہاں طلب ہے وہاں سامان مہیا ہوجاتا ہے۔ غریب والدین پسر بیہ ڈھونڈتے ہیں کہ کوئی صاحب دولت ملے خواہ حسب نسب کچھ ہی کیوں نہو جہاں لڑکا بیاہیں اور مالدار ہوں۔

ہماری دانست میں سب سے بہتر طریقہ جو ہماری قوم کو اختیار کرنا چاہئے یہ ہے کہ سابقہ شہرت کو نظر انداز کرکے موجودہ حالت دیکھی چاہئے۔ ایسے فریق مقابل تلاش کرنے چاہئیں جن کی عادات نیک ہوں اور جہانتک ممکن ہو اپنی ہم حیثیت فریق مقابل تلاش کرنا چاہئے۔

جس سے آئیندہ اچھا نباہ ہوسکے۔ روپیہ کے لالچ یا

فاقہ مست خاندانی ہونا کسی شادی کی

علت غائی ہرگز نہونی

چاہئے

❖

باب پانزدہم ۱۵

روپیہ کے حصّے

مصارف کے مفصل ذکر کرنے سے پہلے یہہ ذکر بھی بے محل نہو گا کہ ایک عجیب لا یعنی روپیہ کے حصّے بنانے کا طریق ہماری قوم میں شادی بیاہیوں وغیرہ پر رایج ہو رہا ہے - بعض اخراجات میں تو ڈبل روپیہ (سکہ رایج الوقت) کے حساب سے خرچ کیا جاتا ہے ورنہ اکثر پنجاب میں ۸ آنہ کا روپیہ بنا کر اُسکے حساب سے رقوم فہرستونمیں دکھلائی جاتی ہیں - ہندوستان میں اکثر ۱۲ آنہ کا روپیہ اور لکھنؤ میں ۱۴ آنہ کا روپیہ بنا کر اُس حساب سے کارروائی کیجاتی ہے - ہماری سمجھہ میں نہیں آتا کہ یہہ کیا دل لگی ہے جو میزان رقوم لوازمات اور دیگر اخراجات کی ہوتی ہے وہ اس کارروائی سے کم و بیش نہیں ہو سکتی اسمیں کوئی کفایت متصور نہیں ہو سکتی لینیوالی اور دینیوالے کے نزدیک وہ روپیہ ڈبل کے حساب سے اسی قدر رہتا ہے جسقدر کہ وہ دراصل ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانہ کا روپیہ حال کے روپیہ کے وزن کا نہیں تھا - اور جس ملک میں جسقدر وزن کا روپیہ سابق میں جاری تھا وہاں وہی اب بھی وزن فرض کر کے فہرستونکی رقوم پوری کیجاتی ہیں - پنجاب کے بعض کشمیری اپنے لڑکوں کی ہندوستان میں شادی کرنی پسند کرتے ہیں - وہ جانتے ہیں کہ وہاں ۱۲ آنہ کے روپیہ کے حساب سے ملیگا اور ہندوستانی پنجاب میں شادی پسند نہیں کرتے کہ یہاں ۸ آنہ کا روپیہ ہے - کیوں اُن فہرستونکو سکہ رایج الوقت کے مطابق نہیں کیا جاتا جبکہ کل ہندوستان میں ایک ہی سکہ رایج ہے - تو اس طفل تسلی سے کیا ہو سکتا ہے جسقدر دینا ہے ڈبل روپیہ کے حساب سے دیدو - میزان تو وہی رہیگی - فرق ہے تو یہہ ہے اور یہہ ہونا بھی چاہئے کہ پنجاب کے لوگ نسبتاً کم متمول ہیں - وہ کم خرچ کرینگے - ہندوستان کے لوگ زیادہ متمول ہیں وہ زیادہ دینگے مگر اس بے معنی تمیز کی ضرورت ہی کیا ہے واہ رے رسم کی پابندی! ہندوستان کی بادشاہت بدلی اور سکہ بدلا مگر کشمیریوں کا وہی سکہ رہا جو پہلے تھا -

باب شانزدہم ۱۶

والدین پسر کے اخراجات بوقت شادی اور رسمیں۔

شادی دختراں کے اخراجات پر قوم کے لوگ اکثر نالاں پائے جاتے ہیں لڑکوں کے بیاہ کی اخراجات کیجانب کم توجہ ہوتی ہے۔ بہت لوگوں کا یہہ خیال ہے کہ پسر والے شادی میں بہت فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ مگر ہماری دانست میں اُنکو اسقدر مفاد نہیں ہوتا ہے جسقدر دختر والے سمجھتے ہیں یا کہ جسقدر عام لوگ سمجھتے ہیں۔ ہماری دانست میں ہر دو فریق اتنا ضایع کرتے ہیں کہ دونوں فریق زیر بار ہو جاتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ جس طریق سے ہماری قوم میں جب ہر دو سمدہی جدا جدا مقامات میں رہتے ہوں روانہ ہو کر دختر والے کے شہر میں پندرہ روز پیشتر معہ اپنے کل رشتہ داراں کے مقیم ہوتے ہیں اُسکا خرچ کسقدر پڑتا ہے۔

اور قوموں کی برات

پنجاب کی دیگر اقوام ہنود میں یہہ قاعدہ ہے کہ برات طیار ہو کر معہ جلوس مختصر یکجا روانہ ہوتی ہے اور اُس شہر میں پہونچتی ہے جہاں دختر والے مقیم ہوں۔ اور چند گھنٹے سرائے میں یا کسی اور جگہہ پر ٹھہر کر اُسکو دختر والے مدعو کرتے ہیں۔ برات کی آمد کے قریب دختر والے جلوس برات کا انتظام کر چھوڑتے ہیں۔ ایک دو شب دختر والے اُنکو دعوت کھلاتے ہیں۔ اور اُنکو جو کچھ دینا ہوتا ہے دیکر رخصت کرتے ہیں برات اُسی طرح سے یکجا واپس آجاتی ہے۔ براتی نہ اُس شہر کی برادری کو دعوت کھلاتے ہیں اور نہ اپنے شہر کی کل برادری کو سوائے چند اشخاص کے ہمراہ لیجاتے ہیں اُس شہر کی برادری جہاں دختر کے والدین رہتے ہوں اِس امر کو شرم سمجھتی ہے کہ وہ براتی پارٹی کی دعوت کھاویں بلکہ وہ سب مناسب طور پر میزبانان کے فرقہ میں رہتی ہے۔ براتی لگن کے بعد سیدھے اپنے شہر کو چلے آتے ہیں کیسی سہولت وکفایت سے معاملہ طے ہوتا ہے۔

ہماری قوم کی برات

برعکس اسکے ہماری قوم کی کارروائی کو غور کیجیے کسقدر طویل اور پر تکلف ہوتی ہے اور اسپر کسقدر خرچ ہوتا ہے

پسر کے والد یا خاندان کے آدمیوں کو رخصتیں لینی پڑتی ہیں اور وہ آجکل مشکل سے مل سکتی ہیں۔ وہ کم از کم پندرہ روز قبل از لگن روانہ ہوکر ایک مکان میں دوسرے شہر میں اپنی سکونت اختیار کرتے ہیں اور اُنکے واسطے کل سامان خانہ داری بہم پہونچانے پڑتے ہیں۔ پھر اقربا کی آمد شروع ہوتی ہے۔ کوئی دس کوئی پانچ دن قبل از لگن آنے شروع ہوتے ہیں اور بیس پچیس آدمی کم از کم جمع ہوجاتے ہیں اُنکی روزمرہ کی مُتکلف خوراک اور آسائش کے سامان پر کسقدر خرچ ہوتا ہے۔ قبل از لگن اُنکو ایک دو دعوتیں کل برادری کی کرنی پڑتی ہیں۔ پنجاب کی برادری دعوت نامہ پہونچنے سے پہلے آن موجود ہوتی ہے۔ اور پتلّیں باندہ کر گھر پر لیجاتیکا تو کیا ذکر کرنا چاہئے۔ دعوتوں کے علاوہ چند اور رسوم بھی ادا ہوتی ہیں جنکا آگے ذکر کیا جاویگا۔ اِن رسُوم اور دعوت کے بعد جلوس برات طیار ہوتا ہے جسمیں آرایش آتشبازی اور ناچ گھوڑے بگھیاں وغیرہ شامل ہوتی ہیں پھر سمدہیوں کے گھر پہونچکر وہاں رات کو لگن ہوا اور صبح اپنے گھر پر (اُسی شہر میں) پہونچے۔ پھر دوسرے دن سمدہ ملاوے شروع ہوتے ہیں۔ اِن موقعوں پر دختر والے پُرتکلف دعوتیں کھلاتے ہیں۔ چونکہ رخصتیں کم ہوتی ہیں۔ سمدہ ملاوے جو تعداد میں سات تک عموماً کرنے چاہئیں تین چار روز میں اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ قیمت میوہ جات اور رقوم لوازمہ سمدہ ملاؤں کی بابت یکجا شامل کرکے دیجاتی ہیں اور سمدہی لگن کے بعد ایک ہفتہ کے قریب اپنے شہر میں واپس آجاتے ہیں۔ اس عرصہ تک اُنکا اپنا خرچ خوراک بھی جاری رہتا ہے۔ صبح کا کھانا عموماً وہ اپنے گھر پر کھاتے ہیں اور شام کو سمدہیوں کے گھر پر۔

اِس کارروائی کا خرچ

اب اندازہ ہوسکتا ہے کہ سوائے کرایہ کے جو لازمی ہے کسقدر خرچ فضول ہوجاتا ہے قریب ایک مہینہ کے قیام میں سینکڑوں روپیہ خرچ ہوجاتا ہے اور جو خاص دعوت برادری کا خرچ ہوتا ہے وہ علاوہ بران ہے اگر کسی شہر مثل لاہور۔ امرتسر۔ دہلی۔ آگرہ۔ لکھنو وغیرہ میں ایسا اتفاق ہو تو ایک دعوت پر پانسو روپیہ سے کسی صورت کم خرچ نہیں ہوتا۔ پھر دعوت کی یہہ کیفیت کہ کبھی وقت پر کھانا نہیں ملتا اور کھانا اسقدر مرغن کہ دوسرے روز کی دعوت کے لئے معدہ جواب دیدیتا ہے۔

دختر والے شہر کی برادری کو اس امر کے متعلق شرم نہیں ہے کہ سمدہی غیر شہر کے شادی کرنے آئے ہیں

وہ میزبان بننے کے بجائے خود انکے یہاں دعوت قبول کرکے اُنکے مہمان بنتے ہیں۔ نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ پسر والوں کا ایسی آمدرفت اور قیام میں بے اندازہ خرچ ہوجاتا ہے جسکا فایدہ کسی کو نہیں ہوتا اور محض روپیہ ضایع ہوتا ہے جب اسقدر خرچ ہوا جو عموماً الصاً ... یا اسکے قریب ہوجاتا ہے تو پسر والے یہہ توقع کرتے ہیں کہ یہہ سب خرچ اُس آمدنی میں سے نکالا جاویگا جو دختر والے اُنکو دیں گے اور واقعی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو روپیہ لوازمہ یا دیگر رسوم کی بابت اُنکو ملتا ہے تو وہ یوں خرچ ہوجاتا ہے اگر کوئی حصہ باقی رہگیا تو وہ اُن لواحقان میں تقسیم ہوتا ہے جو پسر والوں سے بطور کھاندیا کو لینے کے مستحق ہیں۔ نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ نقد رقم میں سے شاید برائے نام ہی کچھ باقی رہتا ہو۔ بلکہ بعض اوقات پسر والونکو پسر کی شادی کی بابت اپنے لواحقان اور دختر ان خاندان کو اسقدر دینا پڑتا ہے کہ لوازمہ کی رقم جو بعد منہای رقم مذکور کے اُنکے قبضہ میں آوے اس خرچ کے لئے مکتفی نہیں ہوتی۔ اب یکھنا ہے کہ پسر والوں کو اور کیا استفادہ ہوتا ہے اُنکو تین اقسام کی اور آمدنی ہوتی ہے۔

اقسام آمدنی

اوّل زیور۔ زیور اگر غور سے دیکھا جاوے تو لوگو خاندان میں آمدنی سمجھی جاتی ہے مگر بہت سا حصہ اُسکا استری دھن ہے اور دختر کا مال ہوتا ہے جسکو دیا جاتا ہے (البتہ جو زیور دلہا کو ملتا ہے وہ دلہا کا مال ہوتا ہے) لیکن اسمیں شک نہیں ہے کہ زیور کو اِن معنوں میں آمدنی کہہ سکتے ہیں کہ لڑکے والوں کو اور لڑکی کے خاوند کو اُسپر قدرت ہوتی ہے۔

دویم پارچات۔ یہہ کچھ آمدنی نہیں ہے۔ کناری اور مکلّف کپڑے سوائے شادی بیاہ پر استعمال کرنیکے اور کسی کام کے نہیں ہوتے صندوقوں میں پڑے سڑتے ہیں اور کیڑہ کی خوراک ہوجاتے ہیں۔ کناری موسموں کے تغیر سے پیلا جاتی ہے اور ناکارہ ہوجاتی ہے۔ دوشالہ وغیرہ ڈوپٹہ نسبتاً کار آمد ہوتا ہے اُنکی بابت اب نقد رقوم دینے کا رواج ہوتا جاتا ہے۔

سویم برتن خانہ داری۔ جو بیشک قابل استعمال ہوتے ہیں مگر وہ ما، ما، روپیہ کے اندر ہوتے ہیں۔

چہارم سمدہ ملاونکی آمدنی جو لگن کے بعد ہوتی ہے جسکا ہم مفصل ذکر آگے کریں گے۔

پنجم وہ سالانہ لوازمی جو شادی کے بعد دئے جاتے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جاوے تو زیوا در سمدہ ملاووں کی آمدنی اور لوازموں کا مفاد پسر والونکو بیشک ہوتا ہے اور اسی لالچ پر وہ والدین جو فرزندوں کے والدین ہونے کو خوش نصیبی سمجھتے ہیں متموّل گھروں کی لڑکیاں تلاش کرتے ہیں اور اگر اس مفاد کا اُن اخراجات سے مقابلہ کیا جاوے جو دختر والونکی ذمہ ہوتی ہیں تو معلوم ہوگا کہ اُنکا نصف سے زیادہ روپیہ محض ضایع ہوجاتا ہے جسکا مفاد پسر والوں کو نہیں پہونچتا - کیا اس امر کی تدبیر ہو سکتی ہے کہ لڑکے والونکا اسقدر خرچ نہو اور شادی خوش اسلوبی سے ہو جاوے ؟ ہم کچھ عرض کرتے ہیں -

اصلاح

ہم یہہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ہمکو دیگر اقوام پنجاب کی اس معاملہ میں تقلید کرنی چاہئے یعنی یہہ کہ پسر والوں کو دختر والوں کے شہر میں قیام پذیر ہونیکی ضرورت نہیں ہے اپنے مقام سے معہ براتیوں اور لواحقاں کے ایسے وقت پر چلیں کہ اُس شام کو اُس شہر میں داخل ہو جاویں جس رات لگن کا مہورت ہو - سمدہیوں کو کہدیا جاوے کہ وہ باجے وغیرہ اور سب سامان برات جو مناسب ہو مہیا رکھیں براتی اُسکو اپنے ساتھ شامل کر کر سمدھانہ پہونچ جاویں اور اُس شب کو لگن ہو جاوے وہیں مقیم رہیں اور دوسرے روز دعوت اور گراچن وغیرہ کر کے تیسرے روز اُسیطرح سے معہ براتیوں کے رخصت ہو جاویں اسطرح وقت کی اور صرف کی بہت کفائیت ہو جاویگی - نہ صرف پسر والوں کو سہولت اور کفائیت ہو جاویگی بلکہ دختر والوں کو بھی سہولت اور کفائیت ہو جاتی ہے - بعض اصحاب یہہ تجویز سنکر متعجب ہونگے یہہ رواج دیگر اقوام میں سالہا سال سے برابر جاری ہے اور بڑی آسانی سے سرانجام پا رہا ہے -

بیشک کشمیری پنڈتاں کو اس تجویز میں دقتیں پیش آئینگی مگر وہ رفع ہونے کے قابل ہیں وہ دقتیں مثلاً یہہ ہونگی - اوّل دعوت برادری کیونکر ہو سکیگی - ہماری دانست میں ہمکو دیگر اقوام کی غیرت سے سبق لینا چاہئے کہ وہ اپنے شہر میں برات لانیوالے کے گھر کھانا کھانا بے عزتی سمجھتے ہیں اور اپنے تئیں میزبانان کی فہرست میں شمار کرتے ہیں اگر وہ خود غیرت نہیں رکھتے تو پسر والے اُنکو غیرت سکھاویں یعنی اُنکی دعوت نکریں -

دوسری دقت ادائے چند رسوم کے ہوگی - وہ بھی رفع ہوسکتی ہے مثلاً مہندی اور دیوگن کا
قبل از لگن ہونا سو اُسکا انتظام آسان ہے پسر والے اُسی شہر میں کرسکتے ہیں جہاں وہ اپنے شہر کی برادری
کی دعوت بھی کرسکتے ہیں جہاں وہ رہتے ہوں (اگر دعوت ضروری سمجھی جاوے) - مہندی تو اسیطرح
کرنے لگے ہیں - دیوگن کرنے میں بھی علیٰ ہذا حرج نہیں ہے ایسے مہورت نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہے
کہ دیوگن اور مہندی ہر دو رسوم پسر والے اپنے شہر میں کرسکیں - مہورت نکالنے میں ہمارے گورو بہت
آزاد ہیں وہ فوراً ہفتہ کا - دن کا - گھڑی کا - پل کا جیسا آپ چاہیں مہورت نکال دیتے ہیں -
تیسری دقت سندور دینی سہاگ پٹارہ کے بھیجنے کی ہے -
چوتھی دقت پھولوں کے گہنے اور کناری کے گہنے کی بھیجنے اور لگن چوری کی خیر مقدم کی ہے -
اِن تینوں رسموں کے ادا کرنے کی دقتیں رفع ہوسکتی ہیں اور انمیں اصلاح بھی ہوسکتی ہے - ہم اِن
تینوں رسموں کی بابت ذیل کی چند سطور لکھنے کی جرأت کرتے ہیں -

سوہاگ پٹارہ

سوہاگ پٹارہ کو براتی اُسی شام کو سمدھانہ پہونچا سکتے ہیں جسروز وہ دختر والے کے شہر میں پونچیں
کیونکہ اُسی روز اُسکی بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے سوہاگ پٹارہ کے اخراجات اندنوں نہایت نامعقول
ہوگئے ہیں - اگر غور سے دیکھا جاوے تو ابتدائی رسم یہہ تھی کہ دلہن کو سنگھار کیواسطے اشیائے
از قسم عطریات وغیرہ پسر والے مہیا کرکے روانہ کرتے تھے مگر اب اُسمیں اِتنا تکلف ہونے لگا
ہے کہ جسکا کچھ ٹھکانہ نہیں رہا ہے - جہاز نقرئی و ڈبیہ ہائے نقرئی اور رکابی و عطردان و شیشہ
گلاب وغیرہ نقرئی داخل ہوگئے ہیں اور اسی قسم کے طرح طرح کی تکلفات شامل ہوگئی ہیں
جنکا اسطرح شامل کرنا مطلق ضرور نہیں ہے نہ دختر والوں کی غیرت اِس امر کی متقاضی ہونی چاہیے
کہ وہ بیش قیمت اشیا اسطرح قبول کرلیا کریں افسوس کہ سوہاگ پٹارہ کی تکلفات لالچی ہی
اب اسوجہ سے بھی زیادہ کرنے لگے ہیں کہ وہ اپنے ثروت کی نمائش کرکے فریق مقابل کو شرم
دلائیں تاکہ وہ اُنکی حسب حیثیت شادی سے پڑ لوگ - ہماری قوم نے کہا گیا ...

کر لیتے ہیں اور کہتے یہہ ہیں کہ ہم بڑوں کی رسم کرتے ہیں بڑوں نے کبھی یہہ منشا نہ رکھا تھا اور نہ وہ اسقدر صرف کرتے تھے۔ اگر رسم کے ہی غلام ہو تو اسی اندازہ پر رہو جو بڑوں نے قائم کیا تھا اسکو زیادہ کیوں بڑہاتے ہو۔ ہماری دانست میں معمولی لکڑی کی رنگین ڈبیائیں و عطردان وغیرہ کم قیمت کے اور عطر و تیل خوشبودار وغیرہ کافی ہیں جیسا کہ پرانی رسم تھی۔

پھولونکا گہنا

پھولونکا گہنا اور کناری کا گہنا۔ یہہ بالکل بے ضرورت رسمیں ہیں ہم انکو یکلخت بند کرسکتے ہیں۔ اگر اور قوموں کی مروجہ رسوم پر نظر ڈالیں اور انہیں رسوم کو اپنی قوم میں دوسری شکل میں پائیں تو اس رسم کی ابتدا معلوم ہو جاویگی۔ زیور گل اور کناری کا گہنا اور زیور طلائی ہماری قوم کی حیثیت مالی کے درجے ثابت کرتے ہیں۔ کوئی زمانہ وہ ہوگا کہ مفلسی کی حالت میں صرف پھولونکی گہنے سے زیادہ میسر نہ آتا ہوگا اور اس سے دلہن زینت پاتی ہوگی۔ پھر زمانہ آیا کہ کناری سے کام لیا گیا اور اسی پر اکتفا کیا گیا مگر پرانی رسم زیور گل کی نہ چھوڑی۔ جب تمول آیا تو زیور نقرئی اور طلائی شروع ہوئے مگر انکے جانشین سابق اسیطرح قائم رہے اگر کسی صاحب نے کوہ کلو اور لاہول کی پہاڑی عورتوں کو دیکھا ہو جو گدی کہلاتی ہیں یا اگر کسی صاحب نے بعض انگریزی تصاویر فلاورز گرل کی دیکھی ہیں تو معلوم ہوگا کہ عورتیں مفلس قوموں میں اپنے آپ کو صرف پھولوں سے مزین کرتی ہیں۔ زیور طلائی پھولونکی نقل ہے۔ کیا ہم میں یہہ حوصلہ نہیں ہے کہ ہم زیور گل اور کناری کے گہنے کو موقوف کرسکیں اور صرف نقرئی اور طلائی زیور پر اکتفا کریں۔ کیا دلہن کا حسن ان گہنوں سے جو ایک دن میں خراب ہو جاتا ہے اور جس کی جگہ طلائی زیور تبدیلی ہر زیادہ ہو جاتا ہے ہماری دانست میں پھولوں کا گہنا اور کناری کا گہنا ہم یکلخت موقوف کرسکتے ہیں اسطرح سے جن شکلوں کا ہمنے ذکر کیا ہے وہ سب رفع ہو جاتے ہیں۔ اگر بالفرض اس قسم کے گہنے بھیجنے کی رسم قائم بھی رکھی جاوے تو کسی قاصد کے ہاتھ اسکو بھیج سکتے ہیں۔ ایک صرف لگن چوری۔ اور ترسیل زائچہ منجانب فریقین باقی رہی۔ پسر والونکو پسر کا جنم پترہ بھیجنے کی تو کوئی دقت ہی نہیں ہے۔ خفیف سی دقت لگن چوری کی آؤ بھگت کی ہوگی مگر وہ بھی

رفع ہو سکتی ہے۔

لگن چوری

لگن چوری یہہ رسم ہے کہ ایک کاغذ پر دختر والے ایک دعوت نامہ جسمیں احباب مدعو کی تعداد برائے نام معین کر دیجاتی ہے سمدھانہ میں روانہ کرتے ہیں اُسمیں لگن کا وقت درج کیا جاتا ہے اسکے ساتھ دختر کے جنم پترہ کی نقل شامل ہوتی ہے پنجاب میں اسکو ساھا چٹھی کہتے ہیں اور سوائے نقل جنم پترہ کے (پنجابی ہندو لڑکیوں کا جنم پترہ نہیں بناتے) باقی مضمون مثل لگن چوری کے اُسمیں لکھا جاتا ہے پنجابی ہندؤں کے یہاں یہہ رسم ہے کہ وہ چندر روز قبل از لگن یہہ چٹھی معرفت اپنے پروھت کے یا حجام کے بھیجدیتے ہیں جسکی حسب ضابطہ اطلاع پسر والوں کو مہینہ بیس روز پیشتر ہو جاتی ہے ہم لوگ بھی اسیطرح سے اپنے گوروجی مہاراج کے ذریعہ سے پسر والونکے شہر میں اُسکو روانہ کر سکتے ہیں۔ جہانتک ہمکو معلوم ہے اور کوئی رسم قبل از لگن ایسی نہیں ہوتی جسکا ہم انتظام نکر سکیں۔ وریجّی کی ترسیل کی کوئی واقعی وقت نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیشہ برات کے ساتھ ہوتی ہے۔

وریجّی

وریجّی سے مراد اُس سامان سے ہے جو برات کے ساتھ ایک ٹوکرہ میں بھیجا جاتا ہے۔ اُسمیں ایک انگشتری۔ ایک ڈیجھارو اور ایک جوڑہ پارچات ہوتا ہے۔ ڈیجھارو کشمیریونکی قوم میں وہ طلائی زیور ہے جو عورتیں کان میں پہنتی ہیں یہہ زیور علامت سوہاگ ہے یعنی صرف خاوند کی حیات تک پہنا جاتا ہے بیوگی کی حالت میں اُتار دیا جاتا ہے۔ اس ٹوکرہ کے ساتھ ایک چادر پشمینہ ہوتی ہے جسکو کشمیری پاٹھر کے نام سے پکارتے ہیں۔ وریجّی پنجابیوں کی بری کے مقابل ہے۔ ابتدائی میں اس رسم کی ضرورت غالباً اسوجہ سے پڑی ہوگی کہ اگر فریق ثانی مفلس ہے اور استطاعت کم رکھتا ہو تو وہ وہی زیور و پارچات دلہن کو پہنا دے مگر اب وہ سامان بجنسہ واپس آجاتا ہے

صرف چادر پشمینہ سے یہہ کام لیا جاتا ہے کہ اُس میں دلہن کو

ملفوف کر کے لے آتے ہیں۔

بابِ ہفت دہم

پسر کے والدین کے اخراجات کا سلسلہ

ہم پہلے یہہ ذکر کر چکے ہیں کہ پسر کے والدین کو جو دوسرے شہر میں شادی کریں صرف زیور و برتن کا فایدہ رہجاتا ہے لوازمہ وغیرہ میں سے کم بچت رہتی ہے البتہ وہاں لوازمہ کی رقم کا زیادہ فایدہ رہتا ہے جہاں ہر دو سمدھی ایک ہی شہر میں رہتے ہوں وہاں بھی اسقدر نہیں ہے جسقدر خیال کیا جاتا ہے کیونکہ عموماً بڑے شہروں میں برادری کی دعوتوں میں بہت سا حصہ روپیہ کا خرچ ہوجاتا ہے - اب ہم یہہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ اُس مفاد کے مقابلہ میں جو پسر والونکو ہوتا ہے اُنکو خود کس کس رسم پر خرچ کرنا پڑتا ہے اُنکے اخراجات کہانتک پہونچتے ہیں اور کیا کیا اصلاح ممکن ہے - برات کی دعوت اور سہرہ ملاؤں کی سوای فرزند والوں کے یہاں تقریباً اُتنی ہی رسوم ہوتی ہیں جو دختر والوں کے یہاں ہوتی ہیں جنپر صرف کثیر ہوتا ہے -

سوہاگ پٹارہ حنابندی دیوگن — جب اُسی شہر میں شادی ہو جہاں جانبین رہتے ہوں تو پسر والوں کو کرایہ اور قیام کے اخراجات کی کفایت رہتی ہے ورنہ خواہ سمدھی دوسرے شہر سے آویں یا اسی شہر کے ہوں ہر دو کو رسوم پر یکساں خرچ کرنا پڑتا ہے - چنانچہ سُہاگ پٹارہ پُر تکلف بنانا پڑتا ہے جسکے لئے سامان نقرئی طیار کرایا جاتا ہے اور سینکڑوں تک نوبت پہونچتی ہے - اِسکا ذکر ہم کر چکے ہیں اور اُسکی اصلاح بھی جتلا چکے ہیں - فرزند والونکے یہاں بھی حنابندی کی رسم ہوتی ہے اور لڑکے کو مہندی لگائی جاتی ہے - اِسوقت پر دعوت برادری ہوتی ہے - پھر دیوگن کی رسم ہوتی ہے جسپر گور و صاحب بیانا کش وصول کرتے ہیں یعنی نقد و پارچات لیتے ہیں - دیوگن پر برادری کی دعوت ہوتی ہے ہر ایک اہل برادری مدعو کیا

ٹیکہ کا روپیہ جائیفل — جاتا ہے اور وہ سب ایک روپیہ اور جائیفل ہمراہ لاتے ہیں اور بزرگ خاندان کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ اُن لوگوں سے روپیہ لیتا ہے جنکی خاندان کی لڑکیاں اُسکے خاندان میں یا اُسکی

عزیزو نکی خاندان میں بیاہی ہوئی ہوتی ہیں - مگر اُن لوگوں کا روپیہ جنکی عزیزوں یا خاندان میں
اُس بزرگ کے خاندان کی لڑکیاں بیاہی ہوں واپس کیا جاتا ہے صرف جائفل لیا جاتا ہے
عام اہل برادری کا روپیہ جن سے کوئی رشتہ نہو کبھی واپس کیا جاتا ہے کبھی لے لیا جاتا ہے اسکا
حصر درجہ تعارف واتحاد پر ہوتا ہے - دیوگن پر پسر کے والدین لباس فاخرہ پہنتے ہیں - اس ہون پر
بھی اچھے خاصے اخراجات ہوجاتے ہیں - خواہ پسر والے اُسی شہر میں رہتے ہوں خواہ دوسرے

دعوت برادری

شہر سے آویں کل برادری کی دعوت اُنپر فرض ہے - بڑے شہروں میں ایک دعوت پر چھسو یا پانچسو روپیہ
صرف ہوجاتا ہے - ہمنے جو تجویزیں برات کی براہ راست پہونچنے کی لکھی ہے اور یہہ لکھا ہے کہ پسر والوں کو
جب وہ دوسرے شہر میں جاویں دختر والوں کے شہر کی عام برادری کی دعوت کرنا ضروری نہیں ہے
اگر اسپر عمل درآمد ہوجاوے تو خرچ کی بہت کفایت ہوسکتی ہے - اتنا کہنا اور ضروری ہے کہ اگر ایک ہی
شہر میں ہر دو فریق رہتے ہوں تو کل برادری کی دعوت اُنکو کرنی چاہئیے یہہ ناحق کا خرچ ہے اور بہت
ناگوار معلوم ہوتا ہے - اسی صرف کے بچنے کے لئے اب ہماری قوم کے لوگ کوئی کاج بڑے شہر میں
کرنے سے گریز کرتے ہیں کوئی بہانہ بناکر چھوٹے شہروں میں جاکر کرتے ہیں - ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے
کہ کل برادری کا مدعو ہونیکا کیا حق ہے اُس زمانہ میں جب برادری کے لوگونکی تعداد ایک شہر میں اتنی
زیادہ نہوتی تھی اس قسم کی دعوتیں ممکن تھیں - یا اُس زمانہ میں بڑے شہروں میں ایسا ممکن تھا جب
اجناس کی ارزانی تھی یا ضرورت سے بڑھکر فراغت معاش تھی اب وہ زمانہ نہیں رہا - ہماری راے
ناقص میں جب جانبین ایک شہر میں رہتے ہوں پسر والونکو صرف ایک دعوت کرنی چاہئیے خواہ دیوگن
کے روز ہوجاوے یا بعد الفراغ شادی ہوجاوے - اور اُس دعوت میں صرف وہ چیدہ چیدہ برادری
کے لوگ مدعو کرنے چاہئیے جنسے تعارف ہو - ہر ایک شخص کا جو کشمیری پنڈت ہونیکا دم بھرتا ہو
مدعو ہونیکا کوئی حق نہیں ہے - اگر پسر والے دوسرے شہر کے رہنے والے ہوں تو اُنکو دختر والے
شہر کی برادری کی دعوت موقوف کرنی چاہئیے - اور بجائے اُسکے اپنے شہر میں واپس جاکر مختصر دعوت برادری کی کرنی چاہئیے

پھولوں کا اور کنگناری کا گہنا

دیوگن کے قریب خاص مہورت پر پھولوں کا گہنا اور کنگناری کا گہنا طیار کرا کر سمدھانہ میں بھیجا جاتا ہے

گو اسپر چنداں خرچ نہیں ہوتا مگر چونکہ محض فضول رسم ہے اُسکے بند کردینے میں بہت لوگ ناراض ہونگے شاید مستورات کچھ ناراض ہوں مگر امید ہے کہ وہ بھی خاموش ہو جاویں گی - والدین فرزند کو پارچاتِ مکلّف

پارچات

دولہہ اور دُلہن کے لیئے بنانے پڑتے ہیں - خاندان کی سب لڑکیوں کے لئے لباس طیار کرانے پڑتے ہیں اور اپنے خاندان کے کل ممبراں کے لئے شادی پہنے جوڑے بنانے پڑتے ہیں - غرض لڑکی والوں کے اخراجاتِ پارچات سے تقریباً نصف خرچ والدین فرزند کا بھی اس صیغہ میں ہو جاتا ہے -

ہماری دانست میں ہم اِن مکلّف پارچات کو بہت ہی کم کرسکتے ہیں - اور سوائے معمولی سادہ لباس کے اور ایک پوشاک مکلّف کے جو دُلہہ اور دُلہن کے لئے چاہیئے زیادہ کناری گوٹہ اور اطلسوں اور گورنٹوں پر ضایع کرنا بالکل فضول ہے -

زیور

والدین فرزند کو بہو کی واسطے زیور بنانا پڑتا ہے جو قریب نصف اور بعض اوقات مساوی اور گاہے گاہے اُس زیور سے بھی زیادہ ہوتا ہے جو دختر کے والدین دیتے ہیں - یہہ زیور برات کی رخصت کی بعد گھر پر آکر پہنایا جاتا ہے اِسکی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے لڑکے والوں کا اپنا مال ہے جسقدر چاہیں بنالیں -

جب دیوگن اور مہندی ہو چکی تو گورو صاحب دختر کے خاندان سے پیغام لگن لاتے ہیں اور مالامال ہو کر واپس جاتے ہیں بعض نقری تہالی تک اُنکی نذر کرتے ہیں - اکثر اوقات مصری کے کوزہ شیرینی اور رقم معقول پیش کش کیجاتی ہے - خواہ گورو صاحبان سرپر راضی کا غضب ہم پر نازل کیوں نکریں - مگر ہم اسبات کے کہنے سے نہیں رُک سکتے کہ اُنکو صرف پیغام بری کے حق الخدمت میں لڑکی والوں کے گورو بلکہ اپنی اسقدر تواضع نکرانی چاہیے کہ رقم کثیر اور چاندی کے برتن قبول کریں اور قوم میں اس موقعہ پر اِس قدر خرچ کرنیکا رواج نہیں ہے - خوش خبری لانیوالے کا مونہہ میٹھا کیا جاتا ہے یعنی دو چار روپیہ بطریق تحفہ کے دئے جاتے ہیں اور کچھ شیرینی دیجاتی ہے - اسی قدر ہماری قوم میں بھی کافی سمجھنی چاہیئے -

جلوس برات

زاں بعد برات چڑھتی ہے اور اُسمیں جلوس اسقدر ہوتا ہے کہ کسی راجہ کی سواری کا دھوکہ ہوتا ہے باجے اور تخت رواں کے علاوہ تاشہ اور نفیری والے آگے ہوتے ہیں اور گھوڑے اور فنسیں اور پالکی گاڑیاں فٹن ساتھ ہوتی ہیں - اور ارباب نشاط اور سامان رقص و سرود بھی ہمراہ ہوتا ہے پنجشاخی اور مہتاب روشن ہوتے ہیں اور ایک گھوڑے پر دُولہہ صاحب ایک عجیب صورت بنائے بیٹھے ہوتے ہیں - ایک زرین جامہ انکی زیب تن ایک نیبوں جیسی پگڑی پر جیغہ و کلغی زیب سر ہوتا ہے - اور پھولوں کا سہرا اور ایک زرین سہرا نقاب عارض ہوتا ہے تمام شہر کا چکر لگا کر سمدھی کے گھر پہونچتے ہیں وہاں گلاب پاشوں سے براتیوں پر گلاب چھڑکا جاتا ہے اور پھولوں کی بارش بھی ہوتی ہے - تخت رواں میں سے صرف چند سرو اور ابرق کے فانوس بھیجے جاتے ہیں جو لڑکی والے رکھ لیتے ہیں باقی سب آرائش لٹا دیجاتی ہے - آتشبازی بھی ہمراہ ہوتی ہے جو قدرے راستے میں چھوڑی جاتی ہے اور قدرے سمدھیانہ میں رات کو چھوڑی جاتی ہے جسکو طفلان اور مستورات بڑے شوق سے مشاہدہ کرکے لطف حاصل کرتی ہیں - برات کے پہونچنے کے بعد پردہ والونکی مستورات شب کو سمدھیانہ پہونچ جاتی ہیں جلوس برات پر ہماری قوم میں سو روپیہ سے دو سو روپیہ تک خرچ ہو جاتا ہے - ہم جلوس برات شادی کے موقعہ پر بالکل موقوف کر دینے میں اتفاق نہیں کرتے - ہماری قومی پیغامبر بہت زور اس بات پر دیرہے ہیں کہ آتشبازی اور ناچ موقوف کر دیا جاوے -

برات کا جلوس چونکہ زیادہ تر مردوں کے ہاتھ میں تھا اور عورتوں کا اسمیں چنداں دخل نہ تھا بعض اصحاب نے جنکو اور رسوم کے اخراجات کا بار ناگوار گذرا ہے اپنا سارا غصہ انہیں اخراجات پر نکال دیا ہے اگر بالفرض جلوس برات کے اخراجات کو موقوف کر دیا تو کونسا حصہ معتدبہ اخراجات کا کم ہو جاویگا صرف ساٹھ ستر روپیہ کی تخفیف ہو سکتی ہے یعنی آرائش پچیس تیس روپیہ آتشبازی پچیس تیس روپیہ ناچ پر دس پندرہ روپیہ خرچ ہوتے ہیں - ہماری دانست میں دنیا میں کوئی کم

خوشی کا موقع ایسا نہیں ہے جسپر کچھ نہ کچھ اُس خوشی کے حاصل کرنے میں ضایع نہو۔ البتہ وہ رسوم قابل ترمیم ہیں جنمیں کوی سچی خوشی نہیں ہو سکتی اور روپیہ محض ضایع ہوتا ہے وہ صرف جو خوشی کے موقعہ پر خوشی پیدا کرنے والی ہیں معقول اندازہ تک قایم رہنی چاہئیں۔ ورنہ شادی کیا ہوگی محرم کی محفل معلوم ہوگی۔ جب ہم یہہ اصول مدنظر رکہیں تو معلوم ہو جاویگا کہ ہر ایک قوم میں خواہ وہ کتنی ہے تہذیب کا دعوے کیوں نہ کرتی ہو کچھہ نہ کچھہ خوشی کے موقعہ پر انبساط اور مسرت کے حصول کے لئے سامان ضرور ہوگا جسپر صرف ہونا ضروری ہے۔

رقص] جس ملک میں فرقہ طوائفاں رقص و سرود نہیں کرتا وہاں اُس قوم کی اپنی عورتیں ناچتی اور گاتی ہیں اور مرد انکی ساتھہ اس بیہودگی سے ناچتے ہیں کہ ہم اُنکو مناسب طور پر طعن کرتے ہیں جبتک ہماری قوم کی عورتیں ناچنے اور گانے سے عاری ہیں (اور جتنے دن ان حرکات سے باز رہیں اچھا ہے) تب تک ارباب نشاط کی ضرورت موقوف نہوگی۔ یوں تو ناچنے کو برائے نام ہماری قوم کی بھی مستورات ناچتی ہیں مگر وہ ناچ کیا ہے ایک طفلانہ کہیل ہے صرف دو ایسے موقعے آتے ہیں جسپر ہماری قوم کی مستورات برائے نام ناچتی ہیں۔ ایک جب برات زناربندی کے موقعہ پر باہر جاتی ہے مستورات رقص کرتی ہیں اُسوقت کوئی مرد سامنے نہیں ہوتا۔ ہمنے کبھی آنکھہ سے ایسا رقص نہیں دیکھا ہمکو دریافت کرنے سے یہہ معلوم ہوا ہے کہ عورتیں صرف اِدہر اُدہر ایک کمرے میں حلقہ بنا کر گہومتی ہیں ساتھہ ساتھہ کچھہ ایک دوسرے کے کاندہے پر ہاتھہ رکھکر کشمیری گیت دعائیہ گاتی ہیں۔ دوسرا موقعہ اُس روز ہوتا ہے جب شادی کے موقعہ پر برات چڑہتی ہے تو لڑکے کے گہر میں مستورات اسیطرح رقص کرتی ہیں۔ ان ہر دو موقعہ کے رقص کو ونچن دیار کہتے ہیں۔

اب بھی پہاڑی قوم میں مثلاً کوہ کلو کے گدیوں میں عورتیں ناچتی ہیں اور خوب سلیقہ سے ناچتی ہیں جب ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ کشمیری قوم بھی ایک پہاڑی قوم تھی تو اس سے اسکا صاف پتہ ملتا ہے کہ ہندوستان میں جو آریہ قوم تھی عورتیں نہیں وہ اپنی یورپین بہنوں کیطرح سے رقص کرتیں تہیں ہمالہ کی پہاڑی قوموں میں اب تک وہ رقص موجود ہے علیٰ ہذا ہماری قوم میں بھی اُس پرانی رسم کا

لوٹا پہٹا بقیہ ابتک موجودہ سے میدان کی اور قوموں میں موقوف ہوگیا۔
ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم اس جملہ معترضہ کے لکھنے میں اپنے مضمون مجوزہ سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہمارا مطلب یہہ ہے کہ ارباب نشاط کا باترتیب اور باوزن رقص و سرود موقوف کرنا گویا مسرت کو دور کرنا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ طوائفاں کے ناچ مجرے میں بدتہذیبی شامل ہے کیونکہ وہ عورتیں فاحشہ ہوتی ہیں اور سامعین پر بُری ترغیب پیدا کرتی ہیں یہہ سچ ہے مگر مسرت کا ولولہ کسی نہ کسی راستہ سے نمودار ہوگا اگر ایک راستہ بند ہوگا دوسرا کہلیگا اور وہ دوسرا شائد پہلے سے بہی زیادہ غیر مہذب اور معیوب ہو۔ شکسپیر کا قول ہے۔ کہ وہ آدمی جس میں موسیقی کا مس نہیں ہے جس کی طبیعت میں خوش آواز کی میزان سے حرکت نہیں ہوتی ہے وہ انسان فتنہ پردازی۔ مکاری اور رہزنی کے لائق ہے۔ موسیقی فی نفسہ ایک عجیب اثر رکہنے والی چیز ہے۔ ایشیائی خیال نے اُسے قوت روح لکہا ہے۔ دنیا میں ہمیشہ ہر ایک مسرت کے سامان میں موسیقی کو اعلیٰ درجہ حاصل رہا ہے اور رہیگا پس سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ طوائفوں کے ناچ مجرے کے بجائے ہم کونسا اور طریقہ موسیقی سے حظ حاصل کرنیکا تجویز کرسکتے ہیں۔
ہندوؤں میں موسیقی کو اتنا درجہ حاصل رہا ہے کہ کل بید موسیقی میں ہیں کل مذہبی مناجاتیں راگ میں ڈالی گئی ہیں اور پرستش کے اکثر سلسلوں میں موسیقی کو برابر دخل رہا ہے۔ اہل اسلام کے بہی بعض فرقے (گو مشہور ہے کہ مسلمانوں میں موسیقی منع سمجہا گیا ہے) موسیقی کو جائز سمجہتے ہیں۔ اور عیسائیوں میں تو کوئی گرجا موسیقی سے خالی نہیں ہے۔ یہہ تو ہندوستانیوں کی غیرت تقاضا نکریگی کہ اُنکے یہاں بال ہوا کریں اور اُنکی عورتیں پرائے مردونکے ساتھ بغلگیر ہوکر پائیوں کی تال پر ناچیں۔ اس لئے ہمکو موجودہ و مروجہ طریق رقص و سرود مجبورًا قائم رکہنا پڑیگا۔ گو وہ آجکل فاحشہ عورتوں کا حصہ بنا ہوا ہے کلاونتوں سے جو عمومًا مویشی کیطرح سے اپنا گلا پہاڑ کر سامعین کی سمع خراشی کرتے ہیں کوئی مسرت حاصل ہونیکی امید نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی ایسا فرقہ ہندوستان میں پیدا ہوجاوے جو رقص و سرود کو اپنا ذریعہ معاش بنالے۔ اور فاحشہ نہو۔ اگر ایسا ہوگیا تو

بیشک فاحشہ عورتوں کے ناچ مجرے کو موقوف کرنا چاہئے۔

ارائش آتشبازی — تخت رواں کی ارائش محض ایک نمائش کی چیز ہے جسمیں چنداں خوشی حاصل نہیں ہوتی اِس کے موقوف کردینے کی ہم سفارش کریں گے۔ مگر ہم آتشبازی کے موقوف کرنیکی مخالف ہیں کیونکہ ہمارے والسنت میں آتشبازی کہر پہونک تماشا دیکھنا نہیں ہے جیسا کہ بعض صاحبان کا خیال ہو۔ ہماری والسنت میں بچے اور عورتیں اور مرد اُنکی مشاہدہ سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور کیوں نہو انسان کی عقل نے آگ اور باروت سے کیسی خوبصورتی سے کام لیا ہے حقیقت یہہ ہے کہ ہم بذات خاص اِس کے پسند کرنے میں بہت طرفدار ہیں ہمکو آتشبازیکی مشاہدہ سے ہمیشہ مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اِس لیئے ممکن ہے کہ ہماری راے قابل وقعت نہو۔ ہم اتنا اور زیادہ کہتے ہیں کہ انگریز اور اُنکی میمیں ہمارے ملک کی آتشبازی سے نہایت خوش ہوتی ہیں۔ گو اُنکے یہاں کی آتشباز علوم کی زیادہ واقفیت رکھنے کی وجہ سے ایسے ایسے کمال دکھلاتے ہیں کہ ہم بالکل متحیر ہوجاویں سچ یہہ ہے کہ نیچر بڑی خوبصورت چیز ہے اور انسان نیچر کی نقل کرنے میں نہایت خوش ہوتا ہے ہرایک صنعت اسی لیئے راحت بخش ہو۔ اِسی طرح سے آتشبازی سے بہی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

خلاصہ — برات کی مدہا تہ پہونچنے کے بعد چند اور اخراجات پسروالونکو کرنے پڑتے ہیں جنکا ذکر ہم آئندہ کریں گے۔ خلاصہ یہہ ہو کہ جنہوں نے اپنے فرزندونکی شادیاں کیں ہیں وہ اِس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ اُنکی اخراجات کہانتک پہونچتی ہیں اور کل آمدنی میں سے اُنکو فی الحقیقت کیا بچت رہتی ہو۔ عام خیال یہہ ہو کہ پسر والے مالامال ہوجاتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ جو صاحب غور کریں گے اُنکو معلوم ہوجاویگا کہ یہہ خیال صحیح نہیں ہے۔

دعوتیں۔ کرایہ۔ مہمانداری۔ پارچات۔ سوہاگ پٹارہ وغیرہ۔ لوحقوں اور لڑکیوں نواسیوں کے نیگ اور اسی قسم کے سینکڑوں اخراجات پسر والونکی پاس باقی کچھہ نہیں رہنے دیتی۔ البتہ سالانہ لوازم جو شادی کے بعد ملتے ہیں وہ بیشک چند سال تک بمنزلہ جاگیر کے رہتے ہیں۔ مگر

زمانہ نے اسمیں بھی اتنا تبدّل کر دیا ہے کہ دختر والے بجائے نقد رقم کے جو والدین لیسر سابق ایام میں اپنے خرچ میں لاسکتے تھے اب ایک زیور اسی مالیت کا اپنی دختر کو پہنا دیتے ہیں۔ اور فہرست لوازمہ سالانہ جو روانہ کیجاتی ہے اسمیں صرف رقوم مقررہ درج کر کے یادداشت میں وزن قیمت زیور درج کر دیتے ہیں۔ سابقہ زمانہ میں شادی سے ایک خاندان کا پیوند دوسرے خاندان سے ہوتا تھا۔ اب وہ تعلق شخصی ہوتا جاتا ہے۔ دختر والے جہانتک ممکن ہو نقد رقوم جس کو سمدھی خرچ کرسکیں کم دیتے ہیں اور اسکے بجائے زیور اس لئے بنا دیتے ہیں کہ وہ دختر کی پابند ہو اور سمدھی دست برد نکر سکیں سچ ہے

ضرورت سب کچھ سکھا دیتی ہے۔

باب ہشت دہم

شادی دختر

ہماری قوم میں اُس شخص سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہوگا جس کو چند لڑکیوں کی شادی کرنی پڑی ہو اُس کو عجیب عجیب مشکلیں درپیش ہوتی ہیں اگر وہ کفایت کرتا ہے تو برادری میں بخیل و کنجوس کہلاتا ہے اگر وہ برادری میں نیک نامی حاصل کرنیکا خواہاں ہوتا ہے تو اُسکی نوبت دیوالیہ پہونچتی ہے۔ اب اُسکی مشکلات ۔تکالیف اور مصارف کا حال سنئے۔

دختر کی پیدائش | والد دختر کو اُسی دن سے مصیبت شروع ہوجاتی ہے جس دن اُسکے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے اُسکی محبت جو اُسکو قدرتاً جوش خون سے ہونی چاہئے اُسی وقت آدھی رہجاتی ہے جب وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کی دختر اُس کے لئے بربادی کا باعث ہوگی۔ جب ۸-۹ برس کی عمر لڑکی کی ہوتی ہے تو نسبت کی تلاش شروع ہوتی ہے اگر ایک ہی شہر میں نسبت ہوسکے تو بہتر ورنہ طرح طرح کی مشکلیں پڑتی ہیں۔ گردش دوران نے کشمیری قوم کو ایسا متفرق طور پر قیام پذیر کیا ہے کہ اس قوم کا مفصل پتہ لگانا مشکل ہوگیا ہے پنجاب کے ہر ایک ضلع میں ممالک مغربی شمالی کے ہر ایک ضلع میں۔ اودہ میں ۔بنگال میں۔ وسط ہند میں اور دیسی ریاستوں میں یہ قوم پھیلی ہوئی ہے ایک دو گھر کلکتہ میں بھی ہیں۔ مگر بمبئی اور مدراس اور سندھ کے صوبجات میں کوئی گھر اِس قوم کا نہیں سنا ۔ہر چند کہ ڈاک نے خط و کتابت کی سہولت کردی ہے اور ریل کی وجہ سے آمد و رفت آسان بھی ہوگئی ہے مگر چونکہ ایک صوبہ کی برادری کا دوسری صوبہ کی برادری سے عموماً سابقہ نہیں پڑتا اور نہ شادی کے سوا اور کوئی تعلق ہوتا ہے کسی خاندان کی اصلی حالت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے نسبت کا مناسب انتخاب

نسبت | نہیں ہوسکتا ۔آجکل رشتہ داروں اور گورؤنکی وساطت سے نسبت ہوتی ہے اور اُنکی بات پر اعتبار

کر لیا جاتا ہے۔ دختر والے کسی گہر والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے فرزند کا زائچہ بہیجیں تاکہ اُس کے مطابقت دختر کے زائچہ سے ہو (کشمیریوں میں دختر فرزند دونوں کا زائچہ بنتا ہے) والدین فرزند اُس صورت میں زائچہ بہیجتے ہیں جب انکو اُس گہر کی لڑکی لینی منظور ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی شہر میں ایسا موقعہ ہو گیا تو چنداں تکلیف نہیں ہوتی مگر دوسرے صوبہ کے رہنے والوں کی اولاد کی نہ تو جسمانی حالت معلوم ہوتی ہے اور نہ تعلیم اور عادات کا حال معلوم ہوتا ہے۔ گوروں اور رشتہ دارونکے اعتماد پر رشتہ نسبت ہو جاتا ہے۔ زائچہ کی تطبیق دختر والونکے گورو صاحبان کے ہاتھ میں ہے جہاں وہ چاہیں زائچہ ملا دیں انکا حکم قطعی ہے۔ خواہ خاندانونکی حالتوں میں فرق آجاوے عموماً نسبت قایم رہتی ہے۔ بعض صاحب نسبت فسخ کر دیتے ہیں مگر اور قوموںکی طرح سے کشمیری قوم میں ہرجہ انفساخ نسبت کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ اِس بحث کو ہم قطعاً چہوڑ دیتے ہیں کہ زائچے ملانے سے کیا حاصل ہوتا ہے زائچوں کے ملانے کے بعد اگر ہر دو جانبین منظور کریں ایک رسم لوات ہوتی ہے جسکے معنی یہہ ہیں کہ والدین دختر و فرزند آپسمیں بذریعہ کسی رشتہ دار یا دیگر وسایل سے عہد کر لیتے ہیں اور شیرینی وغیرہ تقسیم و پیش کش ہوتی ہے اِس رسم پر بہی بہ نسبت سابق اب قدرے فضول خرچی شروع ہونے لگی ہے مگر ہنوز اِس درجہ تک نہیں کہ اسپر خاص طور پر کچھ لکہنے کی ضرورت ہو۔

نسبت ہو جانے پر والد دختر اب اُس بوجہ سے جو وہ شب و روز محسوس کرتا ہے جلد سبکدوش ہو جانا چاہتا ہے اور یہہ کوشش کرتا ہے کہ اُسکی حیات مستعار میں جلدی یہہ کارج ہو جاوے طیاری زیور شروع ہوتی ہے۔ وہ اُن لوگوں کے اصلی خیال کو جنہوں نے دہرم شاستر کے اصول کو کہ لڑکیاں ورثہ سے محروم رہیں نامناسب سمجہکر دوسری طرح سے اُس قانون کو توڑا تہا اور اپنے اثاثہ اور حیثیت کے اندازہ پر توڑا تہا بہول جاتا ہے۔ چونکہ وہ اصلی خیال تو اب فراموش ہو گیا ہے صرف رسم کی پابندی اُسکے لئے قابل پیروی و پابندی رہگئی ہے وہ اپنی وسعت سے بڑہکر زیور طیار کرانا شروع کرتا ہے۔

زیور زیورات عموماً طلائی سادہ ومرصع ہوتے ہیں۔ صرف پاؤں میں پہننے کے زیور نقرئی ہوتے ہیں کبھا پہولوں اور کناری کے گہنے اور کبھا زیور طلائی سے ببین تفاوت راہ از کجاست تابکجا پنجاب میں طلائی زیور ونقرئی زیور اوسط کے درجہ کے آدمی سومہر کی قیمت کے دیتے ہیں سومہر کی قیمت الصحا۔ روپیہ ہوتی ہے (پنجاب میں کشمیریوں کے یہاں ایک مہر عہ روپیہ کی شمار کیجاتی ہے)

برتن (ستارات) طیاری زیور کے بعد برتن از قسم گاگر وتہالی وغیرہ مہیا کی جاتے ہیں جو عموماً ایک سو روپیہ سے دو سو روپیہ تک کی مالیت کے ہوتے ہیں گو انمیں بعض اہل دول نقرئی تہالی وغیرہ بہی شامل کر دیتے ہیں۔

پارچات پھر اُسکے بعد بنارسی دہوتیاں وخلعت خریدی جاتی ہیں اور کارچوبی کرتیاں وپائیجامے وغیرہ طیار ہونے شروع ہوتے ہیں جسپر اوسط درجہ کی آمدنی والے پنجاب میں قریب الف ۔ کے صرف کرتے ہیں اور کئی چہوٹی چہوٹی چیزیں تا۔ ماصہ کی خریدی جاتی ہیں جنکی تفصیل غیر ضروری ہے

نقد روپیہ پہر نقد روپیہ کی تجویز شروع ہوتی ہے اگر کسی نے پس انداز کیا ہوا ہے تو کوئی تکلیف نہیں مگر بسا اوقات کم وبیش قرض لیا جاتا ہے ہے۔ یا الصحا۔ روپیہ کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں سے الصحا۔ کے قریب تو دعوتوں پر خرچ ہوجاتا ہے جسمیں سمدہیوں اور اہل برادری کی دعوتیں شامل ہیں اور باقی الصحا۔ کے قریب لگن اور سمد ملاؤوں کے دلوں پر خرچ ہوجاتا ہے۔ ہمارا ارادہ تہا کہ ہم ایک فہرست بھی اِس رسالہ کے ساتھ منسلک کرتے مگر ہمکو بجائے اصلاح میں مدد دینے کے یہہ فکر ہوگیا ہے کہ مبادا اُس سے کوئی نظیر قایم ہوجاوے اس لئے ہمنے یہہ ارادہ ترک کردیا ہے۔ ہماری دانست میں اُن رقوم کی تفصیل بہلادینے میں زیادہ فایدہ ہے۔ کاش کہ ہماری عورتوں کا حافظہ انکو یاد دلانے میں دغا دے۔

اِس نقد رقم کے مہیا کرنے کے بعد سمدہیوں کو اطلاع تاریخ لگن دیجاتی ہے جو لگن چوری کے علاوہ ہے جسکا ہم پہلے ذکر کرآئے ہیں۔ یہہ اطلاع چند ماہ قبل از لگن دیجاتی ہے تاکہ وہ بھی

طیاری کر سکیں۔ اگر پسر والے دوسرے شہر سے آنیوالے ہوں تو انکے لئے ایک مکان وسیع تلاش کیا جاتا ہے اور کل سامان انکے لئے جمع کیا جاتا ہے اگر کوئی اور رشتہ دار پسر والوں کا اس شہر میں تکلیف گوارا نکرے تو آرائیش آتشبازی کا انتظام بھی دختر والونکی ذمہ ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جلوس برات کا سامان بھی دختر والا فراہم کرتا ہے گو اکا صرف پسر والے ادا کرتے ہیں۔

پھر دختر والوں کے اقربا کی آمد شروع ہوتی ہے اور انکے ہاں ایک مختصر سی رسم قطع پارچات کی ہوتی ہے یعنی ساعت نیک دیکھکر ایک دو پارچات بطور شگون قطع کئے جاتے ہیں بعد ازاں ایک روز مہندی کی رسم ہوتی ہے اور ایک روز دیوگن ہوتا ہے۔

دیوگن ایک هون ہوتا ہے جسپر تقریباً چھ سات گھنٹے سے کم عرصہ صرف نہیں ہوتا۔ یہہ رسمیں بجنسہ اسی طریق پر ہوتی ہیں جیسی لڑکے والوں کے یہاں ہوتی ہیں اسی طرح سے برادری کی دعوت اور ٹیکے کے روپے لئے جاتے ہیں۔ والدین دختر یا انکے اور بزرگ جنکی فرض دختر کا کنیادان ہوتا ہے دیوگن کے ہون پر بیٹھتے ہیں اور دختر بھی اس پوجا میں شامل ہوتی ہے۔ اس کے اخراجات بھی تقریباً اسی قدر ہوتے ہیں جو پسر والوں کے یہاں ہوتے ہیں۔

برات کے پہونچتے ہی ایک ملازم پانی کا گھڑا مکان کی دہلیز پر لئے موجود ہوتا ہے پسر والے اسمیں ہر دو روپیہ ڈالدیتے ہیں۔ اسکو الجے کہتے ہیں مکان میں داخل ہونے سے قبل دروازہ مکان پر ہر دو سمدھی ایک دوسرے کے سامنے ایک جائفل اور ایک روپیہ پیش کش کرتے ہیں پسر والہ روپیہ اور جائفل قبول کرتا ہے۔ دختر والہ صرف جائفل لے لیتا ہے۔ ہر دو بغلگیر ہوتے ہیں اور برات داخل ہوتی ہے۔ ہمکو بہت دریافت کے بعد بھی یہہ ٹھیک معلوم نہ ہو سکا کہ دیوگن کے موقعہ پر اور اس موقعہ پر جائفل کے تبادلہ سے کیا مراد لیگئی ہے۔

ہم قیاس سے یہہ کہتے ہیں کہ کشمیر جیسے ایک برفستانی ملک میں ایک حار تاثیر کا پھل خوش آیند

ہونا چاہیئے اس لیئے جائیفل کو غالبًا نمونہ گرمجوشی ارتباط و اتحاد قایم کیا گیا -

برات

بعد تبادلہ جائیفل براتی اور نوشاہ اور اہل برادری سید ہو صف دعوت پر بیٹھائے جاتے ہیں اور نوشہ کے سامنے دو پتلیں رکھی جاتی ہیں ایک اُسکے لیئے ہوتی ہے اور دوسری میں سے وہ تہوڑا سا کہا لیتا ہے یہہ جہوٹی پتل یعنی پس خوردہ پہر دُلہن کو کہلای جاتی ہے - دعوت کے تناول کے بعد براتی لگن کی ساعت کے منتظر پان خوری حُقہ نوشی و محفل رقص و سرود میں مصروف رہتے ہیں - کچھ عرصہ ہوا کہ پسر والوں کی ہمراہیاں کے نوجوان لڑکے ایک پارٹی اور دُختر والوں کے نوجوان لڑکے دوسری پارٹی بنا کر بیت بازی کیا کرتے تھے اب یہہ رواج پنجاب میں نہیں رہا ہے وقت معیّن پر پوجا شروع ہوتی ہے مٹی کی پیالیوں میں خشک گہاس جسے کشا بولتے ہیں اور پہول اور خشک چاول اور جو وغیرہ سے رسومات مذہبی شروع کرتے ہیں - پہلے گنیش کی پوجا ہوتی ہے پہر جگ شروع ہوتا ہے - ایک آتشکدہ تیار ہوتا ہے اور آتشکدہ کے سامنے زمین پر خوبصورتی سے کچھ نقش بنائے جاتے ہیں اور گورو صاحبان خوش الحانی سے سنسکرت کے پستک پڑہتے ہیں - افسوس ہماری قوم سنسکرت سے اسقدر بے بہرہ ہو گئی ہے کہ ایک لفظ بہی اُس ساری کارروای کا اُنکی سمجھہ میں نہیں آتا مگر لکیر کے فقیر اُسکی پیروی کرنی پڑتی ہے - یہہ زیادہ افسوسناک ہے کہ اکثر گورو صاحبان بہی معنی سمجھنے سے بے بہرہ ہوتے ہیں اُس آتشکدہ کے اردگرد تہوڑی تہوڑی وقفہ کے بعد سات پہیرے ہوتے ہیں یعنی دُولہا اور دُلہن ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہوے سات بار گہومتے ہیں اُنکے پہلے قدم پر منجانب والدین پسر کچھہ طلا زیر پا رکہا جاتا ہے جو دُختر کے گورو جی مہا نراج لیتے ہیں عموماً امیر اشرفی اور اوسط درجہ کے لوگ طلائی بُنْدکی رکہتے ہیں باقی قدم پر ایک ایک روپیہ رکہتے ہیں غریب لوگ شروع سے روپیہ ہر ایک قدم پر رکہتے ہیں دختر کے گورو صاحب علاوہ براں پسر والوں سے ایک دوشالہ یا دوشالہ کی قیمت پاتے ہیں اور علیٰ ہذا اور کئی رقوم بہی ملتی ہیں - لگن کی کل اخراجات مثلاً سامگری روغن زرد وغیرہ بہی پسر والوں کے ذمہ ہوتے ہیں

مستورات

اب مستورات کا حال سنئیے مستورات مردوں کو کہانا کہانے کے بعد کہانا کہاتی ہیں اُنکی نشست مردوں سے کسیقدر جدا ہوتی ہے وہاں وہ چہ میگوئیاں کرتی ہیں اور وہ چہ میگوئیاں شادیونکو تانوں اور قوم کے اداء کے متعلق ہوتی ہیں اور عجیب عجیب فتوے شادی بیاہوں کے متعلق حاضر و غائب اہالی قوم پر دئیے جاتے ہیں۔ معمولی چہ میگوئیوں کے سوائے مستورات کشمیری راگ بہی گاتی ہیں جو دیگر اقوام کیطرح فحش نہیں ہوتے بلکہ پاک اور دُعائیہ ہوتے ہیں۔

پردہ

اِس ساری کارروائی میں کل مستورات قوم کو مردوں سے پردہ نہیں ہوتا ہے کل برادری کی عورتیں مونہہ کہلے موجود اور شریک شادی ہوتی ہیں۔ ہماری قوم میں آپسمیں پردہ یعنی گہونگٹ نہیں ہے۔ نہ بڑے اور چہوٹے دیور دلنسے بہاوج اور نہ بہو اپنے سُسرے اور نہ کوئی عورت کسی اہل قوم سے پردہ کرتی ہے۔ البتہ گہروں میں غیر قوموں سے پردہ ضرور ہے آیا اسدرجہ کا پردہ کہانتک مناسب ہے ہم ہر ایک خاندان کے بزرگ کی اپنی رائے پر چہوڑتے ہیں یعنی جنکو کوئی ہرج اِتنا پردہ بہی موقوف کرنے میں معلوم نہیں ہوتا وہ موقوف کردیں اور جو کسی اندیشہ سے خائف ہیں وہ جاری رکہ سکتے ہیں۔ پردہ فی الحقیقت ہندؤں کی قدیمی رسم نہیں ہے اور ضروریات وقت سے اختیار کیگئی ہے اور اَب ضرورت رفع ہونے پر اعند بروز کمی پر ہے۔ مناسب درجہ تک پردہ کی اب بہی ضرورت ہے۔ تناول طعام کے بعد عورتیں سب یکجا مردوں سے قدرے فاصلہ پر جمع ہو جاتی ہیں سمدہانہ کی عورتیں اُن اشیاء کی وصولی میں مصروف ہو جاتی ہیں جو دختر کے والدین لگن کی شب کو دیتے ہیں شیرینی وغیرہ کی تقسیم معمولی ہوتی رہتی ہے جس کو حاضری کے نام سے پکارتے ہیں (جب انگریز ہندوستان میں آئے تھے تو خانساماں سے اُنہوں نے غالبًا حاضری کا لفظ سیکہا ہوگا حاضری سے مراد ناشتہ ہے) شیرینی کے علاوہ کشنیز خشک بہی جسمیں میوہ خشک بادام پستہ وغیرہ آمیزش کیا جاتا ہے اور جسے گوتا کہتی ہیں تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ لگن کے سات پہیروں کے بعد دُولہا اور دُولہن یکجا میٹہے چاول اور دہی ایک ہی تہالی میں تناول کرتے ہیں۔ اُس موقعہ پر دختر والوں کے

گھر کا خوش پوش سوئیدار اپنی حق الخدمت کا تقاضا کرتا ہے اور دُولہا کے والدین اُسکو ستّر
سے سَو روپیہ تک عموماً دیتے ہیں۔ ہماری دانست میں یہہ رسم بالکل بند کرنی چاہئے دختر
والوں کو خود اپنی گھر سے دینا چاہیے۔ دُولہا اور دُولہن کے رسموقہ یکجا کھانے کے علاوہ ایک
اور موقعہ ایسا آتا ہے جسکا ذکر آئندہ ہوگا۔ اور پھر ساری عمر اُنکو ایک تھالی میں باہم کھانا کھانا
ممنوع ہے۔

پوش پوجا

جب لگن ختم ہو جاتا ہے اُسکے بعد ایک نہایت دل آویز اور پُر اثر رسم ہوتی ہے جسکو پوش پوجا
کہتے ہیں (یعنی پھولوں کی پوجا) یہہ رسم اسطرح ہوتی ہے کہ دُولہا اور دُولہن پر ایک چادر ڈال
دیتے ہیں اور ایک لوکری پھولونکی والدہ دختر اور ایک والد دختر کے ہاتھ میں ہوتی ہے
ہر دو دُولہا دُولہن کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں اور چند گورو صاحبان شامل ہوکر موسیقی کے
لہجہ میں خوش آوازی سے ہم صفیر ہوکر ایک اشلوک پڑھتے ہیں دریافت کرنے سے معلوم ہوا
ہے اور بعض ناموں کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر اُن نیک بخت اور وفادار
بیویوں اور اُنکے قدردان خاوندوں کا تذکرہ پڑھا جاتا ہے جو ہندوستان کے پُرانے زمانہ میں
ضرب المثل گذر چکے ہیں۔ دیوتاؤں سے دُعائیہ درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اپنی روحانی موجودگی
سے برکت دیں اور اُنکی بدولت دُولہا دُولہن کے باہمی تعلق کو قیام ہو اور وہ اُن خاوندوں
اور بیویوں کیطرح کامراں اور فائز بمرام ہوں جو سابقہ زمانہ میں قابل تعظیم ہو چکے ہیں ہر ایک
بند کے اختتام پر والدین دختر دُولہا اور دُولہن پر پھول ڈالتے جاتے ہیں۔ اِس رسم پر چند گھنٹے خرچ
ہوتے ہیں۔ جہانتک ہمارا خیال ہے یہہ رسم کسی اور ہنود کی قوم میں رائج نہیں ہے اور کل
شادی کی رسوم میں سے اگر کوئی رسم مستحسن اور قابل پسند اور متاثر ہے تو پوش پوجا ہی۔ ہر ایک
متنفس جو موجود ہوتا ہے اُس سے متاثر ہوتا ہے اور دست بدعا ہوتا ہے کہ جوڑا سلامت رہے
اور خوش نصیب ہو۔ پوش پوجا کے بعد دُولہن کے سنگھار پر بہت وقت خرچ ہوتا ہے۔

دیگو

اِسکے بعد ایک مربع نقشہ رنگ آمیزی زمین پر مستورات طیار کرتی ہیں جسکو ویگو کہتے ہیں

اُسپر دُولہا دولہن کو کہڑا کر دیتے ہیں۔ والدین دختر ایک دوسرے کے پس خوردہ مصری کے ٹکڑے دُولہا دُولہن کو کہلاتے ہیں اور اُنپر سے ایک کبوتر کا جوڑا فدا کیا جاتا ہے۔ روپے پیسے کوڑیاں اُنکی سر پر سے قربان۔ دختر والوں کے خاندان کی عورتیں نہایت مغموم ہوکر چشم تر ہوتی ہیں۔ بعد ازاں برات رخصت ہو جاتی ہے۔

برات کے رخصت ہو جانے پر والد دختر کی حالت رحم کے قابل ہوتی ہے اسپر اپنی قوم کے بیرحم نکتہ چینی کے صدمے۔ سمدہی کی رضامندی نارضامندی کا فکر۔ لڑکی کی جدائی۔ خرچ کی زیر باری اور لڑکی کے ساتھ آئندہ برتاؤ کا فکر اور انتظام کا تکان۔ شب بیداری سب ملکر ایک دردناک حالت سراسیمگی پیدا کر دیتی ہیں۔ وہ مجسم مایوسی معلوم ہوتا ہے ابھی صرف ایک منزل طے ہوئی! سمدھ دادے باقی ہیں!! بعد رخصت برات والد دختر سے پراسچت کرائی جاتی ہے۔ کیوں؟ کیا گناہ سرزد ہوا۔ یہہ گناہ بیشک ہوا کہ اُسنے اپنی بیوقوفی سے اپنے آپ کو مفلس بنالیا۔ اپنی لڑکی کو اپنا ورثہ دیتے دیتے اپنی اولاد نرینہ کو بھی محروم کر دیا مگر پراسچت اِس پاداش میں نہیں ہوتی۔ پراسچت اس لئے ہے کہ اُسنے کنیادان کیا ہے۔ اگر وہ رزیل قوموںکی طرح سے دختر کی قیمت لے لیتا تو شائد پراسچت کی ضرورت نہوتی۔ واہ رے ہم اور ہمارے اصول۔ کسی شخص نے اپنی جان مار کر قرض لیکر لڑکی بیاہی اُسکے لئے یہہ حکم کہ وہ ناپاک ہوگیا اور اب پراسچت کرنی چاہئے ورنہ خورش ممنوع ہے برت رکھو اور پوجا کرو تب کنیادان کے گناہ کا کفارہ ہوگا سبحان اللہ!!!

جہانتک ہمنے غور کیا ہے ہمکو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ پُرانے زمانہ میں کوئی شخص اپنی لڑکی خوشامند سے نہیں بیاہتا تہا۔ کوئی زبردست اپنی قوم کے حامیوںکی مدد سے جبراً لیجاتا ہوگا۔ برات کے سامان دولہا کا شاہ بننا برادر شاہ کا ہمراہ ہونا اور کل جلوس برات و اجتماع برادری اور لگن کے موقعہ پر کل اخراجات کا والدین پسر کا برداشت کرنا ابتک پُرانے طریقہ شادی کے شہادت دیتے ہیں اُس قوم کو جسکی دختر جبراً لیجائی جاتی ہوگی ضرور سخت ناگوار گزرتا ہوگا۔ وہ قوم

بیشک اُس خاص آدمی سے ناراض ہوتی ہوگی جو رضامندی سے خود ہی اپنی کمزوری ظا ہر کرکر
مقابلہ نکرے اور خود ہی لڑکی دیدے ایسا آدمی برادری سے خارج کیا جاتا ہوگا۔ زمانہ آیا ہوگا
کہ کچھ عرصہ کے بعد جرمانہ اور پراسچت کے بعد پھر اُسکو برادری میں داخل کر لیتے ہونگے، رفتہ رفتہ
یہہ رسم ہوگئی کہ لگن کے اخراجات پسر والے ادا کریں اور دختر والہ پراسچت کرے۔ ہمکو یہہ ہی وجہ
پراسچت مروجہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہہ ہی وجہ ہو تو اگر انڈلوں (
برادری کسی کو ٹیکا نہ لا جانے پر خارج از برادری کرنے میں
مستعد ہو تو کیا تعجب کی بات
ہے۔

۱۹

باب نوزدھم

بعد رخصت برات

بعد رخصت برات براتی خوش خوش مع دُلہن اپنے گھر پہونچتے ہیں۔ دُلہن کو بزرگ خاندان گود میں لیکر گھر میں داخل کرتا ہے۔ پھر دُلہا اور دُلہن کو چاولوں کے ٹوکروں پر جو پہلے سے قریب بٹھاتے ہیں اور اُنکو یکجا میٹھے چاول اور دہی کھلاتے ہیں۔ اسطرح گویا خانہ داری کے دیپارٹمنٹ میں اُسکو دخیل کیا جاتا ہے۔ اسموقعہ پر ہمشیرہ دُلہا کو ایک رقم ملتی ہے اس کے بعد دُولہا کے والدین دُلہن کو اپنے گھر کے پارچات زیور پہناتے ہیں۔ اور مبارک مبارک کی آوازیں چاروں طرف سے آتی ہیں۔ [چاول کے ٹوکرہ پر بٹھانا]

بعد رخصت برات والدین ولواحقاں خانہ دختر کچھ تحائف مع قدری نقد بھیجنے شروع کرتے ہیں اور وہ تحائف شیرینی اور میوہ خشک وتر ہوتے ہیں۔ ان تحائف کو خبر کے نام سے پکارتے ہیں۔ برات کے دوسرے روز دُلہن اپنے والدین کے گھر آجاتی ہے اور اِسی طرح روزمرّہ آمدرفت جاری رہتی ہے۔ [خبر]

بعدازاں والدین دختر گراجُن شروع کرتے ہیں (گراجن اور سمدہ ملاد ایک ہی معنے رکھتے ہیں) یعنی سمدھیوں کی پُرتکلف دعوتیں شروع ہوتی ہیں جو اب ملازمت کی دقتوں نے دو تین پر ختم کردی ہیں اِن موقعوں پر پارچات بھی دئے جاتے ہیں اور سالانہ ٹکس کی (جسے لوازمہ پکارتے ہیں) پہلی قسط ادا کیجاتی ہے۔ میوجات خشک وتر و کھجور و شیرینی بھی نذر کیجاتی ہے۔ سالانہ ٹکس کی قسطیں عجیب عجیب مدات ہوتی ہیں ہر روز کے دعوت نامہ میں تعداد مدعو مرد و زن کی لکھی جاتی ہے ہر ایک گراجُن کے لئے علیحدہ حساب سے رقم دیجاتی ہے۔ ہر ایک گراجُن میں لڑکی کی ننہال کی ایک علیحدہ رقم ہوتی ہے۔ مدعو زن و مرد کی تعداد پر خواہ وہ موجود ہوں یا نہوں بحساب فی زن وفی مرد کچھ رقم [گراجُن]

اداکیجاتی ہے - تعداد اشخاص مدعوا ور مبالغ اول گراچن پر زیادہ - دوئیم پر اُس سے کم اور علی ہذا بتدریج کم ہوتی جاتی ہے - علاوہ اور رقوم کے چند رقوم ہر ایک گراچن پر نوشہ و برادر شاہ کے لئے مخصوص ہوکر ادا کیجاتی ہیں براد رشاہ کو کشمیری پت مہانزاذا بولتے ہیں جسکی نسبت ہم ذیل کی سطور بطور جملہ معترضہ لکھتے ہیں -

پُت مہانزاذا

پنجابیوں کے یہاں پت مہانزاذا کو شوالہ کہتے ہیں - کشمیریوں میں اُسکو بھی بوقت برات لباس مکلف پہنایا جاتا ہے - پُت مہانزاذا غالباً اُس پُرانی رسم کا بقیہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی اتفاق یا حادثہ سے اصلی دُلہا سے شادی نہو سکے تو لگن شادی نہ رُکے اور اُسکی بھائی کو وہی لڑکی بیاہ دیجاوے اور اگر ہم موجودہ تواریخی زمانہ سے پہلے پُت مہانزازہ اور مہانزازہ یعنی شاہ و برادر شاہ اور برات چڑہائی اور اس طریق سے لڑکی والوں کے گھر پہونچنے کی اصلی ابتدائی کو تلاش کریں تو پتہ یہہ ملیگا کہ شادی جبراً ہوتی ہوگی جیسا کہ منوجی نے اپنی کتاب میں ہما کہشا لوا[؟] بھی ایک قسم کی شادی تحریر فرمائی ہے - یہہ برات درحقیقت فوج کشی اور حملہ آوری ہوتی تھی جسمیں برادر شاہ کو لفٹنٹ سمجھنا چاہیے تاکہ وہ بصورت حادثہ اصلی شاہ کے بجائے جانشین ہو سکے - اب جبراً شادی کرنیکا رواج صدیوں سے بند ہے اور یہہ رسم بھی کہ بصورت حادثہ بجائے اصلی دُولہا کے اوسکی بھائی کے ساتھ شادی رضامندی سے ہوجایا کرتی تھی اسقدر عرصہ سے بند ہے کہ جسکا ہم پتہ نہیں لگا سکتے اتنا پتہ اب بھی ملتا ہے کہ بعد وفات خاوند بیوگان کو ساتھ متوفی کی برادر رذیل قوموں مثل جاٹاں میں بذریعہ چادر اندازی شادی کر لیتے ہیں جسے پنجاب میں کہا یوتہ[؟] کہتے ہیں - ہندؤں کی اعلیٰ ذاتوں میں یہہ رواج جاری نہیں ہے تاہم کشمیریوں میں برادر شاہ اب تک ایک ضروری شخص ہے اور اُسکے لئے علیحدہ رقوم ادا ہوتی ہیں -

دیگر رقوم

علاوہ رقم شاہ و برادر شاہ کے اُسکی خدمتگار اور اُستاد کے لئے بھی رقوم علیحدہ ہوتی ہیں مگر وہ اُنکو نہیں دیجاتی ہیں لیپر والے خود ہضم کر جاتے ہیں مدعوزن و مرد کی رقوم میں سے لیپر والے

[illegible]

چندا و چھوٹی مدّوں کے بھی رقوم ہوتی ہیں۔ لواحقان اور دولہا کے خاندان کی دختراں کی نیگ
بھی ادا ہوتی ہیں۔
یہہ سب رقمیں بے حساب نہیں ہوتی ہیں دختروالوں کے پاس کئی ہمسر اور ہم حیثیت خاندانوں کی
فہرستیں موجود ہوتی ہیں اور کچھ اپنے خاندان کی اور لڑکیوں کی سابقہ شادیوں کی فہرستیں بھی
موجود ہوتی ہیں انہیں قدرے کم وبیش کرکے نئی فہرست بنائی جاتی ہے اور وہ سمدھیونکے
حوالہ ہوتی ہے۔ یہہ فہرست تالوں کے حساب سے مبنی ہے اگر تان بہت بڑھکر دی جاویں تو
گراھون کے لفظ کو بیگماشن کے لفظ سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اسکے معنے غالبًا اعلیٰ دعوت ہیں
اس تبدیل اور کم وبیش کرنے میں اہل ذکور کو دخل نہیں ہوتا۔ بڑی عمر کے منجی صاحبان
یعنی معمّر مستورات کی رائے کے مطابق فہرست طیار ہوتی ہے۔ یہہ معمّر مستورات کشمیریوں
میں واضعان قانون ہیں انکی معلومات سینہ بہ سینہ چلی آتی ہیں انکی حافظہ میں ایک ایسا

فیمیل کوڈ] فیمیل کوڈ طیار رہتا ہے کہ انگریزی ایکٹوں کی تفصیل اور ضمن اسکے سامنے ماند ہیں۔
یہہ فیمیل کوڈ اُن نظائر پر مبنی ہوتا ہے جو ہماری قوم کے فضول خرچی نے بہم پہونچائی ہیں۔
کاش انکا یہہ حافظہ گھرونکی روزمرّہ حساب اور اخراجات کے یاد رکھنے میں کام آتا!!

پارچات] ان رقوم کے علاوہ جو ہر ایک خاندان میں کم وبیش مختلف ہوتی ہیں پارچات بھی دئے جاتے
ہیں۔ پارچات نہایت قیمتی ہوتے ہیں۔ بنارسی ساڑھیاں۔ کرتے پاجامے ریشمی در انگرکھے
سلمہ ستارہ دار۔ کارچوبی۔ کناری گوٹے اور بنتوں اور بانکڑی اور کرنوں سے لدے ہوئے بیحد
کثیر طیار ہوتے ہیں دئے جاتے ہیں۔ دُلہا کے لئے ٹوپیاں اور سمدھی صاحب کے لئے دوشالہ
مزید براں ہوتا ہے جسکے عوض اب رقم نقد بھی دیدیجاتی ہے۔ ٹوپیوں اور دوشالہ کے سوا سے
سب کے سب پارچات روزمرّہ کے استعمال میں لانے کے قابل نہیں ہوتے۔ علاوہ پارچات کے
میوہ خشک وکوزہ مصری وشیرینی علاوہ پیش کش کیجاتی ہے اور اسپر بھی اچھا صرف ہوجاتا ہے

کھجور] علاوہ ان چیزوں کے ٹوکرے کے کھجورونکی تقسیم و نذر کیجاتے ہیں۔ کھجور سے مراد میوہ کھجور

یعنی خرما نہیں ہے یہہ شیرینی کی کھجور ہوتی ہیں۔ جو کسی کام نہیں آتے۔ براتی اسکو لوٹ کرکے باندھ کر اپنے شہر میں لے آتے ہیں اور آخرکار وہ ضایع ہوجاتے ہیں یا کھانے والوں کو بیمار کرتے ہیں۔ شیرینی بھی اسی طرح سے ضایع کیجاتی ہے۔ شیرینی اور کھجور پر سینکڑوں روپے اسی طرح ضایع ہوتے ہیں۔

اور لاحقوں کو دینا پڑتا ہے

لڑکی والوں کے اخراجات سمدھیوں کو دیکر ختم نہیں ہوجاتے بلکہ اپنے خاندانکی دختروں اور نواسوں اور نواسیوں کو جوڑے اور نقد علاوہ دینا پڑتا ہے نقدی کسی طرح سے کم نہیں ہوتا اکثر اوقات ۱۵ صد ہوتے ہیں۔

اتنا خرچ اور پھر ناراضامندی

غرض لڑکی والوں کے کل اخراجات کی میزان ہزاروں تک پہونچتی ہے اسپر بھی کوئی ہی معقول پسند سمدھی ایسا ہوگا جو خوش خوش واپس جاتا ہو یا جو دختر والوں پر رحم کی نگاہ سے دیکھتا ہو ورنہ تو ایسا ہوتا ہے کہ پسر والے شادی کے بعد بیچاری بہو کو طعن کا ہدف بناکر ہمیشہ جتلاتے رہتے ہیں کہ ہم زیربار ہوگئے اور کچھ وصول نہوا۔ اس طعن سے مراد یہہ ہوتی ہے کہ لڑکی اپنے والدین کے گھر جاکر سمدھیوں کی ناراضامندی ظاہر کرے اور اپنی کوشش سے اُس سالانہ لوازمہ کی ازدیادی کرائے جو سال کے اخیر پر اُنکو ملنا چاہیئے۔

باب بستم ۲۰

ہر دو فریق کے اخراجات بعد شادی - اور سمدہیوں کا باہمی سلوک

اب ہم دیگر رسوم کا ذکر کرتے ہیں جو بعد شادی تہوڑی کمی بیشی کے ساتھ دونوں فریق کو کرنی ہوتی ہیں - سال کے اخیر پر سالانہ لوازمے دختر کے والدین ادا کرتے ہیں - اسمیں بہی ننہال فرزند کا حصہ ہوتا ہے مگر بعض رقوم دوسرے سال موقوف ہوجاتی ہیں - سالانہ لوازمے

سالانہ لوازمے صرف نقد ہی نہیں ہوتے بلکہ اُنکے ساتھ پارچات بہی دئے جاتے ہیں - سالانہ لوازمے فی الواقعہ ہر ایک تیوہار کی دعوت ہے جسپر نقدر قوم بھی دیجاتی ہیں - جہاں ایک ہی شہر میں جانبین رہتے ہوں وہاں یکمشت سالانہ رقم دینی ضروری نہیں ہے ہر ایک تیوہار پر رقوم معینہ کے سوا دعوت کے اخراجات علاوہ ہوتے ہیں - اور جہاں جانبین مختلف مقامات پر رہتے ہوں وہاں دختر کے خسرال جانے پر یکمشت سب رقوم ادا کیجاتی ہیں اتنے تیوہارونکی بابت رقوم دیجاتی ہیں کہ خدا پناہ دے - پچھلے سال ذیل کے تیوہاروں کی بابت رقوم ادا کیجاتی ہیں

۱ انبہ خربوزہ	۲ نوری ترے	۳ لوروڑ	۴ ہولی
۵ شیوا تری	۶ سونت	۷ سر لونسم یعنی سری پنچمی	۸ تیج ساون
۹ سلولوں	۱۰ جنم اشٹمی	۱۱ پن	۱۲ دہتہ تروا
۱۳ اننت چودس	۱۴ ششتر سنکرانت	۱۵ دیوالی	۱۶ کہچا اماوس
۱۷ نیتر سالگرہ			

کئی اور بہی ہونگی جو ہمکو معلوم نہیں ہیں - سال کے بارہ مہینے اور سترہ تیوہار !! ان تیوہاروں کا ہم بعد میں ذکر کریں گے - علاوہ پارچات کے جو تقریباً ما ۱ صہ سے ساڑ تک ہوتے ہیں اور تیوہاروں کی رقوم سالانہ بطور لوازمہ تخمیناً چار سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے - پنجاب کے متوسط درجے کی آمدنی کے آدمیوں کا یہہ خرچ ہوتا ہے جسنے چار تان دی ہوں ہندوستان کے لوگوں کا تو کچھ ٹہکانہ ہی نہیں ہے پنجاب کے نودولت بہی اُنکا تتبع کرنے لگے ہیں علیٰ ہذا

اسی طرح سے ہر سال لوازمہ دیا جاتا ہے جو بتدریج کم ہوتا جاتا ہے ان تیوہاروں پر جنکا ہمنے ذکر کیا ہے سونت اور نوروز اور دیوالی پر قمار بازی کیواسطے بھی رقوم دیجاتی ہیں۔ کیا ہم جرم قمار بازی کی اعانت نہیں کرتے کیا خوب دل لگی ہو اگر کسی روز اعانت قمار بازی میں پولیس گرفتار کرلے۔ نمبر ۷ اینتر سالگرہ بہو کے گہر آنے کی سالگرہ ہے جسطرح بڑے بڑے کارنمایاں کی سوانح کی یادگار رکہی جاتی ہے اور اُسکو انگریزی زبان میں اینی ورسری کہتے ہیں ہماری قوم میں شادی کی سالگرہ ہوتی ہے اور کیوں نہو جب خیال یہہ ہے کہ شادی طفلاں ہی انسان کی زندگی کا معراج ہے۔ اور پھر ایسی شادی جسپر جانبین کی بربادی ہوی تھی ضرور یادگار کے قابل ہے اسی سے ناظرین متعجب نہوں زنار بندی کے ہی اینی ورسری ہوتی ہے!!

جبکہ سالانہ لوازمات کئی سال جاری رہتے ہیں اور رسوم بھی اُس عرصہ میں شروع ہوجاتی ہیں۔ مثلاً بہو کے ششر منڈی کی رسم ہوتی ہے یعنی ایک زیور طلائی مثل یک تعویذ بشکل سنگاڑہ کے بناکر بہو کی ٹوپی پر ٹانک دیاجاتا ہے۔ دعوت عزیزاں و لواحقان و بعض اوقات برادری کی دعوت کرتے ہیں۔ اس رسم سے بہو کو کسی رشی یا دیوتا کا سایہ محافظت دیاجاتا ہے۔ [ششر منڈی]

پھر زوجی کی رسم ہوتی ہے۔ زوجی سابق زمانہ میں وہ دن ہوتا تھا جس دن زوجین ہم بستری کی اجازت پاتی تہی جس سے نام اختراع ہوا ہے۔ اب بجائے اُسکے دو رسوم قایم ہوگئی ہیں ایک مکان دینا۔ دویم زوجی۔ زوجی پر والدین زوجین دونوں کو خرچ کرنا پڑتا ہے مکان دینے سے یہہ مراد ہوتی ہے کہ زوجین کو ہم بستری کی اجازت دیگئی اور بعد ازاں زوجی ہوتی ہے جس کے معنے وہی ہیں مگر رسم اصلی پہلے ہوچکی ہوتی ہے جو اخراجات مکان دینے پر ہوئے تھے وہ اسپر کردئے جاتے ہیں۔ یعنی پکلف جوڑی اور زیور زوجین کے لئے طیار ہوتے ہیں اور کچھ شیرینی برادری میں تقسیم کرتے ہیں اور دعوت برادری بھی ہوتی ہے عموماً اسپر سو دو سو روپیہ معمولی طور پر جانبین کا علیحدہ علیحدہ خرچ ہوجاتا ہے۔ اس رسم پر یہہ [زوجی]

معیوب بیحیائی بہی ہوتی ہے کہ گھر کی بہو بیٹیاں خاوند و عورت کی گفتگو در وازوں کے سوراخوں سے سنتی ہیں اور صبح کو ہر دو سے تمسخر کرتی ہیں۔

رسوم نواسگاں

جب زوجی ہو چکی تو تولد اولاد پر لڑکی والوں کو اور اخراجات لاحق ہوتے ہیں ہم کانیتر اور زناربندی وغیرہ کے اخراجات کا پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ لڑکی والوں کو بہی اپنے نواسے یا نواسی کی رسوم پر صرف کثیر اُٹھانا پڑتا ہے۔ پیدائش پر انکو میوہ جات خشک اور رقدری رقم دینی پڑتی ہے۔ نواسہ کے مونڈن پر بہی اچھی رقم خرچ ہوتی ہے اور زناربندی پر تو رقم کثیر دینی پڑتی ہے پیدائش اور مونڈن پر تو اسقدر کثیر رقم خرچ نہیں ہوتی کہ اسکا خاص ذکر کیا جاوے البتہ زناربندی نواسہ اور شادی نواسی پر مصارف کثیر ہوتے ہیں نواسی کی شادی پر زیور طلائی دینے پڑتے ہیں اور مکلف پارچات علاوہ جسکا متوسط درجہ کی آمدنی کا آدمی عموماً پانچ سات سو تک تخمینہ کرتا ہے۔ نواسہ کی زناربندی پر زیور و پارچات تین چار سو روپیہ کے قریب دئے جاتے ہیں۔

متفرق

دختر والے کو سمدھانہ کے لواحقان کی شادی پر بہی صرف کرنا پڑتا ہے۔ سمدھانہ کی غمی کر سوتو نیز بہی صرف کرنا پڑتا ہے۔ سمدھیونکی ملاقات پر بہی خواہ وہ اتفاقی ہی کیوں نہو صرف ہوتا ہے۔ لڑکے والے خاندان کا کوئی شخص اگر شادی یا زناربندی کرکے لڑکی والے کے گھر آوے تو اُسکو بہی قدرے دیا جاتا ہے۔ ہر ایک موقعہ پر جب لڑکی اپنے والدین کے گہر آوے اتگت دیا جاتا ہے جو خفیف رقم ہوتی ہے ہم ان مصارف کی بابت لکہتے لکہتے تہک گئے اور بس کرتے ہیں۔ اب مختصر ذکر سمدھیوں کے باہم سلوک مابعد کا کیا جاتا ہے۔

سمدھیونکا سلوک باہمی

شادی کے بعد سمدھیونکا سلوک باہمی قابل تحسین نہیں ہوتا۔ زر کے طمع پسر والونپر نہایت غالب رہتی ہے اور دختر والے دیتے دیتے تنگ آکر سمدھیونکو غاصب اور حریص سمجھکر اُنسے دلی ارتباط نہیں رکہتے۔ بیاہ شادیوں کے سواے اُنکا باہمی میل جول عموماً نہیں ہوتا۔ دختر اول بہی کچھ عرصہ گذرنے پر چونکہ وہ نہ تو جدی اور نہ پیدا کردہ جائداد پدری میں کوئی حصہ وراثتاً پانیکی

مستحق ہوتی ہیں اپنے ماں باپ پر رحم نہیں کرتیں اور جہانتک ممکن ہوتا ہے وہ اندازہ سے بڑھکر روپیہ کھینچنے کی کوشش کرلی ہیں۔ دختر کے والدین دختر کے بڑے بھائی اور رشتہ دار اور لواحق جو عمر میں اُس سے بڑے ہوں سمدھیوں کے گھر میں نہیں جاتے صرف چھوٹوں کو اجازت ہے اور نہ سمدھیوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں۔ سمدھانہ کی اپنی کارج پر یا معمولاً سمدھانہ کے مکان میں داخل ہونے پر ہر متنفس خاندان دختر کچھ روپیہ ادا کرتا ہے جسکو کشمیری اگھاسوین کہتے ہیں۔ سمدھانکی اپنی شادی بیاہ پر زنار بندی پر مدعو ہوکر دختر والے عموماً سمدھیوں کے گھر میں داخل ہونے پر مجبور ہوتے ہیں اور اُنکو رقم ادا کرنی پڑتی ہیں۔ زنار بندی بیاہ شادی پر دختر والے خاندان کے اکثر لوگ عام دعوت برادری میں کھانا کھا لیتے ہیں گو بعض اس سے بھی احتراز کرتے ہیں۔

پنجاب میں کشمیر کے تازہ وارد دختر والے جو خوشحال نہیں ہیں۔ سمدھانہ میں کھانا کھانے میں چنداں عذر نہیں کرتے دہلی والے اور لکھنوی دختر والے سمدھانہ کے پانی پینے میں بھی عذر کرتے ہیں۔ البتہ کشمیریوں میں اسقدر یہ سخت نہیں ہے جسقدر اور بعض ہندو قوموں میں ہے کہ جہاں لڑکی بیاہی جاوے اُس شہر میں نہ صرف پانی نہیں پیتے بلکہ اُس شہر میں سے حتی الوسع گذرتے تک نہیں ہیں۔ تازہ واردان کشمیر میں بہت غیرت و اسباب کی نہیں ہے کہ اگر وہ مفلوک الحال اور مفلس ہوں تو وہ اپنی لڑکی سے امداد نہ لیں۔ دہلی وال اور لکھنوی کشمیری چاہی بھیک مانگیں مگر اپنی دختر سے امداد کے خواہاں نہونگے اور اگر دختر امداد دینے پر طیار ہو تو اُسے حقارت سے نامنظور کریں گے۔

۲۱

باب بست و یکم

اِصلاح

اُن اصحاب سے جو رقم مقررہ پر قوم کو پابند کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اُس تخمینہ مقررہ سے نہ بڑھیں ہم متفق نہیں ہیں۔ ہماری دانست میں یہہ تجویز عملی طور پر کامیاب نہوگی اور نہ ہم اُنسے متفق ہیں جو تھبی بڑی مذہبی رسموں کو یکقلم موقوف کرنیکی سفارش کرتے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ کہاں کہاں پیروالے اصلاح کر سکتے ہیں اور ہمنے اُس مقام پر زیادہ تر اُنہیں اصحاب کا ذکر کیا ہے جو دوسرے شہر سے بیاہنے آتے ہیں مگر وہی اصلاح جو ہمنے اُنکے لئے پیش کی ہے ایک ہی شہر کے ساکنان کو بھی اختیار کرلی چاہیئے۔ صرف اسقدر دوبارہ لکھنا ضرور ہے کہ بڑی بڑی شہروں میں جہاں برادری کی تعداد کثیر ہے وہاں اُنکو صرف اُن صاحبان کو مدعو کرنا چاہیئے جن سے اُنکا رشتہ داری کا رابطہ یا محبت کا تعلق ہے ہر کس و ناکس کا کوئی استحقاق مدعو ہونے اور زیر بار کرنیکا نہیں ہے۔ برادری کے غیر محدود احاطہ میں کوئی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل متوسط درجہ کی آمدنی والے جائز آمدنی سے بہت کم پس انداز کر سکتے ہیں اور وہ کسیطرح سے اُن کثیر اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے جو ہمنے بیان کئے ہیں

[اخراجات کا نتیجہ]

ہزاروں روپے کا خرچ سینکڑوں کی آمدنی والے کیونکر برداشت کر سکتے ہیں۔ کیا ہماری قوم کو یہہ معلوم نہیں ہے کہ روپیہ آجکل کس مشکل سے پیدا ہوتا ہے روزمرہ کے معمولی اخراجات ضروری کے بعد کتنا پس انداز ہوتا ہے؟ کیا انہیں رسموں کے اخراجات نے ہماری قوم میں دیوالہ کی درخواست دینیوالے پیدا نہیں کر دئے؟ کیا ہماری قوم کے آدمیوں کی تنخواہیں قرق نہیں ہوتیں؟ کیا ہماری قوم کے لوگوں نے زیر باری کی وجہ سے اپنے جدی مکانات اور اراضیات فروخت نہیں کر دیں؟ کیا وہ ہیں اخراجات کے اُٹھانے کے فکر میں بخیل اور خسیس نہیں ہوگئے؟ کیا وہ انہیں اخراجات کے فکر میں اپنے

بچوں کی تعلیم اور تربیت سے غافل نہیں ہو گئے؟ کیا وہ انہیں اخراجات کی وجہ سے دنیا کے سامنے نادم نہیں ہوئے؟ کیا انہیں اخراجات نے بعض کو دیوانہ نہیں کر دیا؟ کیا رات کی نیند کو حرام اور خورش کو موقوف نہیں کر دیا؟ کیا انہیں اخراجات نے عہدہ داراں کو بدنیت نہیں کیا؟ کیا وہ اسوجہ سے رشوت خوار نہیں ہوئے؟ کیا وہ انہیں اخراجات کی بدولت سینکڑوں گناہ نہیں کرتے؟ افسوس! افسوس!! کیا ہم میں اتنی عقل بھی نہیں کہ ہم اخراجات کو کم کر سکیں۔ سچ ہے کہ ہم ہجوم افکار میں ایسے پریشان ہو رہے ہیں کہ ہمکو کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔ ہماری التماس ہے کہ اگر ہم کفائت شعار قوم ہو جاویں اور رسوم کی غلامی کو چھوڑ دیں اور بطریق مناسب شادی غمی پر خرچ کریں تو کیا ہم ہزاروں عیبوں سے نہیں بچتے۔ پھر کیوں نہیں کرتے۔ ہم کچھ اصلاح کے طریقے رسموں کے ذکر کے ساتھ ساتھ عرض کرتے رہے ہیں اب قدرے مفصل عرض کرتے ہیں اگر پسند خاطر ہو۔

نسبت | **نسبت** کی بابت ہم یہہ عرض کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے اصحاب جو تقریبًا سب خواندہ ہوتے ہیں کسی ہمسر کا پتہ لگا کر خود خط و کتابت کر سکتے ہیں اور دوسرے شہر میں خود جا کر ہر ایک امور متعلقہ سے ذاتی واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر نہ معلوم ایسا کرنے میں کیوں عار کرتے ہیں۔ کیوں رشتہ داراں اور گوروں کے اختیار میں انتخاب رکھا جاتا ہے نیز ہماری دانست میں اسقدر عرصہ شادی سے پہلے نسبت کرنی مناسب نہیں ایسے وقت پر نسبت کرنی چاہئے جسکے چند ماہ بعد شادی منظور ہو اور ایسی عمر میں نسبت کرنی چاہئے کہ چیچک وغیرہ بچپن کی بیماریوں کی عمر نکل جایا کرے اور اگر قریب ایام شادی حالات خاندان بدل گئے ہوں تو نسبت کے فسخ کر دینے میں دریغ نکرنا چاہیے۔ اپنی اولاد کے آئندہ بہتری کا خیال کر اور کوئی انسانی فرض نہیں ہے۔

زیور

زیور | زیور کی بابت ہماری یہہ عرض ہے کہ اسکی کوئی تعداد مقرر نہیں ہوسکتی لڑکی کے والدین

کبھی اپنی اولاد کو مفلوک الحال اور بے سر و سامان نہیں دیکھ سکیں گے - اور ہماری دانست
میں انکو کسی اور خرچوں کو کم کر کے بھی معقول رقم زیور کی اپنی لڑکی کو دینی چاہئے کیونکہ یہہ بھی
اُسکا سرمایہ ہوتا ہے - گو بعض اصحاب یہہ کہتے ہیں کہ بنک میں روپیہ اُنکے نام جمع کرا دیا جاوے
اس طریق سے بہ نسبت زیور بہتر کارروائی ہو سکتی ہے - مگر ہمارا اُس تجویز سے کلّی اتفاق
نہیں ہے - ہماری دانست میں بنک کا روپیہ کبھی بھی دختر کی اصلی ملکیت نہیں رہ سکتا خسرال والے
اور رشتہ دار یا ولی اُسکو صرف کر دیں گے - چونکہ ہماری قوم پردہ نشین ہے ہماری عورتیں
انگریزوں کی عورتوں کی طرح سے اُس روپیہ کے متعلق انتظام کو سرانجام نہیں دے سکتیں یہہ
سچ ہے کہ زیور رکھنے میں خطرہ ہے اُس سے مفاد بند ہو جاتا ہے بلکہ روز بروز اُسکا وزن
اور قیمت کم ہوتی جاتی ہے مگر آخر کمتر قسم کر ان وسٹامنٹ تو ضرور ہے اور عورتوں کیلئے
اِس سے بہتر تجویز فی الحال کوئی نہیں کہ وہ اپنے استری دہن کو اپنے پاس رکھیں اور اُن کے
لواحقاں کو دست بردی کی گنجائش کم ہو اتنا بیشک ہم کہیں گے کہ انسان کو یہہ اندازہ کرنا چاہئے
کہ اُسکی اولاد نرینہ کسقدر کی اُسکے بعد وارث ہوگی - اُسی اندازہ سے قدرے کم و بیش لڑکی کو
دینا چاہئے - اِس اندازہ لگانے میں یہہ بھی غور کرنا چاہئے کہ لڑکی کے بیوہ ہونے کی صورت میں
خصوصاً جب اُسکو اپنی طلا کی پرورش کرنی ہو اُسپر کسقدر مصیبت نازل ہوتی ہے - بیوگان کی
خاطر داریاں جو اگلے زمانہ میں تھیں جاتی رہیں - اب وہ ہر ایک خاندان میں بار گراں ہو رہی
ہیں - یہہ بھی اندازہ کرنا ضروری ہے کہ جس خاوند کے ساتھ اُسکی شادی ہوئی ہے ممکن ہے
کہ وہ کمانے کی قابلیت نرکھے مگر اِس امر کو بھی بھولنا نہ چاہئے کہ اُسکو اپنے خسرال سے بھی استری دہن
ملیگا اور اُسکا خاوند بھی غالباً کماؤ ہوگا - خلاصہ یہہ ہے کہ اِن سب امور کو خیال کر کے حسب
حیثیت خود معقول زیور دینا لازم ہے - مگر کسی خاص زیور کو (سوائے چوڑے کہ اُسکو زیور سہاگ
کا زیور سمجھا جاتا ہے) لازمی نہ سمجھنا چاہئے - جڑاؤ زیور نہ دینا چاہئے کہ اُسکی صرف خوبصورتی
زیادہ ہے قیمت کم رہجاتی ہے اور جلدی خراب ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ ایسا زمانہ آوے

کہ تعلیم نسوان جاری ہو کر عورتیں خواندہ ہو جاویں اور پردہ سے باہر آجاویں اسوقت البتہ زیور کی رسم کو بھی تبدیل کرنا پڑیگا جبتک ایسا نہو ہم زیور کے موقوف کرنے کی سفارش پیش نہیں کرتے اور اسکے مقدار کو والدین کی عقل پر چھوڑتے ہیں ۔

پارچات پارچات پر فی الواقعہ نہایت ہی فضول خرچی ہوتی ہے جسقدر پارچات جس رسم پر بنائے جاتے ہیں وہ سب کسی مصرف کے نہیں ہوتے اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کیڑی کی خوراک ہو جاتے ہیں سوائے بزازوں اور کناری فروشوں اور درزیوں کے مفاد کے کسی کا اسمیں فایدہ نہیں ہے اس لئے ہماری دانست میں صرف معمولی روزمرہ کے پوشیدنی پارچات دینے چاہئے۔ کیسا ہی عمدہ ہو کہ تھان کے تھان دیدئے جاویں تاکہ سمدھی حسب مرضی خود جسطرح سے چاہیں استعمال کرلیں۔ اسمیں شک نہیں ہے کہ ہر ایک موقعہ شادی پر ہر قوم کچھہ نہ کچھہ تکلف ضرور کرتی ہے اور ہمیشہ کریگی۔ کون قوم اس رسم سے خالی ہے۔ کیا انگریز خالی ہیں۔ نہیں۔ انکی شادی کے موقعہ پر ایک مکلف ٹراؤسو پر پانسو روپیہ تک صرف ہو جاتا ہے ۔ رواجی ٹراؤسو دو سو روپیہ میں طیار ہوتا ہے۔ اس لئے سوائے روزمرہ کی پوشاک کے ایک مکلف جوڑہ دولہا اور دلہن کے لئے کافی ہے اور باقی رسمی چاہئے۔ اسطرح سے پارچات کے اخراجات میں ہم قریب ۳/۴ کے خرچ کی کفایت کرسکتے ہیں۔ جن پارچات دینے کی ہم تجویز پیش کرتے ہیں وہ زیادہ کار آمد ہونگے جو مکلف ٹوپیاں داماد کو دیجاتی ہیں وہ بالکل بے ضرورت ہیں صرف ایک ٹوپی اور دستار پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔ باقی موقوف۔

دیوگن دیوگن مذہبی رسم ہے اور موقوف نہیں ہوسکتی۔ مہندی بھی ایک ایسی رسم ہے جسکو موقوف کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ دیوگن پر ایک روپیہ جسکو ٹھیکہ کہتے ہیں اگر ان رشتہ داران سے لیا جاوے جنکے ساتھ ہمیشہ سے رابطہ ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ پنجاب میں تنبول کی رسم ہے اس سے اتحاد باہمی قائم رہتا ہے۔ اتنی کفایت ہو جانے پر بھی میزان خرچ اسقدر ہو گی کہ دختر والوں کو اپنی خاندان کی اور دختر نواسگاں اور سمدھیوں کی رشتہ دارانکی

نیگ ادا کرنی یک قلم موقوف کردینی چاہئیں - اُس جگہ جہاں ہر دو جانبین ایک ہی جگہ مقیم ہوں - دختر والوں کو صرف ایک دعوت برادری کافی ہے خواہ وہ برات کے روز ہووے خواہ وہ دلوگن کے روز ہو جاوے - اور اگر برادری کثیر ہے جیسا کہ مثلاً لاہور میں زن و مرد و بچہ قریب نو سو آدمی کے ہیں وہاں چیدہ چیدہ اصحاب کی دعوت کافی ہے - پنجاب کی دیگر اقوام میں یہہ رسم ہے کہ وہ اپنی برادری میں سے چند گھروں سے تنبول کا رواج جاری کر دیتے ہیں اور اُنہیں کو مدعو کرتے ہیں - ہر ایک شخص اپنی حسب حیثیت اپنے ہمسروں سے ایسا رابطہ پیدا کر لیتا ہے بعض کبھی بباعث سے اُنہیں سے کم ہوتے جاتے ہیں اور بعض بڑھتے جاتے ہیں کل پنجاب کی برادری کی دعوت کسی قوم پنجاب میں رائج نہیں ہے - سوا ئے چار پانچ بڑے شہروں کے اور شہروں میں کشمیری برادری کی تعداد قلیل ہے اسوجہ سے چھوٹے شہروں میں کل برادری کی دعوت اب بھی سہولیت سے قایم رہ سکتی ہے - ہم بڑے شہروں میں سے ایسے خاندان انتخاب کر سکتے ہیں جنکے ساتھ رابطہ اور آمد رفت ہو صرف اُنہیں کے ساتھ سلسلہ برتاؤ رکھنا کافی ہے اگر اِس طریق سے ہم عمل کریں تو خرچ دعوت تیسرا حصہ رہجاتا ہے -

جو میوہ جات یا شیرینی کے طور پر لواحقاں دختر سمدھانہ میں بطور تحائف بھیجتے ہیں اسکی قایم رکھنی میں کوئی ہرج نہیں ہے بلکہ بہت اچھی رسم ہے کہ اِس خفیف خرچ سے لواحقاں خوش ہوتی ہیں اور اتحاد باہمی کو استحکام ملتا ہے - | میوہ

گورو صاحبان کی بابت ہم پہلے لکھ چکی ہیں کہ بالفعل اُنکے حقوق میں بہت کمی نہ کیجاوے کیونکہ اگر اسمیں کمی کرنی شروع کریں گے تو علاوہ اُن وجوہات کے جو ہمنے اوپر لکھی ہیں زائد وجہ یہہ ہے کہ وہ دیگر اصلاح کے سد راہ ہونگے اُنکی طاقت اسقدر ہے کہ وہ کسی اور صلاح کو محض اسی ضد سے سرسبز نہونے دینگے - | گوروصاحبان حقوق

شیرینی بروز برات کو بھی بہت کم کر سکتے ہیں اور ہماری دانست میں دس تہال شیرینی کافی ہیں جو قیمت میں دس روپیہ سے زیادہ نہونی چاہئے - | شیرینی بروز برات

لوازمہ گراچین اور سالانہ لوازمہ

گرالچین اور لوازمہ گراچین اور سالانہ لوازمہ کی بابت ہمنے بہت سوچا ہے اور ہم اس راے پر پہونچے ہیں کہ اس معاملہ میں بہی معقول اصلاح ہو سکتی ہے - یہہ ہمنے پہلے لکہا ہے کہ برات کو لڑکی والے دو روز اپنے گہر میں قیام دیکر رخصت کردیں - یہہ تجویز ہمنے محض خیالی تجویز پیش نہیں کی ہے - بلکہ وہ رسم بیان کی ہے جو اسوقت پنجابی ہندؤں میں سالہا سال سے جاری ہے بڑے بڑے سیٹہہ اور مہاجن اور ذی رتبہ اسکو اسوقت تک کررہے ہیں - اسپر بہی اوس کے اخراجات کی کمی کی تجاویز انمیں آجکل درپیش ہیں مثلاً سدہار سبہا وغیرہ اِسمعاملہ میں بہت ساعی ہو رہی ہے امید ہو کہ پنجابی صاحبان کامیابی حاصل کریں گے کیونکہ وہ ہماری قوم کیطرح حاجی صاحبان سے قانون وضع نہیں کراتے - پنجاب کے کہتری مہاجنوں میں بلکہ کل اہل ہنود میں یہہ رسم ہے کہ برات آتی ہے اور ایک دو روز سمدہانہ میں رہکر رخصت ہوتی ہے لڑکی والے بوقت رخصت برات پارچات مختصر جسمیں ایک دو مکلف جوڑے ہوتے ہیں اور باقی سادہ پیشکش کرتے ہیں اور کچہہ روپیہ نقد دیتے ہیں اور اس سب کو وہ کہٹ کے نام سے پکارتے ہیں اور کوئی سالانہ لوازمے یا دعوتیں نہیں ہوتی ہیں - کہٹ میں اچہے اہل ودل ایک سو روپیہ سے زیادہ رقم نقد نہیں رکہتے - اس لئے ہماری دانست میں ہمکو اُن پنجاب کی قوموں سے جو ہندو ہونیکا ویسا ہی فخر رکہتی ہیں جیسا ہم بلکہ ہملوگوں سے زیادہ متمول ہیں سبق حاصل کرنا چاہیے مانا کہ پنجاب کے اہل ہنود میں بہی بہت سے معیوب رواج موجود ہیں وہ صرف اسی وجہ سے قابل اعتراض ہیں کہ وہ خلاف تہذیب ہیں جنکے رفع کرنے میں وہ کوششیں کررہے ہیں اور بعض رفع بہی ہو چکے ہیں مگر انمیں کوئی رسم فضول خرچی کی نہیں ہے - اُن قوموں کے مطابق ہمارے یہاں بہی پہلی شب دعوت برات اور لگن ہو جانا چاہیئے - دوسرے روز کی شب کو ایک دعوت اور دینی چاہیے اور یکمشت رقم لوازمہ گراچین بطور کہٹ کی انکی نذر کرنی چاہیئے -

جب اسطرح سے رقوم مروّجہ لوازمونکی ٹوٹ گئیں تو شروع شروع میں خواہ روپیہ زیادہ بہی

دیا جاوے مگر یکمشت رسم آہستہ آہستہ ایسی رسم پر آ پڑے کی جو قابل برداشت ہو جاویگی پارچات کا ذکر ہم کر چکے ہیں کہ وہ مختصر اور سادہ ہونی چاہئیں۔ میوہ جات خشک و کہجور وغیرہ سب موقوف کردینی چاہیئے کیونکہ اس سے کسی فریق کو مفاد نہیں ہے محض روپیہ ضائع کرنا ہے۔

ستراتِ یعنی برتن

ہماری راے میں جیسا کہ دیگر اقوام بہی اسباب خانہ داری دیتے ہیں اُسی طرح ہمکو معمولی برتن دینے چاہیے۔ نقرئی تہالی محض فضولخرچی ہے۔ ایک گاگر اور دو تہالیاں اور چند کٹوری دینے کافی ہیں۔ یہہ کل سنتے کے اندر ہو سکتے ہیں۔ کم استطاعت لوگ اسمیں بہی اور کمی کر سکتے ہیں۔

شَشَرمَنڈی

شَشَرمَنڈی کی رسم بالکل توہمات پر مبنی معلوم ہوتی ہے اور بالکل بند کرنی چاہیئے۔

زوجی

زوجی کی رسم محض غیر ضروری ہے اور نہ صرف اُس بیحیائی کو دور کرنا چاہئے جو مکان دینے کی شب کو مستورات سوراخوں اور روزنوں سے مرد و زن کی باہمی گفتگو کو سنتی ہیں بلکہ زوجی کی رسم ہی قطعی بند کرنیکے لائق ہے۔ برادری میں یہہ اشتہار دینے کی اصلا ضرورت نہیں ہے کہ فلاں تاریخ زوجین ہم بستر ہونگے۔ بلکہ پنجابی تازہ وارد کشمیریوں کو یہہ رسم بہی کرنی چاہئے کہ وہ استقرار حمل کے پانچویں مہینے برادری میں خیرات تقسیم نکیا کریں۔

پیدائش پر ننہال کیجانب سے کچھ بھیجنا

رقوم نقد کا بھیجنا تولد اولاد کے موقعہ پر جانب ننہال بند کرنا چاہئے صرف بچہ کیواسطے ایک جوڑہ کافی ہے نواسی اور نواسگان کے مونڈن و شادی زنار بندی پر صرف ایک مختصر زیور حسب حیثیت دینا کافی ہے۔ پارچات اور رقوم نقد بند کرنی چاہیے۔

متفرق

اُن اخراجات کو جنکو ہمنے متفرق لکہا ہے یعنی سمدہی کی ملاقات پر لڑکی کی روزمرہ یا معمولی آمد رفت پر اور شادی یا زنار بندی کرکے گہر جانے پر جو رقوم خرچ کیجاتی ہیں بالکل بند کرنے کے قابل ہیں

باب بست دوئم ۲۲

غمی کی رسمیں

مرگ کریا کرم

اب ہم غمی کی رسومات کا ذکر کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس صیغہ میں بھی کشمیری پنڈتوں کے اخراجات ہر ایک دیگر قوم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں ہم چاہتے تھے کہ اس تذکرہ کو بالکل نظرانداز کرتے مگر ہمارا مضمون اس کے بغیر نامکمل رہجاتا ہے۔ ہمکو یہہ ضرورت معلوم ہوئی ہے کہ غمی کی رسوم کا ذکر نہ صرف فضول خرچی کے رفع کرنے کے لئے ضروری ہے بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض رسوم منسوب غمی کے متعلق ایسی رایج ہیں جو بالکل قابل ترک ہیں اور گو وہ رسوم دیگر اقوام ہنود میں بھی رایج ہیں مگر ہماری قوم میں انکی پیروی بڑی تاکید سے ہوتی ہے اس لئے اسکا ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا۔

قریب المرگ زمین پر

جب کوئی بیمار قریب المرگ ہوتا ہے تو اسکو فوراً چارپائی پر سے اتار کر زمین پر ایک چٹائی پر ڈالدیتے ہیں۔ اگر کوئی بیمار بستر چارپائی پر وارثان کی غفلت یا نافہمی سے مرجاوے تو انپر ایک خاص ڈنڈ لگایا جاتا ہے یعنی یہہ کہ کریاکرم کی رسوم میں ایک رقم خاص انکو اس امر کی تلافی کے لئے خرچ کرنی پڑتی ہے ہماری سمجھ میں اب تک یہہ بات نہیں آئی کہ اس کارروائی سے پرانے زمانہ کے ہندوں کے بزرگوں نے کیا مصلحت سوچی تھی۔ بیمار اس نامعقول سلوک سے بالکل بے جان ہو جاتا ہے اگر روح کوئی چیز ہے اور وہ بعد مرگ بھی وارثان کے لئے نیک یا بد اثر رکھتی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ وہ ضرور وارثان کے ایسے سلوک سے ناراض ہو کر سخت بددعا دیتی ہوگی۔ ہم نے بہت اس رسم پر غور کیا ہے اور اپنے قیاس کو سخت بے امید پڑا ہے کہ کوئی نکوئی وجہ اس رسم کی دریافت کر سکیں کیونکہ یہہ ہمارا پورا یقین ہے کہ ہندوں کے بزرگ نادان نہ تھے اور انکی کوئی تدبیر اس زمانہ کے لحاظ سے

خواہ وہ اب بے سود ہو) خالی از علت نہ تھی - بہت غور کے بعد ہمنے اپنے قیاس سے دو وجوہات اِس رسم کی علت غائی کی سوچی ہیں شائد وہ صحیح ہوں مگر ہم اُنکا اظہار کر دیتے ہیں -

پہلی وجہ

ایک یہہ ہے کہ چارپائی پر مرنا غرور ظاہر کرتا ہے اور زمین پر ڈالدینے سے یہہ مراد ہے کہ گویا سب دنیاوی تکلفات ہیچ ہیں آخر سب کو اِس منزل پر پہونچنا ہے عبرتاً سب کو یہہ جتلایا جاوے کہ اُنکا انجام آخر یہی ہے خواہ وہ مخمل پر سوتے تھے آخیر وہ اُسی مٹی میں ملینگے جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں اگر یہی مدعا ہے تو ہماری دانست میں یہہ خیال گو بہت عمدہ ہے مگر اِس بیرحمی اور بے حرمتی سے جو بیمار سے کیجاتی ہے زیادہ تقویت نہیں پاتا ہے اسمیں کسی فرد بشر کو شک نہیں ہے کہ جو چیز کسی صورت میں پیدا ہوئی اور نشو و نما پائی ہے - پھر زوال پر مائل ہوئی وہ ضرور اُس صورت میں ختم ہو جائیگی - اور دوسری شکل اختیار کریگی - ہماری دانست میں بے ثباتی عالم کا ثبوت اس بیہودہ رسم سے زیادہ مستحکم نہیں ہو سکتا - بلکہ ایسے نازک موقعہ پر مریض کی جہانتک ہو سکے تسکین کرنی چاہیے تاکہ اُسکی جان اور جسم کا تعلق رنج سے نہ چھوٹے - بنی نوع انسان کو حیات مستعار کا یقین کسکو نہیں ہے ؟ اُس زمانہ میں شاید یہہ رسم کچھ اثر رکھتی ہو جب کہ تعلیم سے کوئی قوم بے بہرہ ہو - زمانہ حال میں اِس قسم کے سبق کی اصلا ضرورت نہیں ہے محض نفس موت سے ہی اسکا پورا سبق ہر ایک کو حاصل ہوتا ہے -

دوسری وجہ

دوسری وجہ جو ہم خیال کر سکتے ہیں اور جو کسیقدر بعید معلوم ہوتی ہے یہہ ہو سکتی ہے کہ تیمارداروں کی ہر وقت کی حاضری میں اِس خوف سے کوتاہی نہو گی کہ اگر اُنکی عقب میں بیمار چارپائی پر مر گیا تو اُنپر جرمانہ ہو جاویگا - اور اگر مصلحت یہہ ہے کہ اگر کوئی سزا داروثاں کی غفلت کی تجویز نہ کیجاوے تو وہ نہائیت غافل ہو جاوینگے بیمار کی خبرداری نکریں گے اور اُنکو یہہ معلوم نہو سکیگا کہ کب مریض کی روح پرواز کرنیوالی ہے - تو ہماری دانست میں یہہ تجویز تہذیب کے لحاظ سے ہرگز زیبا نہیں ہے - ہم یقین نہیں کر سکتے کہ کسی عزیز کیحالت میں کوئی اُسکا دردمند غافل رہ سکتا ہے اور اگر اُس مریض سے ایسا اُنس نہیں ہے تو اُسکو وقت نزع زمین پر ڈالدینے

سے کیا فایدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

ہماری دانست میں یہہ سخت نامعقولیت ہے کہ ورثاء اپنے عزیز قریب المرگ کو اسطرح سے زمین پر لٹاویں جیسے کسی مویشی کو ڈالدیتے ہیں۔ کسی مریض کو اسطرح تکلیف جسمانی دیکر مارڈالنا کونسی عقل کی بات ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص چھت پر مرجاوے اور اسکے وارثاں اُسکو قبل از مرگ چھت سے اُتار کر زمین پر نہ ڈالیں تو اُنپر بھی جرمانہ ہوتا ہے اسکی بھی کوئی معقول وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہم نہایت عجز سے ملتمس ہیں کہ نزع کیحالت میں مریض کیساتھ ایسا سلوک کرنا خلاف تہذیب اور وحشیانہ معلوم ہوتا ہے یہہ سلوک بالکل قابل نفرین ہے اور ترک کرنا چاہیئے۔ جو جرمانہ گوروجی مہاراج اس سلوک کی عدم تعمیل پر تجویز کرتے ہیں وہ ادا نکرنا چاہیئے۔ اور اگر جرمانہ ادا کرنا موقوف نہیں ہوسکتا تو بہ نسبت مروجہ سلوک کے جرمانہ ادا کردینا بدرجہا بہتر ہے۔

مردہ کی مٹی خراب

جب مریض مرجاتا ہے تو اُسکی مردہ کی مٹی خراب ہوتی ہے جسکی روح اور جسکی یادگار کی دہرم شاستر نے اسقدر تعظیم کرنے کی تاکید لکھی ہے اُسکے ساتھ بعد مرگ نہایت بےحرمتی ہوتی ہے۔ ایک بانس یا چوب کی سیڑہی طیار کرکے اُسکو چار آدمی یا برہنہ و سر برہنہ اٹھا لیجاتے ہیں اور دیگر ہمراہیاں سب دہوتیاں ہاتھ میں لئے ہوئے یا برہنہ ساتھ جاتے ہیں عورتیں ہمراہ نہیں جاتیں۔ بڈہوں کے مرنے پر بڑا جلوس ہوتا ہے۔ مرگھٹ میں جاکر مردہ کو انبار ہیزم میں ڈالکر آگ دیجاتی ہے۔ متوفی کا وارث ایک ہنڈیا متوفی کے سر کے پاس پھوڑ دیتا ہے جسے کپال کریا کہتے ہیں۔ بعض اور ہندو قوموں میں تو واقعی سر بھی مردہ کا پھوڑ دیا جاتا ہے غالباً ہنڈیا پھوڑنا بجائے سر پھوڑنے کے قایم ہوا ہے۔ سب ہمراہیاں خواہ کوئی موسم ہو اُسی جگہ غسل کرکر گھروں کو واپس آتے ہیں۔ آدمی کپڑے پر پانی کے چھینٹے دیکر واپس لے آتے ہیں اور سوتی کپڑے بدل دئے جاتے ہیں۔

چاہئیے غور ہے کہ کیا یہی عزت کسی شخص کی بعد مرگ ہونی چاہیے؟ کیا یہہ پُرانی نیم وحشی حالت کا

بقیہ نہیں ہے؟ ہمنے مانا کہ کسی کا مرنا کوئی خوشی نہیں دیتا اور اُسکے ساتھ جہانتک انکسار ہو اچھا ہے اور جتنی عبرت حاصل ہوسکے حاصل کرنی چاہیے۔ مگر یہہ کیا انکسار ہے اور اسمیں متوفی کی کیا عزت ہے کہ سب ہمراہی پابرہنہ ہوں اور سب بلالحاظ حفظان صحت ورتبہ وموسم اُسی مقام پر نہائیں جہاں مردہ جلا جاتا ہے بہت لوگ جنازہ کے ساتھ جانے کو اسی وجہ سے بہانہ کرکر ٹال جاتے ہیں کہ اُنکو معمولی روزمرّہ کا لباس اُتارکر پابرہنہ جانا پڑتا ہے۔ ہماری دانست میں کیوں ہم اور مہذب قوموں کا طریقہ جسقدر واقعی قابل تقلید ہو اختیار نکریں۔ آگ میں جلانے کی رسم طبی لحاظ سے بیشک بہت اچھی ہے اور وہ قایم رکھنی چاہیے مگر ہمراہیاں جنازہ کیلئے معمولی لباس ہیں ہمراہ جانے میں کوئی روک نہیں چاہیے پابرہنہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مرگھٹ میں غسل کرنا کچھہ زیادہ فایدہ مند نہیں ہوسکتا ہے ہم اپنے گھروں پر آکر غسل کرسکتے ہیں۔ مرگھٹ ہمیشہ متعفن ہوتا ہے اور خصوصًا وبائی موسموں میں مرگھٹ کے موقع پر نہانا نہایت خطرناک ہے۔

ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ قوم کی ہر ایک موت پر جنازہ کی ہمراہ جانا ہمدردی کا اظہار ہے اور ہمیشہ اُسکا پابند رہنا چاہیے ہم خود دوبار غیر قوموں کے جنازہ کے ساتھہ معمولی لباس ہیں گئے ہیں اور گھر پر آکر غسل کیا ہے۔ ہمنے افریقہ اور امریکہ کی وحشی قوموں کے حالات سیّاحوں کے سفرناموں میں پڑھے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ انمیں بہی اُسی قسم کی لغو رسومات جاری ہیں کوئی مہذب قوم خالی نہیں ہے جسمیں کوئی نکوئی بقیہ وحشی حالت کا باقی نہو۔ کیا انگریزوں میں بعد نکاح کے دُولہا اور اُسکے ہمراہیوں کو جوتے مارنے کی رسم نہیں ہے؟ کیا یہہ اُسوقت کا بقیہ نہیں ہے جب عورتیں جبرًا چھین لیجاتی تہیں؟ کیا کھتریوں مہاجنوں میں سٹّھنی کی رسم پرانی وحشت کا بقیہ نہیں ہے؟ اِس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ ہم وحشیانہ بقیہ کو قایم رکھیں۔ مردہ کا سڑنا ہندؤں کے اُس دماغی اور علمی کمال پر جو اُنہوں نے پرانے زمانہ میں حاصل کیا تہا سخت دہبہ ہے اور یہہ رسم جسقدر جلد دور ہو اُسی قدر بہتر ہے اور ہماری قوم کو بہی ہنڈیا پہوڑنا موقوف

کرنا چاہیئے کیونکہ اسمیں بھی سر پھوڑنے کا تصور اور نمونہ شامل ہے۔

وارثوں پر مصیبتیں

جو مصیبتیں متوفی کے اُس وارث پر نازل کیجاتی ہیں جسکے ذمہ کریاکرم کرانا ہوتا ہی بیان سے باہر ہیں
اُسکا سر اور داڑہی مونڈہی جاتی ہی اُسکو تو نشان ماتم سمجہکر گوارا کر سکتے ہیں اور کئی مصیبتیں
ناقابل برداشت ہیں۔ بارہ روز تک اسکو بستر پر سونے کی اجازت نہیں ہی۔ بارہ روز تک
اُسکو پا برہنہ رہنا چاہیئے اور دنیا کے کل کاروبار معطل کرنے چاہئیں اور ایک وقت نباتاتی کہانا کہانا
چاہیئے۔ گیارہویں بارہویں روز کریاکرم شروع ہوتا ہے۔ کریاکرم کے کشمیری پنڈتوں میں دو
قاعدے ہیں۔ بعض ایک بار کریاکرم کرنے والے ہیں۔ اور بعض ڈبل کریاکرم کرنیوالے ہیں جنکو
شیوکرمی کہتے ہیں ایک ہی کریاکرم صابر سے صابر شخص کو ناک چنے چبوا دیتا ہے اور جسے ڈبل کرنا پڑے
اُسکا تو خدا حافظ ہے۔ ہمکو معلوم نہیں ہی کہ اصلی دہرم شاستر میں کریاکرم کی کسطرح ہدایت ہے
اس لئے ہمکو یہہ جرأت کہنے کی نہیں ہی کہ کہانتک ہماری لالچی پروہتوں نے اُسمیں اپنی طمع زر سے
ازدیاد کر دی ہے اس لئے اس بحث کو چہوڑتے ہیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو کسی نالہ یا دریا پر ورنہ
کسی چاہ پر کریاکرم کی رسوم ادا ہوتی ہیں اور شاید ہزاروں کشمیری پنڈتوں میں ایک بھی
نہ ملیگا جسے معلوم ہو کہ کریاکرم کی ساری کارروائی جو بزبان سنسکرت ہوتی ہی شروع سے
آخیر تک کیا معنے رکہتی ہی۔ کبہی کرمی کو کہتے ہیں۔ اِدہر دیکہو کبہی اُدہر دیکہو کبہی کہڑے ہو کبہی بیٹھو
کبہی کاندہے پر مشکی رکہکر اُسے اسطرح سے پہینکو کہ خود دوسری طرف رخ ہو۔ کبہی پانی میں تا بزانو
کہڑے رہو اور جسم پر ایک گریبان چاک ململ کا کُرتا پہنے رہو خواہ جنوری کا مہینا ہو۔ کبہی ۲۱ بار
نام متوفی کا لو کبہی ۳۶ بار نام لو اور اتنی ہی بار ہتہیلی سے پانی ڈالتے جاؤ۔ کبہی چاول
کی پنڈ چار بناؤ پہر پانچ بناؤ پہر اُنکو ملا دو اور اسی قسم کی کئی اور طرح کی کارروائیوں سے اختتام
اسپر ہوتا ہے کہ متوفی کو اپنے ذہن میں اُن رفتگان کی فہرست میں داخل کر دیا جاتا ہی جسمیں
اُسکے آبا و اجداد درج ہیں اور جنکو دیوتا ہونیکا رتبہ حاصل ہو چکا ہے۔ گذشتہ بزرگوں کے
نام کے بہت سے چاول کے پنڈ بنا کر متوفی کے نام کا ایک اُسمیں پنڈ ملاتے ہیں اس شمولیت کو

پنڈا میلوین کہتے ہیں گویا متوفی اپنے اباؤ اجداد کے ساتھ جاملا۔

متوفی کا سفر عدم

اُسکے سفر کی مشکلیں بہت سمجھی جاتی ہیں اور کئی ندی اور نالے اُسکو طے کرنے پڑتے ہیں کہیں گرم موسموں سے گذر کرنا پڑتا ہے جہاں کہیں مقام پر دہوپ سخت ہوتی ہے راستہ دشوار گذار ہوتا ہے اُس کے لئے نقری کشتی وپارچات چہتری ولکڑی اور پاپوش و رسال کی زاد راہ کی اور ظروف استعمالی کی ضرورت ہوتی ہے جو گوروجی مہاراج کو دیجاتے ہیں تاکہ متوفی کو کوئی تکلیف ہو آجتک کبہی اُن اشیاء کی رسید نہیں آئی اور نہ رسید کی ضرورت ہے کیونکہ گوروجی کا تسلی دینا کافی ہے کہ سب چیزیں کار آمد ہوجاویں گی اور متوفی اُنسے استفادہ کریگا۔ اگر متوفی عمر کا سن رسیدہ ہو اور پوتے پڑپوتے چہوڑ کر مرے تو جیسے اُسکے مرنے پر جلوس ہوتا ہے اور نقرئی پہول اور نقد نعش پر سے پہینکا جاتا ہے۔ ویسا ہی اُسکے کریاکرم کیوقت اُسکے لئے ایک زینہ طیار کرنا پڑتا ہے جس سے مراد یہہ کہی جاتی ہے کہ وہ منزل نجات پر پہونچنے کیلئے زینہ کا محتاج ہے۔ گورو صاحب طلائی زینہ پر ہمیشہ اصرار کرتے ہیں اور اکثر امیروں سے لے مرتے ہیں۔ کسی کا تو عزیز مر گیا اُسکی جدائی کا صدمہ اور اُسکی موت کا نقصان ہر ایک شخص کو غمگین کرنے کے لئے کافی ہیں اسپر کیفیت یہہ ہے کہ مٹی کی مٹی خراب اور تکلیف جسمانی اور اُسپر طرہ یہہ کہ خرچ کثیر۔ ایک پنجاب کے غریب کشمیری پنڈت کے ایک عزیز کی موت پر ایکسو روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا تہا جو اُس نے قرض لیا اور جو اُس نے چار سال کے بعد مشکل سے ادا کیا۔

اصلاح

اصلاح

ہندؤں میں قطع نظر قرابت خون کے دہرم شاستر نے پانی دینے والوں اور پنڈ دینے والوں کی درجہ بدرجہ ترتیب کیئے ہیں کہ اُسپر ہندؤں کا قانون وراثت حصر رکہتا ہے۔ ہم یہہ عرض کرتے ہیں کہ جبتک قوم کشمیری پنڈت ہندو ہونے کا دم بہرتی ہے اُسے کریاکرم تو بموجب ہدایت شاستر کرنا پڑیگا۔ دقت یہہ ہے کہ ہندؤں کے مذہب میں یہہ دریافت کرنا نہایت مشکل ہو رہا ہے کہ شاستر و لکہے احکام کہانتک لازمی ہیں اور کہانتک وہ اختیاری ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندؤں کے بزرگوں نے یہہ سمجھ لیا تہا کہ اُنکی

نسلیں آئندہ کسی امر کے فایدہ جسمانی وطبی و دنیاوی سے کبھی واقف نہو سکیں گی - طریق
معاشرت کو بھی مذہب کا حصہ بنا دیا تاکہ اُنکی پیروی ہو جس قدر یہ ہیں کہانا پینا نہانا دہونا تک
بھی حصہ مذہب ہو گیا ہے اُسمیں یہہ تمیز نہایت مشکل ہو گئی ہے کہ کونسے حکم مذہبی ہیں اور کونسے صرف
سوشل ہیں اِس ابہام سے زمانہ حال کی نسلوں کو یہہ فایدہ اُٹھانا چاہیے کہ سوائے خاص خاص
سخت احکام مذہبی کے باقی کُل ضمنی احکام کو محض خلاقی تصوّر کرنا چاہئے ہیں ہم ذیل میں ہم سب
عرض کرنے کی جرات کرتے ہیں کہ مردہ کے ساتھہ خواہ وہ جوان مرا ہو خواہ بڈہا ہر ایک قسم کا جلوس
نازیبا ہے - کریاکرم مختصر ہونا چاہئے - صرف بارہویں روز کریاکرم معمولی کرنا کافی ہے جسمیں پانچ
دس روپیہ سے زیادہ خرچ نہوں اور بس - کرمی وارثان کو اُنکی اپنی میلان طبیعت پر چھوڑنا چاہئے
کہ وہ کسطرح وقت صرف کرنا چاہتے ہیں - برہنہ پا رہنا بستر پر نہ سونا اور غذا خلاف معمول
کہانی موقوف کرنی چاہیے - اور کاروبار دنیاوی جس سے معاش ملتی ہے ہرگز معطل نکرنے
چاہئے - سر مونڈنا گو ہمارے خیال میں ایک زمانہ قدیم کے توہمات کا بقیہ - ہے مگر اُس کو
جاری رکھنے میں چنداں ہرج نہیں ہے - ہم نے نیم وحشی قوموں کے حالات پڑہے
ہیں کہ سر منڈانا تو یک طرف بعض ایک ایک دانت ہر ایک مرگ پر نکال دیتے ہیں بعض
ایک ایک انگلی کٹوا دیتے ہیں - مگر خیر اگر ہمارے ہندو بھائی صرف بال مُنڈوانے پر قدیم
رسم قایم رکھنی چاہتے ہیں تو چنداں ہرج نہیں ہے - وقت آویگا کہ یہہ بھی موقوف ہو جاویگی خرچ کی بابت
ہمیں جاننا چاہئے کہ کریاکرم کی اخراجات از حد بڑہے ہوئے ہیں - نقرئی کشتیاں اور زینہ اور پارچات اور
تہالی اور لوٹے اور زادراہ بالکل قابل ترک ہیں - صرف معمولی ہون اور پانی دینا اور پنڈ بنانا کافی ہے
اِس رسم کی اجرت دس پانچ روپیہ گورو صاحب کو ملنی کافی ہے - کیا ہم کوئی ایسی بات کہہ رہے ہیں جو ٹہیک نہیں ہے؟
پنجاب کے کل کہتری برہمن قوموں میں صرف ماتم چار روز رہتا ہے اور چوتہے روز کے بعد ماتم اسقدر برطرف ہو جاتا ہے
کہ کاروبار دنیوی جاری ہو جاتے ہیں اور کریاکرم گیارہویں بارہویں روز دس پانچ روپیہ
میں کرایا جاتا ہے -

باب بست وسوئم (۲۳)

پھولوں کا گنگا جی بھیجنا

مرتے وقت کچھ چاندی سونا اور مونگا وغیرہ مردہ کے مونہہ میں ڈالے جاتے ہیں جو خاکستر میں سے اچارج نکال لیتے ہیں۔ تیسرے روز مردہ کے جل جانے کے بعد اُسکی خاکستر میں سے اُسکی ہڈیاں جسے پھول کہا جاتا ہے چنے جاتے ہیں اور اچارج کو اُسی مقام پر دہی پٹری کھلائی جاتی ہیں جہاں کہ متوفی جلایا گیا تھا۔ اُسے کچھ روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ایک جوڑہ پارچات اور قدرے زیور در پھول یعنی است (استخواں اسی لفظ سے غالباً نکلا ہے اور انگریزی لفظ اسٹالوجی بمعنی علم استخواں کا مخرج بھی یہی معلوم ہوتا ہے) گنگا جی روانہ کئے جاتے ہیں جہاں سب کشمیریوں کا ایک خاص پروہت مقرر ہے وہ دیسی برہمن ہے کشمیری نہیں ہے۔ گنگا جی پر وہ است دریا میں ڈالی جاتے ہیں پروہت ایک مختصر سا شرادھ بھی کر دیتا ہے۔ دریائے گنگ ایسا مقام ہو گیا ہے جہاں کشمیریوں کی کیا سب ہندوؤں کی استخواں بعد وفات ڈالی جاتی ہیں۔

گنگا جی

دریائے گنگ کو اسقدر عظمت حاصل ہو گئی ہے کہ ہندوستان کے سب ہندو اُسکو تیرتھ سمجھکر اُس میں نہانے کو پُن یعنی ثواب سمجھتے ہیں باوجودیکہ اب زمانہ بدل گیا بہت لوگ جغرافیہ ارضی وطبی سے واقف بھی ہو گئے ہیں تسپر بھی گنگا جی کی عظمت ایک شمہ بھی کم نہیں ہوئی بلکہ ریل نے جاتریوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھا دی ہے گنگا جی کے پانڈے پارسی تماشے والوں کے آخری تماشہ کیطرح سے ہر سال یہ کہتے رہتے ہیں کہ گنگا جی کا مہاتم ختم ہونے والا ہے اور اب آخری کمبھ ہے لیکن ہمیشہ کمبھ اور مہاتم کا تجدید ہوتا رہتا ہے۔ اگر گورنمنٹ وبائی ہیضہ کو روکنے کی غرض سے جاتریوں کو جو بے اندازہ جمع ہو جاتے ہیں متفرق کر دیتی ہے تو گورنمنٹ کی پالیسی پر ہندو سب شاکی ہوتے ہیں جبکہ ہمارے ہم مذہبیوں میں گنگا جی کی تعظیم کا اسقدر خیال ہے تو ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ ہمارے ذاتی خیالات

کبھی پرجوش اور ضعیف الاعتقاد دلوں کو عارضی رنج دیں گے مگر ہم اظہار حق سے نہیں چوک سکتے خواہ کثرت رائے ہمارے ساتھ متفق نہو۔

حقیقت یہہ ہے کہ دریا گنگ ایسا بڑا اور مفید دریا ہے کہ ہندوستان کے صدہا میل کا رقبہ اُس سے مستفیض ہو کر زرخیز بنتا ہے اور جسطرح مصریوں نے دریائے نیل کو دیوتا بنا لیا تھا ہندوؤں نے گنگا جی کو خدائی درجہ دیا ہے۔ یوں تو ہندوستان کے باقی اور دریا و ندی بھی اہل ہنود کی پرستش کرتے ہیں مگر گنگا جی کا درجہ سب سے اعلیٰ سمجھا گیا ہے اور روایت یہہ ہے کہ وہ شیو جی مہاراج کی جٹا ون میں سے یعنی سر کے بالوں سے نکلتی ہے۔ کوہ ہمالہ کی سب سے اونچی چوٹی کا نام گوری شنکر ہے (جو دنیا میں سب پہاڑوں سے اونچی ہے) شیو جی دیوتا کا دوسرا نام گوری شنکر ہے اور ہمالہ کی سب سے اونچی چوٹی شیو جی کا استھان ہے وہاں سے شیو جی مہاراج کی جٹاون سے گنگا جی نکلتی ہے۔

پرانے زمانہ میں ملک مصر کے باشندے دریائے نیل کو ایسی ہی مذہبی بزرگی دیتے تھے جو اسوقت ہندوستان میں دریائے گنگ کو دیجاتی ہے۔ مصر کے باشندے اب بوجہ تبدیل مذہب دریائے نیل کو محض دریا سمجھتے ہیں دریائے نیل کی طغیانی سے مصر کی اراضیات زرعی کے حدود تہ و بالا ہو جایا کرتی تھیں۔ ریاضی دانوں کا گمان ہے کہ علم اقلیدس نے اسوجہ سے کہ کھیتوں کی حدود پیمائش صحیح کرنی پڑتی تھی مصر میں نشو و نما پایا ہند میں دریائے گنگ نے مساحت بھی نہ سکھلائی ہند میں گنگا جی کی یہانتک پرستش ہوئی کہ ہندو بعد مرگ بھی اُسی میں رہنا اپنی نجات سمجھنے لگے اور اسوقت تمام ہندوستان کے ہندوؤں کے مردوں کی ہڈیں اسمیں داخل ہوتی ہیں اور پھر بھی متبرک پانی سمجھا جاتا ہے۔

دوسری وجہ | گنگا جی کے مہاتم کی ایک یہہ بھی وجہ بیان کیجاتی ہے کہ اُسکا پانی متعفن یا بوسیدہ نہیں ہوتا معلوم نہیں ہے کہ یہہ کہانتک صحیح ہے اگر یہی دلیل جواز ہے تو دریائے نیل و فرات اسکے ہمسر ہیں علم کیمسٹری کے جاننے والے پانی کے اجزا اور ترکیب جانتے ہیں اُن پر یہہ دلیل

کچھ وقعت نہیں رکھہ سکتی - جس پانی میں خاص قسم کی ممالٹ یعنی نمک کی آمیزش نہو گی وہ ہرگز نہ سڑے گا - چنانچہ آب باران اگر زمین کے سڑنیوالی مادونسے آمیزش ہونے پاوے تو صدہا سال تک وہ بھی نہ سڑیگا - کشید کیا ہوا پانی بھی اصلی حالت میں رہیگا اور کبھی اور چشمونکا پانی بھی جنکا کسی نمکدار زمین سے گذار یا توصل نہیں ہوتا اصلی حالت میں قایم رہتا ہی اگر ایک برتن میں معمولی پانی جمع کریں اور اُسکے ساتھہ ایک نلکی سطرح سے لگا دیں کہ نلکی میں جہاں سے ہوا گذر کر پانی تک پہونچے لاویکوا رلو تاسی رکھہ یا جاوے تو ہوا کے کل جانور جو پانی کو سڑاتے ہیں جنکو انفیوزوریا کہتے ہیں پانی تک نہیں پہونچ سکتے راستہ میں ہلاک ہو جاتے ہیں اور پانی ویسا ہی رہتا ہے جیسا کہ پہلے روز رکھا گیا تہا - اگر بالفرض دریاے گنگ کا پانی نہ سڑنے کی بہی بات کوئی معقول وجہہ معلوم نہو سکی تاہم بھی گنگاجی کو یہہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا جو عوام الناس دیتے ہیں - زیادہ سے زیادہ اُسکو ایک عجوبہ کہہ سکتے ہیں -

فرط تعظیم کے سوا اور کوئی وجہہ گنگاجی میں استخوان ڈالنے کی بظاہر معلوم نہیں ہوتی - ہماری دانست میں استخوان گنگاجی بھیجنے کی تکلیف اور اُسکی متعلق اخراجات بالکل بے ضروری ہیں - اگر چلتے پانی میں پہول بہا دینے ضروری سمجھے جاویں تو کسی قریب کی ندی یا نالہ یا دریا میں بآسانی ڈالے جا سکتے ہیں -

۲۴

باب بست و چہارم

غمی کی رسومات کا سلسلہ - گریہ وزاری - ازدواج ثانی بیوگان

گریہ وزاری بروز مرگ زن و مرد گریہ وزاری کرتے ہیں - عورتیں ایک صف پر بیٹھکر روتی ہیں - گیاراں باراں روز تک برابر صف ماتم بچھی رہتی ہے - بارہویں روز کے بعد

گیارہواں روز سب غسل کرتی ہیں اور ماتم کے سوتک یعنی ناپاکی کو رفع کرتی ہیں - باراں روز تک برادری کے لوگ ماتمی گھر میں خورد ونوش نہیں کرتے - خویش و عزیز جو اس موقعہ پر مہمان ہوتے ہیں وہ خورد ونوش میں شریک رہتے ہیں - کشمیر کے تازہ واردان میں ماتم زیادہ عرصہ تک رہتا ہے عموماً بارہ روز کے بعد ماتم ختم ہو جاتا ہے - پنجابیوں کے سیاپے کی رسم جسمیں ایک نائن

سیاپا سینہ کوبی و گریہ وزاری بشکل فوجی قواعد کے ترتیب کے چند ماہ تک کل مستورات سے کراتی ہے ہماری قوم میں رائج نہیں ہے - تعزیت عموماً بذریعہ خطوط ہوتی ہے صرف قریبی رشتہ دار بذات خاص تعزیت کے لئے آتے ہیں - البتہ جب مرد کی بیوی مرجاوے اسکو ماتم پرسی کیلئے اپنے خسرال ایک بار جانا ضروری ہے - ایک ہی شہر میں برادری کے سب زن و مرد ماتم پرسی کرتے ہیں

چراغ گل گیاراں باراں روز برابر اور بعد اسکے ماہانہ اور ششماہی اور برسی پر گھر کی عورت خود چوکہ کی لپائی کرتی ہے خادموں سے یہہ کام نہیں لیا جاتا اور نیز ان موقعوں پر شام کو گھر کی عورتیں ایک چراغ گھر کے دالان کی دہلیز پر روشن کرتی ہیں اور قبل اسکے کہ چراغ گل کیا جاوے ایک لوٹہ پانی کا لنڈھایا جاتا ہے - اور ایک لحظہ کے بعد اُس چراغ کی بتی نکال دیتی ہیں اور وہ اس طریق سے گل ہو جاتا ہے - گیارہویں بارہویں روز کے کریا کرم کے بعد پہر ماہانہ صرف ماتم پر مستورات گریہ کرتی ہیں اور گرہی ایک وقت فاقہ رکہتا ہے - چہہ ماہ کے بعد ششماہی ہوتی ہے جسپر شرادہ ہوتا ہے اسپر بہی سو پچاس روپیہ صرف ہوتے ہیں ششماہی کے بعد

برسی ہوتی ہے یعنی سالانہ شرادھ اُسپر بھی سو پچاس صرف ہوتے ہیں ایک سال کے بعد جو پرانے
زمانہ میں سالانہ شرادھ ہوا کرتے تھے اب عرصہ سے بند ہیں اب صرف سالانہ ایک وقت فاقہ دیا
جاتا ہے اور ایک دو برہمنوں کو سیدھا یعنی رسد خشک دیتے ہیں یا انکو کھانا کھلا کر کچھ نقد نذر کر دیتے ہیں
اُس روز اُس خاص چیز پکانے کو ثواب سمجھتے ہیں جسکی متوفی سورگباشی کو رغبت تھی شرادھوں
کے کھانے پر بجم ہمیشہ استعمال ہوتا ہے برسی اور ششماہی پر اچھی حیثیت کے لوگ بہت زیادہ
بھی خرچ کرتے ہیں۔ ہماری دانست میں شرادھ پر دس پانچ روپیہ سے زیادہ خرچ نکرنا چاہئے
ہر ایک مرگ پر جو والدین پسر کے یہاں ہو دختر والے کچھ رقوم بھیجتے ہیں جو بالکل بند ہونی چاہئے

...زادہ ...سی و ...شماہی

اس کے سوا دستار بندی کی رسم ہماری قوم میں نہیں ہے جیسے کہ شادیوں پر نیتوں کی رسم
نہیں ہے ویسا ہی مرگ پر بھی برادری سے کچھ نہیں لیا جاتا نہ دیا جاتا ہے۔ بیوہ ہو جانے کی
صورت میں والدین دختر ایک معقول رقم اپنی بیوہ دختر کو دیتے ہیں جو ہماری دانست میں نہایت
مناسب رسم ہے۔ ہندو بیوہ کی حالت ایسی قابل رحم ہے کہ اُسکو جہانتک ممکن ہو سکے امداد
دینی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ بموجب دھرم شاستر کے ازدواج ثانی سے ممنوع ہے۔

...ہ دختر

بیوگاں کے ازدواج ثانی کے اجرا کے لئے آجکل ہندو ریفامر بہت کوشش
کر رہے ہیں مگر کچھ کامیابی ابتک حاصل نہیں ہوئی۔ حضرت حالی جیسے معجز بیان شاعر کی
مناجات بیوہ نے بھی اب تک کوئی اثر پیدا نہیں کیا۔ ہندوؤں میں تو کیا مسلمانوں میں بھی
(جن کی یہاں نکاح محض ایک معاہدہ ہے اور جنکی مذہبی کتابیں بیوگاں کی ازدواج ثانی
کو نہ صرف جائز ٹھہراتی ہیں بلکہ سفارش کرتی ہیں) کچھ اثر ابتک ظاہر نہیں ہوا۔ آریہ سماج
کی بہت سی دو چار بیوگاں کی شادیاں ہوئی ہیں۔ اگر آریہ سماج کے اصول مذہب میں انکی قابل
عزت مفسر یعنی سوامی دیانند سرستی نے اپنے ستیارتھ پرکاش میں نیوگ کے رواج
قدیم کو (جو زناکاری سے کم نہیں ہے) جائز کہنے کی کوشش نہ کی ہوتی اور اگر آریہ سماج
کے اصولوں میں ازدواج ایک روحانی رشتہ ہوتا تو امید کیجا سکتی تھی کہ وہ شادی بیوگاں نہیں

...گاں کا ...دواج ...نی

بہت مدد دیسکتے۔ جو مشکلیں اور ہندوؤں کو شادی بیوگان میں درپیش ہیں وہی تقریباً آریہ سماج
کو بھی درپیش ہیں۔
حقیقت یہہ ہے کہ ہندوؤں نے ازدواج کو ایسا رتبہ دیا ہے جو تصور میں نہایت عالی ہے مگر عملدرآمد
واقعی میں ہمیشہ وہ رتبہ قایم نہیں رہ سکتا۔ ہندو کو انکے مذہبی خیال کے لحاظ سے مرد اور عورت
شادی ہو جانے سے ایسے آپسمیں پیوند ہو جاتے ہیں کہ زندگی میں تو شادی کا انفساخ ممکن
ہی نہیں بعد مرگ بھی وہ رشتہ قایم رہتا ہے۔ عورت کا گوت بھی شادی سے خاوند کی گوت میں
تبدیل ہو جاتا ہے۔ خاوند اپنی بیوی کی وفات پر دوسری شادی کر سکتا ہے مگر عورت بیوہ
شادی نہیں کر سکتی۔ کوئی پنڈت یا پروہت بیوہ کی شادی کے لیے اپنی مذہبی کتابوں میں
کوئی ہدایت نہیں پاتا اور وہ کسی طریق سے بیوہ کی شادی پر پھیروں وغیرہ کی کارروائی نہیں
کرا سکتا۔ ہندو قوم کے لوگ جو ہندو مذہب رکھتے ہیں ہندو رسوم کے ساتھ شادی بیوگان جاری
نہیں کر سکتے شاید بال بدوہ یعنی صغر سن بیوہ کے ازدواج ثانی کی بابت دہرم شاستر کی
تعبیر مختلف ہو سکتی ہیں مگر بالغ بیوگان کی شادی کے لئے دہرم شاستر کے احکام صاف مانع
ہیں۔ آریہ سماج نے اگر کوئی شادی بیوگان کی ہے تو وہ انکے اصولوں کے مطابق جائز نہیں ہو سکتی
دوسری وجہ یہ ہوئی ہے کہ اکثر آریہ سماجی انگریزی پڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے انگریزی
خیالات کی پیروی کی ہے اور برائے نام کوئی مختصر رسم ازدواج ادا کر دی ہے اور سہارا اس امر پر
رکھ لیا ہے کہ انگلشیہ گورنمنٹ نے اسکو جواز دیدیا ہے۔ شادی بیوگان کے لیے بہت سی
دقتیں پیدا ہوتی ہیں مثلاً ہندوؤں کے مذہب کے رو سے کوئی رسوم اسکے لئے موجود نہیں ہیں
پنڈت پروہت اور ... کنیاں دان کی رسوم اسپر استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔
علاوہ اس کے جو بعض شادی بیوگان ان انجمنوں اور ریفارمروں کی سرپرستی میں ہوئی
ہیں جو بیوگان کے ازدواج ثانی کے موئید ہیں وہاں بھی تقریباً انگریزی طریق پر بصورت معاہدہ
شادیاں ہوئی ہیں برائے نام کوئی ہندو رسم کر دی گئی ہے۔ پھر شادی بیوگان ہو تو کس طرح ہو

انگریزی گورمنٹ نے ایک قانون ایسا پاس کردیا ہے کہ شادی بیوگان جائز ہوسکتی ہے اور ایسی شادی کی اولاد ورثہ پانے کے قابل ہوگی - اس ایکٹ کا کامل استفادہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب فریقین بالغ ہوں اور صاحب رجسٹرار کے سامنے اپنی شادی کے معاہدہ کو رجسٹری کراسکیں جس کے لئے ایک اور قانون مقرر ہے - ہمکو کوئی امید رواج شادی بیوگان کی عام ہونے کی اسوقت تک نہیں ہے جب تک عورتیں اپنے حقوق کی خود حفاظت کرنے کے قابل نہوں ورنہ بقول شخصے مردہ بدست زندہ - ذکور انکے حق میں ہمیشہ یکطرفہ فیصلہ کرینگے - ذکور خود ہی اناث اور اپنے باہمی حقوق کی جج بنتی ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت فریق مقدمہ ہیں کشمیری قوم میں ابتک کوئی شادی بیوگان نہیں ہوئی ہے اور اگر کوئی شخص اس مضمون کو چھیڑتا ہے تو ساری قوم غضبناک اور قہر آلود ہوتی ہے -

عورتیں کے سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اسلئے ہم یہ تذکرہ
بے وقت سمجھکر چھیڑنا نہیں
چاہتے -

+

باب بست و پنجم ۲۵

سالانہ تیوہار

غیر معمولی رسومات اور اُنکی اخراجات کے بعد کشمیریوں کے سالانہ تیوہاروں کا ذکر کیا جاتا ہے ان تیوہاروں کے اخراجات بہی آمدنی پر پوری پوری یورش کرتے ہیں کوئی مہینا ایک نہ ایک تیوہار سے خالی نہیں ہے -

پن

پن] یہہ رسم سب کشمیریوں کے یہاں بہادوں کے مہینے میں ہوتی ہے جن دنوں تمام ہندوستان کا موسم وبائی امراض سے خراب ہوتا ہے - پن پر مہاں لچھمی جی کے روٹ بنائے جاتے ہیں - ہر ایک ممبر خاندان کے حصہ کے روٹ بنتے ہیں - کسی کے سوا سیر کسی کے سوا پاؤ بنتے ہیں بعض کے نمکین اور بعض کے شیریں بنائے جاتے ہیں - مہاں لچھمی جی دولت کی دیوی ہے گویا یہہ سب روٹ اُسکی نذر ہوتے ہیں - جب سب روٹ پک کر علیحدہ علیحدہ تہالوں میں لگا دئے جاتے ہیں تو ایک مٹی کی مٹکی میں پانی بھر کر سامنے رکھی جاتی ہے - ایک کچا تاگا عورتیں کانوں میں ڈال لیتی ہیں جس سے مراد حلقۂ غلامی ہے - روٹوں پر کچھ پیسے اور کچھ کوڑیاں رکھتی ہیں - پانی کی مٹکی کے ارد گرد مولی کا دھاگا جسے ناردن کہتے ہیں باندہ دیتی ہیں اور اسپر سیندور کا ٹیکا لگا کر اُسکے سامنے سب ہاتھ جوڑتی ہیں - خاندان کی معمر عورت ایک کہانی بیان کرنی شروع کرتی ہے اور سب بال بچے ہاتھوں میں کوڑیاں اور پیسے لئے سنتے ہیں - ناظرین اس امید میں نہیں کہ کسی [illegible] یا [illegible] کہ جس [illegible] حاصل کریں - ہرگز نہیں - کہانی یہہ ہوتی ہے کہ ایک گنوار عورت تھی وہ مہاں لچھمی کی پوجا کیا کرتی تھی اور بجائے میدہ کے گوبر کے روٹ بنایا کرتی تھی کسی راجہ کے [illegible] اسکی شادی کی تجویز ہوئی - اسکی باپ نے

اپنی کم بضاعتی کا عذر کیا وہ مسموع نہوا۔ اور جب ساعت سعید شادی کی آئی تو اُس عورت نے حسب معمول گوبر کے روٹ بنائے گیا دیکھتی ہے کہ وہ سونے کے ہو گئے" ۔ مہاں لچھمی جی کی کرپا ہو گئی۔ مہاں لچھمی جی صرف مہربان ہی نہیں ہے بلکہ قہار بھی ہے۔ چنانچہ اُسی قصہ کے تسلسل میں یہہ بھی بیان ہوتا ہے کہ جب مہاں لچھمی جی کی نظر قہر آلود نازل ہوئی سب خانماں برباد ہو گیا بیچارے بچے گرما گرم روٹوں کے انتظار میں بیتاب رہتے ہیں اور باجی صاحبہ کی کہانی ختم نہیں ہوتی جب ختم ہوتی ہے تو سب بچے اپنے ہاتھوں کی کوڑیاں اور پیسے اُس مٹکی میں ڈالدیتے ہیں۔ اور شام کو کسی درخت کے نیچے مٹکی کا پانی ڈالدیتے ہیں کوڑیوں اور پیسوں سے کچھ میوجات خرید کر تناول ہوتے ہیں بچے حیران ہوتے ہیں کہ یہہ کیا فضول یاوہ گوئی ہے کبھی گوبر سونا ہو سکتا ہے ہر سال یہہ کہانی کہی جاتی ہے مگر معتقد باجی صاحبہ کے روٹ جو بجائے گوبر کے میدہ اور گھی کے بنتے ہیں سونا نہ بن گئے۔ ہاں اتنا تو ضرور ہوا کہ مہاں لچھمی جی صرف کرا گئیں۔ خیال فرمائیے کہ روپیہ گھی اور روپیہ کا ۸ سیر آٹا اور میدہ اُس سے بھی گراں۔ لکڑی روپیہ کی دو من اور چالیس پچاس روٹ ملیار ہوتے ہیں اسی بیس پچیس ۲۰ ۲۵ روپیہ یوں ہی خرچ ہو گئے پہلے بچوں نے کھائے اور چند گھنٹوں کے بعد دو چار آنے کے عرق بادیاں اور سکنجبین کی ضرورت پڑی (اُس روز اُن معمولی غذا منع ہے) پھر نوکروں نے کھائے۔ پھر برادری میں۔ ہمسایوں میں۔ خویشوں عزیزوں میں تقسیم ہوئے نتیجہ کیا ہوا۔ مفت کی توہمات نے ۲۰ بیس روپیہ گرہ سے خرچ کرادئے مہاں لچھمی جی اس سے راضی ہو سکتی ہیں کہ ہم اُسکو حلوائی اور لکڑی والے اور آٹا دال بیچنے والے کے حوالہ کردیں؟ نہیں۔ ہمکو وہی ۲۰ بیس روپیہ جو خود مہاں لچھمی ہیں حفاظت سے رکھنے چاہیئے۔ یہہ ہی اُسکی عبادت ہے۔ کاش کہ ہم اُس کی پوجا کو اوپاسک ہو سکیں!

دیوالی

ہماری قوم لچھمی کی پوجن دو بار کرتی ہے۔ ایک تو پن کے موقعہ پر دوسرا دیوالی کے موقعہ پر اس پر ہم نے بھی خواہ مخواہ طوالت کھینچی ہے۔ شروع کاتک میں دیوالی ہوتی ہے دیوالی کی رات کوٹھی کی کھولنے الی

جمع کرتی ہیں۔ جنہیں کشن جی مہاراج مہان لچھمی جی مہاراج اور ایک ٹھٹھری ضروری ہے جو ایک منزلہ
مکان یا مندر کا چھوٹا نمونہ ہوتا ہے۔ اُن سب کھلونوں کے سامنے شیرینی اور بتاشہ وغیرہ رکھتی
ہیں اور پوجا کرتے ہیں۔ کھلونوں کے سامنے ایک تھالی میں کچھ روپیہ اور ایک طلائی مہر (اگر کسی کے
گھر میں ہو) رکھتی ہیں اُس پر ٹیکا لگا کر گو نماہ پشپم نماہ کرتے ہیں یعنی پھول اور چاول وغیرہ چڑھاتی ہیں
گویا دولت کی پرستش کیجاتی ہے سارا گھر چراغوں اور لمپوں سے روشن کیا جاتا ہے اور تمام شب
ایک عورت گھر میں سے بیدار رہکر پوجا کا چراغ روشن رکھتی ہے۔ اُس چراغ کے دہوئیں سے ایک مٹی کی
چپنی پر کجل لیا جاتا ہے وہ سب بچوں کی آنکھوں میں دوسری صبح کو ڈالتی ہیں۔ صبح کو مٹھائی اور
کھیلیں برادری اور عزیزوں میں تقسیم کیجاتی ہیں اگر بڑا شہر ہو تو اچھا معقول خرچ ہوتا ہے۔ ورنہ معمولی
دس بیس روپئے اسپر بھی خرچ ہو جاتے ہیں۔ اِس رسم کے تکلف ہماری قوم نے ہندوستان کے ہندوؤں سے
سیکھے ہیں۔ ورنہ پنجاب میں دیوالی پر کوئی ہندو سوائے دو چار آنے کے تیل کے اور کچھ خرچ نہیں کرتا
پنجاب میں قمار بازی عام اس رسم پر ہولی ضروری سمجھی جاتی ہے ورنہ لوگ کہتے ہیں کہ اگلا جنم گدھے
یا چوہے کا ہوتا ہے کشمیریوں کے یہاں ہر زن و بچہ پوجا کے بعد قمار بازی کرتے ہیں۔ گو وہ
شوقیہ ایک رسم کی پابندی سمجھکر کیجاتی ہے اور اسپر روپیہ آٹھ آنے سے زیادہ کھیل نہیں ہوتا
لیکن تاہم کیسی بُری نظیر ہے۔ قمار بازی بھی کبھی کسی مذہب کا حصہ ہو سکتی ہے [illegible] پرانی
رسم کا یہانتک بُرا اثر ہوا ہے کہ پنجاب میں ہر ایک شہر میں دیوالی کے موقعہ پر ہزاروں روپیہ کی
قمار بازی ہوتی ہے اور کئی سنار ایاب ہوتے ہیں۔ کئی نوجوان لڑکے اُسی دن سے قمار بازی شروع
ہو جاتے ہیں۔ نظیریں پیش کیجاتی ہیں کہ کوروں اور پانڈوں کی قمار بازیوں پر سلطنت
اور بیویاں داؤں پر رکھی جاتی تھیں کیا ہندوؤں کی سلطنت انہیں باتوں نے برباد نہیں
کردی؟ ہم اپنی قوم کے خاندانوں کے مہتمموں اور بزرگوں سے بصد عجز درخواست کرتے ہیں
کہ وہ دیوالی پر قمار بازی کو قطعاً ممنوع کردیں اور جو اصراف دیوالی کی معمولی رسومات کے بھی
ہوتے ہیں وہ بھی زیادہ ہیں وہ بھی بہت ہی کم کرنے چاہیئے۔

شیوراتری (جسے کشمیری ہیرت کہتے ہیں)

شیوراتری

یہہ رسم کشمیری قوم میں بڑی احتیاط سے پہاگن کے شروع میں ہوتی ہے۔ اِن دنوں ہر کشمیری کو حتی الوسع اپنے گھر میں رہنا چاہئے۔ شب شیوراتری گہر سے باہر رہنا منحوس بلکہ منع ہے۔ پرانے زمانے کے کشمیری شیوراتری بڑے صدق دل سے ادا کرتے تھے۔ کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرتے تھے اور خفیف سہو کو اپنی بدنصیبی سمجھتے تھے۔ اگر کوئی گرو اس رسم کے سرانجام دینے کے لئے اب بھی ملجاوے تو وہ سینکڑوں طرح کی تکلفات اسمیں شامل کر دیتا ہے ورنہ اکثر خاندانوں میں جہاں گرو جی مہاراج دستیاب نہیں ہوتے یہہ رسم اسطرح سے ہوتی ہے کہ چار روز تک کل خاندان ویشنوی رسوئی کہاتا ہے بعض لحم استعمال کرتے ہیں۔ مستورات درو ببرو بناتی ہیں (درو مونگ کی روٹی توے پر ایک طرف سے پکی ہوئی نہایت پتلی ہوتی ہے۔ اور پھر اُسکو تیل کی کڑاہی میں تلا جاتا ہے۔ اور ببرو میدہ یا آٹے کی شیریں روٹی روغن زرد میں تلی ہوئی ہوتی ہے) سو کے قریب ہر دو قسم کی بنائی جاتی ہیں جو برادری میں تقسیم کیجاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پوجا چند روز ہوتی ہے۔ بڑے بڑے مٹی کے پیالے جسے ڈلو کہتے ہیں پوجا میں رکھے جاتے ہیں انمیں پانی میوجات اور پھول اور چاول باداموغیرہ ڈالتے ہیں بعض خاندانوں میں لحم اور مچھلی بھی ڈالتے ہیں۔ ڈلووں کا پانی کمال احتیاط سے ایسے مقام پر جسکی سقف پر ڈالا جاتا ہے کہ وہ مبادا کسی ناپاک پانی میں آمیز ہو جاوے اور سقف میں جذب ہو جاوے اُسکو کشمیری ڈلو پر سوزنا کہتے ہیں یہہ رسم شیو جی مہاراج کی پوجا ہے۔ پنجاب میں کچھ پوجا نہیں ایک عام تعطیل اس یوم کی ہوتی ہے۔ مگر پنجابیوں میں اسکا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔

چار روز کی پوجا کے بعد بادام اور مصری اور درو اور ببرو برادری میں تقسیم ہوتے ہیں اور سمدھانہ میں اُسکی ہمراہ کچھ روپیہ بھی بھیجا جاتا ہے بعض خاندانوں میں عورتیں چاروں دن برت رکھتی ہیں اور مرد ایک روز برت رکھتے ہیں جسے شیو برت کہتے ہیں اُن خاندانوں میں جو بشنوں لوی کی

اوپاسک ہیں اندنوں میں لحم سے قطعاً احتراز کرتے ہیں۔ اگر گورو جی مہاراج موجود ہوسکیں تو وہ عموماً عہ روپیہ کے قریب شیوراتری کے پوجن کا حق الخدمت لیتے ہیں ورنہ اس رسم پر بھی ؁ روپے خرچ ہوجاتے ہیں جو کچھ لڑکیوں کو اس تیوہار پر دیا جاتا ہے وہ علاوہ رہا۔ نام کے لئے مذہبی رسم ہے ورنہ خاصی فضول خرچی ہے۔ غور سے دیکھئے تو شیو جی مہاراج کی پوجا کو دروپیہ و سے کیا کام۔ بادام اور مصری سے کیا کام۔ خواہ نخواہ کا صرف بیجا ہے پوجا پر تو شاید عصہ، مر روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا اور صرف ایک روپیہ میں شیو جی مہاراج کی پوری پوری پرستش اور انکی اشنتی یعنی مدح ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی صاحب اس رسم کو مذہبی خیال کرتے ہیں تو وہ بیشک ادا کریں۔ مصری۔ بادام۔ لونگ۔ میدہ اور گھی وغیرہ کیوں ضایع کیا جاتا ہے۔

ہولی

ہولی | کل ہندؤں میں پھاگن کے مہینے میں یہہ رسم ہوتی ہے۔ زمانہ سابق میں بڑی دہوم دہام سے ہوا کرتی تھی اب کچھ زمانہ حال کی تہذیب نے وہ دہوم دہام کم کردی ہے۔ مشہور ہندوستان میں ابتک وہی دہوم دہام ہوتی ہے۔ ہندوستان میں تو رنگ سے ہولی ہوتی ہے مگر پنجاب میں رنگ کہیں کہیں استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر کیچڑ اور خاک سے ہولی منائی جاتی ہے ہولی کے دنوں میں پنجاب کے بازاروں میں گذار مشکل ہوجاتا ہے۔

ہندؤں میں ہولی کے موقعہ پر دیوانگی اور وحشت غالب ہوتی ہے اور گوناگون بے تمیزیاں ہوتی ہیں جنکا مفصل بیان کرنا بے محل ہے۔ کشمیری قوم میں ہولی پر اُسطرح کی بے تمیزیاں نہیں ہوتی ہیں جیسی شراب خوار قوموں میں رائج ہیں کیونکہ کشمیری قوم کی محفل میں شراب منع ہے اور کسی مسرت کے موقعہ پر شراب جائز نہیں ہے گو بعض فرداً کشمیری شرابخور ہیں مگر انکی عورتیں مطلق شراب نہیں پیتیں۔ بلکہ مسلمان عورتوں کیطرح حقہ بھی نہیں پیتیں۔ کشمیری برادری کی محفلوں میں حفظ مراتب سلیقہ ادب اور تہذیب سے ہمیشہ گفتگو

ہوتی ہے اور سب صوفی حالت میں ہوتے ہیں یہہ محفلیں دیکھنے کے لائق ہیں۔ مگر کشمیری قوم
بھی ہولی کی بدتہذیبی سے مبرا نہیں ہے۔ گھروں میں ہولی کے موقعہ پر نوجوان لڑکے اور بچے اور نوجوان
لڑکیاں گلال اور رنگ سے ہولی کھیلتے ہیں۔ معمر لوگ ہولی پر صرف ایک گلال کا قشقہ کافی سمجھتے
ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی بے تمیزی سے باہم ہولی کھیلنے کو ہم مہذب نہیں سمجھتے اگر
ذکور باہم ہولی کھیلیں اور اناث علیحدہ اپنی ہولی منالیں تو چنداں مضایقہ نہیں ہے۔ کبھی کبھی
وحشت کا نمونہ قدرتی تقاضا ہے اگر اندازہ کے اندر ہو۔ شادی کے بعد پہلی ہولی پر بڑی دھوم
دھام ہوتی ہے۔ دُلہا کے والدین کا خاندان اور دُلہن کے والدین بڑی طیاریاں کرتے ہیں
سب ملکر ہولی کھیلتے ہیں اور ضیافتیں ہوتی ہیں۔ دُولہا دُولہن کے مونہہ پر سب عزیزوں کے
سامنے گلال ملتا ہے اور دُولہن کو بھی جواب دینے پر مجبور کیا جاتا ہے ہم امید کرتے ہیں
کہ ہندوستان میں ہولی کی رسم دور ہونے میں بہت سال باقی نہیں ہیں۔

بسوڑہ

بسوڑہ | یہہ عجیب طرح کی ایک بیہودہ رسم چیت کے مہینے میں ہوتی ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ چیچک ایک نہایت
غضبناک دیوی ہے اُسکی پرستش سے وہ اپنے غضب کو استعمال نہیں کرتی جن دنوں میں
اکثر چیچک نکلتی ہے انہیں دنوں میں یہہ رسم کیجاتی ہے تفصیل اس رسم کی یہہ ہے۔

تیل کا پکوان | تمام روز تیل کا پکوان پکایا جاتا ہے میٹھے اور نمکین گلگلے اور پوریاں اور میٹھے چاول وغیرہ طیار
ہوتے ہیں اور سب مٹی کی چینیوں میں بھر کر دو ٹوکروں میں جمع کئے جاتے ہیں اور کچھ فالتو
رکھے جاتے ہیں معمولی خوراک مثل چاول ساگ وغیرہ علیحدہ طیار کیا جاتا ہے۔ ایک بڑی چینی میں
پسے ہوئے چاول اور ہلدی ملاکر ایک مرکب رنگ طیار ہوتا ہے۔ رات کو قریب ۴ بجے صبح کے کسی چوراہے
پر وہ ٹوکرے لیجاتے ہیں اور زمین پر چوکا دیکر وہاں ڈال آتے ہیں جو لیجاتا ہے نہا کر اُٹھا
لیجاتا ہے۔ بچوں کے گلے میں کوڑیوں کے ہار ڈالتے ہیں اور سب بچوں کو صبح ہی غسل کراکر
ہمراہ لیجاتی ہیں مرد گھر میں رہتے ہیں بچے اور مستورات گھر سے باہر [illegible] جاتی ہیں واپس آکر

گھر کے دروازوں پر ہاتھ سے اُس ہلدی کے مرکب زرد رنگ سے نقش دست کیا جاتا ہے۔
دوسری صبح وہی باسی غذا تیل کی پکی ہوئی سب خاندان کے لوگ کہاتے ہیں۔ بسوڑا کے لفظ کا مخرج بہی باسی ہے۔ ثقیل کثیف غذا دونوں وقت کہانی پڑتی ہے۔ تازہ غذا یا کسی اور قسم کی غذا کی ممانعت ہے۔ چیچک کے روکنے کے لئے ٹیکے کا رواج جاری ہوا حتی کہ بعض ضلاع میں بحکم سرکار ٹیکا لگانا لازمی ہو گیا ہے اُس سے صریح روک چیچک کی معلوم بہی ہوئی اور سب ہندو خوشی سے ٹیکا لگائی لگ گئے مگر یہہ خیال رفع ہوا کہ چیچک ایک غضبناک دیوی ہے اگر دیوی ہو بہی تو یہہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ وہ باسی غذا کیوں پسند کرتی ہے اگر وہ پسند ہی کرتی ہے تو اُسکو چڑہا دو۔ تمام گہر کو باسی کیوں کہلاتے ہو۔ کیا یہہ ہی ہندو دہرم کا نیا رشاستر اور ویدانت شاستر ہے اور اُنکی کمالات انہیں توہمات پر ختم ہو جاتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہہ سب ستورات اور ضعیف دل مردوں کے دل کے سہارے بنائی ہوئے ہیں۔ اور خیالات کو بر طرف کیجئے اس نکمی رسم پر بہی آٹھ دس روپیہ معمولی طور پر خرچ ہو جاتے ہیں اور حاصل کچھہ نہیں۔

نوروز و سونت

نوروز و سونت یہہ ہر دو رسوم ایک جیسی ہیں شمسی ماہ چیت کی سنکرات کو سونت اور بکرم چیت سدی کو نوروز ہوتا ہے شمسی سال تو بکرم سنبا کہہ سے شروع ہوتا ہے مگر کشمیری پنا سال چیت سدی بکرم کو شروع کرتے ہیں جیسے قمری سال شروع ہوتا ہے رات کو ایک تہالی میں گندم بہرتے ہیں اور اُسکے ایک گوشہ میں تہوڑے سے دہان بہی رکہتے ہیں تہالی میں گلاب کے غنچے اور بادام اور قدرے جغرات اور ایک پکی ہوئی نمکین روٹی ایک آئینہ ایک قلمدان اور سال نو کی تقویم رکہتے ہیں۔ علی الصباح سب خاندان کے زن و مرد و بچہ تہالی کی ہر ایک شی کو بوسہ دیتے ہیں۔ جغرات و بادام اُس میں سے کہاتے ہیں اور اُس روٹی کو تبرک سمجھکر ایک ایک ٹکڑہ سب کہاتے ہیں پہر اُس روز نئے پارچات پہنتے ہیں کم از کم ایک پارچہ پوشیدنی ضرور نیا ہونا چاہئے خویش و اقربا کی دعوت ہوتی ہے اُنکی بچوں کو عمر ۱۲ سالانہ تک پیش کش کرتے ہیں۔

نوروز و سونت

ہماری دانست میں سونت توقالتو رسم ہے۔ سال نو پر خویش اقربا کی ضیافت ہو اور بچوں کو
قدری پیش کش کیا جاوے تو رابطہ اتحاد زیادہ ہوتا ہے اور شروع سال نو پر گذشتہ سال کا
شکریہ ادا کرکے خوشی کا اظہار بے محل نہیں ہے۔ ان رسموں کے علاوہ بعض چھوٹی چھوٹی
سکٹ چوتھہ | رسمیں ہیں اور وہ یہہ ہیں۔ سکٹ چوتھہ ماگھہ کے مہینے میں یہہ ایک گنیش کا برت ہوتا ہے
جسپر کشمیری قوم چورمی اور تل کے لڈو بناتی ہے اور شب کو چاند نکلنے پر اُسکو کھاتی ہے
صبح کو وہی لڈو تقسیم کیے جاتے ہیں دو چار روپے اسپر بھی خرچ ہو جاتے ہیں۔
نرجلا اکادشی کے روز مٹی کی جہجر بینگھی خربوزہ اور پہل اپنے آبا و اجداد کے نام پر منس کر
برہمنوں کو دیتے ہیں۔ دو چار روپے اسپر بھی خرچ ہوتے ہیں۔
جنم اشٹمی بہادوں کے مہینے میں ہوتی ہے۔ یہہ دن کرشن دیو جی کی پیدائش کی سالگرہ
کا ہے۔ اس موقعہ پر خشخاش تخم خربوزہ وغیرہ کی مٹھائی بنا کر تقسیم کرتے ہیں اسپر بھی دو چار
روپے خرچ ہوتے ہیں۔
اشٹمی | نوراترو کی اشٹمی نومی پر کشمیری کنیا جماتے ہیں اور اُنکو کچھ پارچات و نقد بھی مختصراً
نذر کرتے ہیں۔ اسیطرح اور کئی خفیف رسمیں ہیں وہ ہمنے نظر انداز کر دی ہیں کشمیریوں میں
نصف کے قریب جو جوالا دیوی کے پیرو ہیں وہ برابر سال بھر گوشت کھاتے ہیں باقی نصف
ویشنو دیوی کے اوپاسک ہیں وہ نوراتروں میں لحم سے پرہیز کرتے ہیں۔ دسہرہ
بسنت۔ سلونوں پر کشمیریوں کے یہاں کچھ خاص رسم
نہیں ہوتی نہ کوئی خاص خرچ
ہوتا ہے

باب بست و ششم ۲۶

طریق معاشرت روزمرّہ

جن غیر معمولی اخراجات شادی و مرگ اور تیوہاروں کا ہم ذکر کر چکے ہیں وہ تو کسی تونگر قوم کو مفلس کرنے کو کافی ہیں چہ جائے اُس قوم کو جسکی روزمرّہ کی طرز معاشرت ایسی پر تکلف ہو جیسے قوم کشمیری کی ہے۔

اور ہندو قومیں اگر کوڑی کوڑی جوڑکر سود لیکر پیچ بیوپار کرکے روزمرّہ دال چپاتی کھا کر خود کپڑے دہو کر پھٹے ہوئے دہوتی کورتہ پہنکر جیسے ہم شا خواں نہیں ہیں شادی بیاہوں پر ہزار دس ہزار روپیہ خرچ کردیں اور پھر مفلس ہوں تو تعجب نہیں۔ مگر کشمیری قوم ایسا نہیں کر سکتی۔ دو سو ڈھائی سو تنخواہ پانیوالے کشمیری پنڈت بہت نہیں ہیں اگر اس تنخواہ پانیوالا کشمیری کفایت شعاری کرے جسکو ایک بیوی دو بچے دو ملازم ایک سواری اور ایک کرایہ کا مکان ہو تو وہ پچیس یا پچاس بشرطیکہ رشوت خوار نہو صرف .... روپیہ ماہواری سے زیادہ پس انداز نہیں کر سکتا۔ ایک شریف کشمیری کنبہ کا محض خرچ خوراک آجکل کے گرانی کے زمانہ میں سو روپیہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ بہت سے ہم وطن کشمیری پنڈت ایسے ہیں جنکی آمدنی تنخواہ دو سو یا دو سو پچاس سے زیادہ ہو اکثر پچاس یا سو روپیہ ماہ کی آمدنی والے ہیں جو مہینے بھر میں مشکل سے گذر اوقات کر سکتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انکی طرز معاشرت بہت پر تکلف ہے سب کشمیری سفید پوش ہوتے ہیں جیسا کہ ملازمت پیشہ قوم کو ہونا پڑتا ہے لباس اچھا پہنتے ہیں نوجوان انگریزی خواں کرتے ہی ہوں کرتے و پاجامے۔ لیس دار انگرکھے اور کناری کی ٹوپیاں گو اب نہیں پہنتے (انکے پہننے والے بعض پیرانہ سال اب بھی موجود ہیں) تاہم انگریزی وضع کے لباس کے اخراجات کچھ کم نہیں ہیں بلکہ زیادہ ہیں۔ بدلنے میں کچھ کفایت نہیں ہوئی ہے۔ ایک سوٹ کشمیرہ کی صرف سلائی پانچ روپیہ تک ہوتی ہے قیمت پارچہ

اور کالر اور نک ٹائی جدا رہی عورتیں ابھی تک وہی لباس پہنتی ہیں جو نوابی اور شاہی
کے زمانہ میں پہنتی تھیں ابتک ریشمی کپڑہ اور کناری گوٹہ اسی طرح اپنے لباس کے لیئے اور بچوں کے
لیئے خصوصاً افراط سے استعمال کرتی ہیں بیاہ شادیوں کے موقعہ پر کشمیری عورتیں گراں بہا
اور چیدہ لباس پہنتی ہیں اگر یہہ پوشاکِ مستورات انکی ثروت کا معیار سمجھی جائے تو ایسا گمان
ہوگا کہ ایک عورت ہزاروں روپے کی مالک ہوگی۔ فی الحقیقت یہہ دھوکہ ہے انکے خاوند اکثر
قرضدار ثابت ہونگے۔

لباس

ہم چند سطور لباس در جبہ پر بھی لکھنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ ہم اُن انگریزی خوانوں کے
لباس کو ہرگز پسند نہیں کرتے جو پائجامہ کے بجائے پتلون استعمال کرنے لگے ہیں۔ انگریزی
کوٹ بیشک مستند اور سادہ لباس ہے اور انگرکھے سے بہتر ہے کالر کا بھی مضائقہ نہیں ہے
مگر بٹن دار پتلون قطع نظر قدرے بے پردہ ہونے کے آسائش دینے والا لباس نہیں ہے
ہمارے گھروں کی نشست برخاست اور رفع حاجات میں پتلون سے سخت تکلیف ہوتی ہے
پتلون انگریز پہن سکتے ہیں جنکی عادات رفع حاجت کی نہایت ناپاک ہیں اور جنکی کرسی پر ہر وقت
نشست رہتی ہے۔ پتلون کے بجائے پائجامہ بہت عمدہ لباس ہے ہم اور انگریزی ٹوپی غلط فہمی ہوئی ہیں
ہندوستان میں انگریزی ٹوپی چاہئے تھی اور عمامہ یورپ میں۔ سرد ملک کے باشندوں کو گو
عمامہ زیادہ تر آسائش کا کپڑا ہے۔ اور گرم ملک کے باشندوں کے لیئے انگریزی ٹوپی
چاہیئے جو بلحاظ گرمی اور دھوپ کے زیادہ مفید ہے چونکہ حاکم وقت کے سر کا لباس ہے
انگریزی ٹوپی استعمال کرنے میں ہندوستانی بے ادبی سمجھتے ہیں بجائے اصلی انگریزی ٹوپی
کے اسکی مشابہ ٹوپیاں پہنی جاتی ہیں عمامہ کا رواج کم ہوتا جاتا ہے۔ وہ وقت قریب ہے
کہ انگریزی ٹوپی عمامہ کی قائم مقام ہو جاویگی۔ ہماری عورتوں کے ساڑھی کو نہایت عمدہ خوب
صورت لباس ہے مگر کسیقدر بے پردہ ہے اگر پارسیوں کی طرح ہماری عورتیں ساڑھی کے نیچے
ایک پائجامہ پہنا کریں تو بے پردگی کا نقص بالکل رفع ہو سکتا ہے۔ لیکن گوٹہ کناری بھی بقدر ضرورت

روپیہ ضایع ہوتا ہے اسکو موقوف کرنا چاہیئے۔ بہت چھوٹے بچوں کے لیئے صرف لیس کافی ہے۔

خوراک

ہندوستان کی سب قوموں سے کشمیری قوم خوراک پر بہت زیادہ خرچ کرتی ہے ہر مرد و زن و بچہ دو وقت گوشت کہاتے ہیں جو حد سے زیادہ مرغن ہوتا ہے اگر دونوں وقت نہیں تو ایک وقت چاول خشکہ اور گاہے گاہے پلاؤ کہاتے ہیں۔ کشمیری کے یہاں ایک قسم کی غذا پر اکتفا نہیں ہے مسلمان گوشت روٹی یا گاہے گاہے پلاؤ کہاتے ہیں۔ اور ہندو محض گوشت روٹی اور اکثر دال روٹی پکوڑی اور بقولات کہاتے ہیں۔ کشمیری پنڈت کے دسترخوان پر سوائے پکوڑی کے اور سب چیزیں ہونی ضروری ہے۔ بقولات میں سے خاص شلغم سے زیادہ رغبت ہے۔ سوائے بنگالیوں کشمیریوں اور بعض پہاڑی قوموں کے اور ہندو علی العموم مچھلی نہیں کہاتے۔ کشمیری بیسیوں طرح سے لحم کا استعمال کرتے ہیں اگر خاص دنوں پر لحم منع ہو تو پنیر کی بہت چیزیں لحم کی ہم شکل اور ہم ذائقہ طیار کرتے ہیں۔ کشمیریوں کی گورو اور پروہت بھی لحم بڑے شوق سے کہاتے ہیں۔ گو روغن زرد کا بے اندازہ استعمال ہوتا ہے۔ تاہم کشمیری اکہروٹ کے تیل کا مزہ نہیں بہولے (جو اکثر کشمیر میں بجائے گھی کے استعمال ہوتا ہے) اُسکی بجائے سرسوں کا تیل عموماً نباتاتی غذا میں استعمال کرتے ہیں۔ بقولات میں اکثر ترشی ملا کر کہاتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ایک کشمیری کی غذا کا خرچ ایک ہندو اور ایک مسلمان ہر دو کے تقریباً برابر ہے کشمیریوں کے باورچی اپنے آقا جیسی خوراک کہاتے ہیں اور ملازموں کو بھی کشمیریوں کے یہاں اچھی خوراک ملتی ہے۔ غرض کشمیری کے کنبہ کا خرچ خوراک قریب قریب انگریزی کنبہ کے برابر ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ انگریزوں کی غذا بے ضرر اور سریع الہضم۔ کشمیریوں کی غذا دیر ہضم اور بعض غذا پر ضرر ہوتی ہے۔ ہم اتنا غذا کے بارہ میں کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اکثر کشمیریوں کے ہاضمہ میں گھی کے استعمال بے اندازہ سے فتور رہتا ہے اکثر عورتیں تیل اور ترشی کہانے سے علیل رہکر سینہ کے عوارض میں مبتلا رہتی ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو بہت کم کرنا چاہیئے بمقوی غذا ترک نکرنی چاہیے قیام صحت اور زندگی اسی پر منحصر رہتا ہے۔

منشیات

بہت سی کشمیری منشیات کے عادی ہیں پنجاب کے اکثر کشمیری نوجوان تعلیم یافتہ شرابخوری کا
شغل کرتے ہیں فرقہ باورچیان چرس استعمال کرتا ہے۔ ہندوستانی کشمیری خصوصاً اودھ میں
چانڈو اور افیون کی مرکبات زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ تازہ وارد کشمیری حقہ اور نسوار پر اکتفا
کرتے ہیں۔ گوروجی مہاراج محفلوں میں علانیہ بھنگ اور افیون استعمال فرماتے ہیں اور
بھنگ کی سردائی میں برف ملانے میں چھوت نہیں کرتے انکو کون سمجھاوے وہ ہمارے مذہبی
مرشد ہیں انکو سمجھانا گویا حکمت بہ لقمان آموختن ہے وہ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کہاں تک
وہ علانیہ بھنگ پینے میں نیک کردار رہتے ہیں بھنگ کبھی ناہبی عزت انہوں نے دیدی ہے وہ شیوجی
کی بوٹی کہلاتی ہے۔ ہماری قوم میں ایسے خوش نصیب اور نیک صفات کم ہیں جو سب نشوں سے
پاک ہوں منشیات سے پرہیز ضروری ہے۔ زرداں ودرد سر خریدن سے کیا فایدہ ہے باقی
اور اخراجات مثلاً چندوں کا دینا۔ اخبارات کے خرچ۔ بیماریوں کے معالجہ کے اخراجات
تعلیم طفلان کے اخراجات۔ مہمان نوازی کے مصارف۔ سامان خانہ داری
کے اخراجات اور کسی ہند کی قوم سے کم نہیں ہیں اگر مقابلہ
کیا جاوے تو کچھ زیادہ ہی معلوم
ہونگے۔

✣

باب بست و ہفتم

سچی خوشی

اپنے گہر سے باہر اگر کوئی کشمیری پنڈت کی خوش مزاجی سے ظاہری نتیجہ نکالے تو اُسکو یہہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنے گہر میں بہی ویسا ہی خوش رہتا ہوگا مگر نہیں اپنے گہر میں داخل ہوکر اُسکے دل کو سچی خوشی نہیں ہوتی گہر سے باہر کشمیری پنڈت سچ کی خوبصورتی کا مداح اپنی طبیعت کو خوش رکہتا ہے مگر گہر داخل ہوتے ہی اُسکی ساری خوشی تمام ہو جاتی ہے کچھ کشمیری پنڈت پر ہی منحصر نہیں ہر کل ہندوؤں کا ایک جیسا حال ہے - کہیں لڑکی کی شادی کا بار گراں اُس کو بار بار اُسکی مستورات یاد دلاتی ہیں کہیں سونٹن زنار بندی کی تجویز اُسکے کان میں تاکید کر ڈالی جاتی ہے - ادہر مہینے کے خرچ کی فہرست اُس کے سامنے رکہی جاتی ہے جو اُسکی ساری ماہواری آمدنی کے قریب ہوتی ہے - اُدہر زیور کی طیاری کی تاکید ہوتی ہے ایک طرف خط آتا ہے کہ فلانے رشتہ دار کے یہاں شادی ہے کچھ بہیجو - ادہر کسی متوفی عزیز کی برسی یا ششماہی آنیوالی ہوتی ہے - اگر بزاز کا حساب پچہلے مہینے صاف ہو گیا ہے تو اگلے مہینے تقاضا سخت تقاضا دق کرتا ہے کل لبہ رہ ہے اور دس دن بعد سونٹ اور نو روز ہے - اسیطرح سے وہ اخراجات کے فکر میں غلطاں پیچاں رہتا ہے خیر روپیہ بہی کسی نہ کسی طرح پیدا ہو گیا - اور خرچ برداشت ہو گیا پہر بہی کوئی راحت کا موقعہ نہیں آتا ادہر والدہ صاحبہ اسبات کی شاکی ہیں کہ میری طرف سے بیوی نے میاں کے کان بہر دئے ہیں - بیوی الگ ناراض کہ میاں ایسے کم عقل ہیں کہ بیوی جیسے دردمند کی ہدایت نہیں مانتے - دیورانیوں جیٹہانیوں میں ہمیشہ الگ چلتی ہے - ساس بہو الگ جہگڑتی ہیں بہاوج اور زام علیحدہ لڑتی ہے (زام ہمشیرہ خاوند کو کہتے ہیں) کشمیری عورتوں کے توہمات کا تو کچھ ٹہکانا ہی نہیں - کسی تیوہار کے موقوف کرنے کا اُنکے ذکر کرو وہ مردونکو بیوقوف اور

انگریزونکا نقال سمجہتی ہیں - ہزار یقین دلاؤ کہ چیچک ایک وبائی مرض ہی مگر وہ نہیں مانتیں - گرہن کی وجہ انسے بیان کرو وہ نہ مانینگی - اخراجات کم کرنے کی لئے کہو تو وہ کہتی ہیں ناک کٹتی ہی اُنکا کیا قصور ہی اُنکو پرانے زمانے کے مردوں نے یہی سکہایا ہے - جب کشمیری گہر سے باہر آتا ہی تو وہ یہہ دیکہتا ہی کہ ایک انگریز صبح کو دو میل ریاضت جسمانی کرکے آیا - دس بجے سے ۴ بجے تک اُسنے محنت کی شام کو مع میم صاحبہ باغ میں گہوما اور ٹینس کہیلا بگہی پر ہوا خوری کی رات کو بجے کہانا کہایا میم صاحبہ نے سلیقہ سے مکان آراستہ کر رکہا ہی کہانے کی کمرہ میں کہانا خوش اسلوبی سے میز پر چنا گیا بال بچے سب ولائت میں تعلیم پا رہے ہیں - میاں بیوی خوش گپیاں لگا رہے ہیں اور کہانے پر دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے

ہماری عورتیں اور میم صاحبان

دن بہر کا تکان اور تردد دونین گہنٹی کی باہمی سوال جواب سے رفع ہو گیا - کہاں ہماری گوبر سے لپی ہوئی چوکی کہاں اُنکی میزوں کے سامان کہاں ہماری عورتیں جو گوبر کے روٹے سے سونا بنجانیکی معتقد کہاں اُنکی علامہ دہر عورتیں کہاں انہیں بجلی کے مشاہدات کا ذکر گلیڈسٹون کی پالیسی کا ذکر اور کہاں ہماری یہاں یہہ ذکر کہ کہار چوکی کی لکیر کے اندر داخل ہو گیا رسوئی ناکارہ ہو گئی زمین اور آسمان کا فرق ہی پہر کیوں نہ ہمارے تعلیم یافتہ تمنا کریں کہ وہ انگریزوں جیسے ہو جاویں انہیں کی سب باتیں اختیار کریں اُنکی عورتیں میموں جیسی ہو جاویں مگر اُنکو یہہ بہی جاننا چاہیے کہ جنکی وہ تقلید کرنا چاہتی ہیں اُنکو خوب معلوم ہی کہ وہ اپنی عورتوں سے کیسے بیزار ہیں سو گل بنجار کہاں ست - صاحب بہادر سائیس کی جگہ بیٹہیں اور میم صاحبہ بگہی ہانکیں جو ملاقاتی آوی وہ پہلے میم صاحب سے ملے میم صاحبہ جو ناچ چاہیں نچائیں - صاحب بہادر کی مزاج میں ذرا فرق دیکہا میم صاحبہ جہٹ کونسل علیحدگی یا طلاق کی درخواست دینے چلیں میم صاحبہ کی خط صاحب بہادر نہ کہولیں اُنکی کمرہ میں صاحب بہادر بلا اجازت داخل نہوں میم صاحبہ کی ساتہہ صاحب بہادر آج ہوا خوری کو طیار نہیں ہیں تو وہ دوسری صاحب کی ساتہہ طیار ہو گئیں ایک ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ انمیں تعلق ناجائز پیدا ہو گیا اب میم صاحبہ کا میدان میں دل نہیں لگتا شملہ کی آب و ہوا کی ضرورت ہی - ڈاکٹر صاحب بہی سفارش کرتے ہیں

مہمان نوازی

انگریزونکی مہمان نوازی کا یہہ حال ہی کہ اگر گہر میں کوئی مہمان آتا ہی تو اُسکی ایک دن برداشت نہیں بارہ گہنٹے ٹہرنے کا حکم ہی پہر ڈاک بنگلے ٹہریں - والدین صاحب بہادر سے علیحدہ کمرہ میں ۲۴ گہنٹے سے زیادہ نہ ٹہریں

اور ہر ایک رشتہ دار علیٰ ہذا ایک اجنبی شخص ہی اگر کوئی عزیز سقیم الحال ہو گیا تو غریب خانہ جاوی - اگر کسی کی ماں باپ مر گئے تو یتیم خانہ جاوے -

قاعدہ ہی کہ اپنی حالت کبھی اچھی معلوم نہیں ہوتی دوسروں کی ہر ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے کبھی کسی حالت پر انسان کو چین نہیں ہی سچ تو یہہ ہی کہ بے عیب کوئی قوم نہیں ہو سکتی اور خیر الامور اوسطہا سی بہتر کوئی اصول نہیں ہی - ہماری دانست میں ہم بغیر انگریزوں کی تقلید کی سچی خوشی اپنی گہروں میں حاصل کر سکتے ہیں فی الحال یہہ امر واقعہ ہی کہ کشمیریوں کے گہر سچی خوشی حاصل نہیں ہوتی اُسکی وجہ یہہ نہیں ہی کہ اُنکی عورتیں اس قابل نہیں کہ وہ خوشی نہ دیسکیں بلکہ مرد ایسی بے حوصلہ ہیں کہ اخراجات کو کم نہیں کر سکتے توہمات کو دور نہیں کر سکتے - کفایت شعاری اور فراغت معاش سی وہ ایسی خوشی اپنی گہروں میں حاصل کر سکتے ہیں جو کسی انگریز کو نصیب نہیں ہو سکتی اُنکی عورتیں پارسا اور فرمانبردار ہوتی ہیں اور وہ سچی خوشی دیسکتی ہیں -

اگر ضرورت ہی تو اسبات کی ہی کہ کشمیری پنڈت اپنی عورتوں کی توہمات اور ضعیف الاعتقادی رفع کریں اُنکو ہمیشہ اپنی ہم خیال بنائیں - تربیت و تعلیم اولاد کی تدابیر اُنکو بتلائیں حفظان صحت اور پاکیزگی کی اصول اور طریق اُنکو سمجہائیں گویا خود اُنکے معلم بنیں - مصارف میں اُنکی رای پر عمل نہ کریں اور اُنکی ہدایت نہ مانیں فضول خرچی رفع کر کے اپنے والدین - اولاد - رشتہ داراں - عزیزاں کے فرائض سمجہیں اور اُنکو سر انجام دینی میں مسرت سمجہیں - وہ انسان نہیں ہی جو صرف اپنی لیے جیتا ہی بلکہ سچی خوشی اسمیں ہی کہ وہ انسانی فرائض ادا کرنیمیں ہمیشہ ساعی رہی اور اُنکی پوری ہونی پہ اپنے آپ کو مبارکباد دے -

✝

باب بست و ہشتم

خاتمہ

نہ زنار بندی پہ شادی مناؤ
مصارف نہ ماتم کے حد سے بڑھاؤ

نہ شادی پہ سب خان و مال کو لٹاؤ
نہ دل عیش و عشرت میں اتنا لگاؤ

زمانہ سے بہتر نہیں کوئی ہادی
طبیعت کرو تم کفایت کی عادی

پیارے ہم قومو! ہماری رام کہانی ختم ہوئی۔ خواہ آپ مضحکہ اڑائیں یا ثقاہت سے غور کریں ہم نے جہانتک ہم سے ہوسکا کشمیری پنڈتونکی رسموں اور انکے اخراجات کا حال مختصراً بیان کردیا۔ اگر کوئی دن اور اُسی عزت کو قایم رکھنے کا آپکے دلوں میں خیال ہے جو زمانہ سابق میں آپکو حاصل تھی اور چشم بد دور اب بھی آپکو حاصل ہے تو ذرا دل میں سوچو کہ زمانہ کیسا نازک آتا جاتا ہے۔ تمہاری معاش کے دروازے بند ہوتے جاتے ہیں تمہاری رقیب بڑھتے جاتے ہیں۔ گذر اوقات ہونی محال ہو رہی ہے۔ کیا تمہارے بزرگونکی یہہ نصیحت تھی کہ زمانہ خواہ بدلے مگر تم نہ بدلنا۔ زنار پہننے میں سینکڑوں روپیہ تباہ کرنا۔ فاقے کاٹنا اور بیاہ کرنا۔ قرض لیکر بزرگوں کے سفر عاقبت کیلئے زاد راہ بھیجنا۔ عورتونکی عقل پر چلنا۔ سینکڑونکی آمدنی میں ہزاروں خرچنا۔ کفن کیلئے بھی کوڑی نہ رکھنا۔ "لنگ کے زیر لنگ کے بالا۔ نے غم دزد نے غم کالا" کا مصداق بنتا؟ ہم تو یہہ تہمت اپنی قوم کے بزرگوں پر نہیں لگا سکتے وہ اپنی خوب نبہا گئے انکو ہر طرح کی وسعت استطاعت اور سہولیت تھی جو ہمکو حاصل نہیں خیر گذشتہ را صلواۃ و آیندہ را احتیاط۔

نہ قوم کے وہ بزرگ جو اب کاروبار چھوڑکر خانہ نشین ہو گئے ہیں نہ وہ آسودہ حال اصحاب برادری جو اپنی ثروت میں مگن ہیں اور نہ وہ ماجیاں (کشمیری زبان میں ہم عورتونکو کہتے ہیں) جو ہماری قوم میں سومات کے

قانون گو ہیں ہرگز اُن مشکلات کا اندازہ کر سکتی ہیں جو آجکل کے نوجوانوں کو معاش پیدا کرنے میں ہوتی ہیں۔ کاش وہ زمانہ ہوتا کہ گھر کے پانچ مردوں میں ایک کماؤ ہوتا باقی چار میں سے ایک اپنی بیوی کے پان کے لاکھے کی تعریف کرتا رہتا۔ کوئی ستار بجاتا رہتا۔ کوئی شعر کہتا۔ کوئی افیون کی پینک میں رہتا۔ اب یہہ حال ہے کہ اگر کسی کا اپنا لڑکا بھی سن بلوغ کے ایک دو سال بعد گھر میں ملازمت سے فارغ رہتا ہے تو اُسکا والد اُسکو بارگراں سمجھکر بیکس ہونیکا طعن کرتا ہے۔ اور بھائیوں عزیزوں کا تو ذکر ہی کیا ہے نہ عہدے موروثی رہے کہ باپ کی جگہ بیٹا مقرر ہو گیا۔ اب ایک عــہ روپیہ ماہواری کی اسامی خالی ہوتی ہے تو سو امیدوار فرسٹ ارٹس پاس کئی ہوئے ملتے ہیں۔ اگر پچیس برس نکل گئی تو سرکاری نوکری نہیں مل سکتی۔ دیسی ریاستوں کا یہہ حال ہو رہا ہے کہ چہ جائے کہ اہلکاروں کی شادی غمی پر مدد کیا کرتی تہیں اب الٹا اُنکی تنخواہیں کاٹتی ہیں کہ مہاراج یا نواب صاحب کے یہاں گورنر جنرل مہمان ہونے والے ہیں یا مہاراج سیر کے لئے فلانی جگہ جانے والے ہیں روپیہ کی ضرورت ہے۔ ہماری تو یہہ حالت اور ہماری بیفکر بڑہے اور عورتیں نوجوانوں کو یہہ کہہ رہی ہیں کہ تمکو روزگار پیدا کرنا نہیں آتا۔ ہمارے وقت میں پچیس روپیہ ماہواری میں چار لڑکیاں بیاہی تہیں۔ لڑکے کے دو سو روپیہ میں برکت نہیں ہے کوئی کہے کہ اب پچیس روپیہ ماہوار کے چار چہوڑ ایک لڑکی بیاہنا درکنار ایک سونڈن کر کے دکہلا دیجئے۔

پیاری نوجوان ہم وطنو! اگر تم زمانہ حال کو دل لگی نہ سمجھو جتنا بڈہو نکی کہی لگوگے۔ جتنا عورتونکی پیروی کروگے اُتنے ہی خراب ہوگے۔ کچھ حوصلہ کرو۔ اگر تم صاحب اولاد ہو تو کوئی ہم خیال فریق مقابل ڈہونڈ لو تلاش سے ملجا دیگا۔ اُس سے خط و کتابت براہ راست کر لو اور کل شادی بیاہ کی رسومات اُنسے مشورہ کر کے پہلی سی مقرر کر لو۔ اور ایک دفعہ اللہ کا نام لیکر باپ دادا ہمت کر دکہلاؤ جو تمہاری آمدنی پر چلتی ہیں وہ چار ناچار آخر کو تمہاری پیرو بنینگی۔

پیارے کشمیری پنڈتو! تم اپنے وطن سے مفلوک الحال نکلے تہے۔ زمانہ کی حوادث سے بہت جگہ گہومے اب کسی جگہ اپنا قیام مستقل کرو۔ اپنی حیثیت بناؤ۔ اور باشندگان ملک سے اتحاد پیدا کرو۔ اپنا بستر اپنے

کاندہی پر ہر وقت طیار نہ رکہو۔ دہلی والوں اور لکھنؤ والوں اور تازہ کاشر کی تمیز چہوڑ دو۔ سب کشمیری قوم کو ایک قوم سمجھو۔ نیچر نے تمہیں ایسے دماغ دئیے ہیں ایسی ذکاوت دی ہے کہ اگر کوشش کروگے تو تم کئی قوموں سے بڑہکر رہوگے۔ فضول خرچی چہوڑ دو۔ مسکرات و منشیات ترک کرو۔ اپنا چال چلن سدہارو۔ اپنے آپ کو آسمان سے اُترا ہوا نہ سمجھو۔ آخر تم صرف برہمن ہو۔ اور سب برہمن ایک جیسے ہیں۔ نکمی چہوت چہات چہوڑ دو۔ جو روپیہ تیوہاروں کے توہمات میں۔ شادی بیاہوں اور زناربندیوں پر خرچتے ہو۔ اپنی اولاد کی تربیت اور تعلیم میں خرچ کرو۔ اگر ممکن ہوسکے تو ولایت بہیجکر تعلیم دو پہر دیکھو کہ کشمیری قوم کیا فروغ پاتی ہے۔

پیاری قوم کے گورو صاحبان! آپ ہم پر ناراض نہوں ہم زمانہ کے نئے پود ہیں ہمارے خمیر میں نئی باتیں ہیں۔ آپ اپنے حقوق لیجئے۔ ہماری مصلحتوں میں دخل نہ دیجئے۔ طبیعت کو شانتی دیجئے۔ اور اپنی طبیعتوں کو خروش میں نہ لائیے۔ ہماری اصلاحونکی سد راہ نہو جئے۔ ہماری ثروت اور کامیابی میں آپکی بہبودی شامل ہے ہماری مفلوک الحالی میں آپ بکڑہ سے محتاج ہوجاوینگے۔

غیر قوم کے پیارے ناظرین!! آپ اس رسالہ میں جو کشمیریوں کی بعض مہذب رسمیں بتائی ہوئی ہیں پڑہئے اور اختیار کیجئے۔ جو بُری ہیں اُنکی بابت ہمیں سمجہائیے۔ شاید آپکی نصیحت سے ہم اصلاح پذیر ہوسکیں۔ آپ ناحق ہم سے خائف رہتے ہیں ہم غریب الوطن آپکی ملک میں بسے ہیں آپ ہمارے میزبان ہیں۔ آخیر ہم اور آپ ایک ہی ملک کے باشندے ہیں۔ ہم آپکی ہمدردی کے ہر طرح سے مستحق ہیں۔ ہمارے عیب ہمارے اجنبی ہونے سے پیدا ہوگئے ہیں۔ آپکی مہربانی۔ امداد خلوص اور عنایت سے اور ہماری اطمینان خاطر۔ دلجمعی اور کفایت شعاری سے وہ بہی رفع ہوجاوینگے

التماس مصنف

اظہار حق کے سوالات لاتعداد ہیں جو مصنف خوب جانتا ہے۔ امید ہے کہ پیارے ناظرین ہماری خطائیں معاف کرینگے۔ اس کتاب سے سلسلہ مباحثہ چھیڑا گیا ہے۔ مصنف ہر امور مندرجہ پر علیحدہ خط وکتابت کرنے کے لئے بھی مستعد ہے۔ کیا ہی عمدہ ہو کہ ایک کشمیری کانفرنس کے انعقاد کا موقعہ آوے جہاں تجاویز مندرجہ رسالہ ہذا معرض بحث میں آویں۔